بسم اللہ الرحمن الرحیم
فیض المستغاث
فی حکم
الطلقات الثلاث
مؤلف
حضرت علامہ سید محمد حسین شاہ نیلوی نوراللہ مرقدہ
علامہ نیلوی
www.dawat-ul-haq.com

دنیا میں کسی بھی جگہ علماء جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف

Play Store اور Website سے بالکل فری انسٹال / ڈاؤن لوڈ کریں۔

انسٹال / ڈاؤن لوڈ کرنے کا طریقہ

Play Store سے " مکتبۃ الاشاعت " انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں مطلوبہ کتاب ڈاؤن لوڈ کریں
نیز اپنی کتاب کو Website / Play Store پر مفت شائع کرنے کے لیے بھی رابطہ کریں۔

نیز ماہنامہ التوحید والسنۃ پلے سٹور اور ویب سائٹ دونوں پر دستیاب ہے۔

نوٹ

ویب سائٹ پر جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف مثلاً تفاسیر، فتاویٰ جات، شروح، سوانح حیات، نوٹس، درس نظامی کے کتب وغیرہ دستیاب ہیں آپ وقتاً بوقتاً Play Store اور website پر چیک کیا کریں مزید معلومات کے لیے دیے گئے واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔ وہاں آپ کو آسانی کے لئے مطلوبہ کتاب کا link دیا جائے گا اور آپ کو بہترین رہنمائی دی جائے گی جس سے آپ کو مطلوبہ کتاب آسانی سے ملے گا۔ پلے سٹور پر ترجمہ و تفسیر یا سورتوں کے نوعیت والے تصانیف دستیاب ہوں ہیں کیونکہ ایک PDF میں اس کا مطالعہ مشکل ہوتا ہے تو ہم نے آسانی کے لیے ہر ایک پارے کے لیے الگ الگ بٹن بنایا ہے تاکہ قارئین کے لیے پڑھنے میں آسانی ہو باقی تمام نوعیت کے تصانیف مندرجہ ذیل ویب سائیٹ پر دستیاب ہوں گے۔ جو Goggle پر مزکورہ ویب سائیٹ میں سرچ کرنے سے یا ہمارے مندرجہ بالا app " مکتبۃ الاشاعت " کو پلے سٹور سے انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں سرچ کرنے سے ملیں گے۔ آسانی کے لیے ویب سائیٹ پر links ملاحظہ کیجئے۔ جزاکم اللہ

WhatsApp:0320-1914145

ویب سائیٹ **maktabatulishaat.com** (مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام)

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ سید محمد حسین نیلوی رحمۃ اللہ علیہ

کی تحقیقی تصنیف

فیض المستغاث

فی حکم

الطلقات الثلاث

مرتب و ناشر

سید حسن واسطی

ادارہ گلستان اسلام سرگودھا

سنہری مسجد بلاک اے سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

نام کتاب: مستورات کا بال کٹوانا اور اس کا شرعی حکم

تالیف: شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ مولانا سید محمد حسین شاہ نیلوی نور اللہ مرقدہ

ناشر: سید محمد حسن واسطیؒ

ڈیزائننگ: سید محمد طیب واسطی

مطبوعہ: ادارہ گلستان اسلام سرگودھا

Syed Muhammad Tayyeb Wasti

0315-6000452

حرفِ آغاز

الحمد للہ کہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ سید محمد حسین نیلوی مدظلہ العالی کی یہ تحقیقی تصنیف آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی۔ بلکہ قبل ازیں ادارہ گلستانِ اسلام کی طرف سے شائع ہونے والے ماہنامہ "عارفین" میں بالاقساط، اور ماہنامہ گلستانِ اسلام" میں یکجا اشاعتِ خاص کے طور پر اس کتاب کو شائع کرنے کے مواقع بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔ تاہم یہ رسائل دیکھتے ہی دیکھتے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئے۔ اور اب اس کی مسلسل بڑھتی ہوئی مانگ کے پیشِ نظر مستقل کتابی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔

اس کتاب میں سب سے پہلے بطورِ تمہید مسئلہ کی اہمیت بیان کی گئی ہے، پھر اباحتِ طلاق، طلاق کے نقصانات، طلاق کی ممانعت اور پھر طلاق دینے کا شرعی طریقہ اور طلاق کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد مروجہ حلالہ کے متعلق نہایت اہم بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ مروجہ حلالہ سراسر زنا ہے اور اس کا مرتکب شرعاً رجم اور سنگسار کیے جانے کا مستحق ہے۔ اور اس کے بعد اصل محلِ نزاع مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ نیز اس میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا بدمذہب روافض، خوارج اور معتزلہ وغیرہ کا مسلک ہے، جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تحقیق کے مطابق در اصل یہودیوں کا مسلک ہے۔

جب کہ قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ سے واضح طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص جاہلی طریقہ کے مطابق حمل، حیض اور طہر وغیرہ کا لحاظ کیے بغیر اپنی بیوی کو ایک ہی طہر کے دوران مختلف اوقات میں، یا ایک ہی مجلس میں متفرقۃً یعنی الگ الگ کر کے، یا مجتمعۃً یعنی ایک ہی جملے، یا صرف ایک ہی لفظ کے ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے تو وہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور وہ مطلقہ بہ ثلاث عورت اس طلاق دہندہ مرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔

حضرت علامہ نیلوی مدظلہُ العالی نے خود صاحبِ شریعت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعدد فیصلوں اور فتووں سے اس مسئلہ کو مدلل فرمایا ہے۔ نیز بعض روایات سے پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا ازالہ بھی نہایت احسن طریقہ سے فرمادیا ہے۔ مثلاً:

صحیح مسلم میں حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی اس مشہور روایت کے بارے میں اپنے مخصوص محققانہ انداز میں غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے آپ نے تحریر فرمایا کہ یہ روایت صحیح ہے کہ عہدِ نبوی، عہدِ صدیقی اور ابتداء عہدِ فاروقی میں تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان ہستیوں کے نزدیک بھی وہ ایک طلاق ہی ہوا کرتی تھی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان ادوار میں جہلاء ایسا سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ میں سے کسی ایک نے بھی اپنے فیصلے اور فتوے میں بیک مجلس اور بیک کلمہ دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار نہیں دیا۔ نیز آپ نے حضرت طاؤسؒ کی اس روایت کے متعلق دیگر محقق علماء کی بیان کردہ توجیہات کا ذکر بھی اس کے ساتھ ہی فرمادیا ہے۔

اسی طرح سننِ ابی داؤد میں مروی ابن جریج اور ابن اسحٰق کی روایات کے متعلق بھی حضرت علامہ نیلوی نے محققانہ بحث فرما کر ان روایات کو ناقابلِ استدلال اور واجبُ الرد قرار دیا۔ نیز آپ نے محمد بن اسحٰق کی بعض ظاہر البطلان روایات کا حوالہ دے کر کئی اور مسائل بھی بطریقِ احسن حل فرمادیے ہیں۔

احقر کی رائے ہے کہ ہمارے معزز وکلاء اور عرائض نویس اس کتاب کا بغور مُطالعہ کریں۔ اور جب کوئی شخص ان کے پاس "طلاق نامہ" لکھوانے کی غرض سے آئے تو انھیں چاہیے کہ اوّل تو وہ اس شخص کو طلاق نہ دینے کا مشورہ دیں، اور اگر اس کا طلاق دینا ہی ناگزیر سمجھیں تو اسے صرف ایک طلاق دینے کا مشورہ دیں، تاکہ آیندہ صلح ہونے کا دروازہ کُھلا رہے۔

نیز یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب کسی حاکم کے سامنے تنسیخ نکاح کا مقدمہ پیش کیا جائے تو اس کا فیصلہ کرتے وقت مدعا علیہ کی موجودگی کا خاص اہتمام کریں اور یک طرفہ فیصلہ ہرگز نہ کریں، کیونکہ ایسا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں ہوتا۔

اور اگر حاکم کے طلب کرنے پر بھی مدعا علیہ عدالت میں حاضر نہ ہونا چاہے تو حاکم کو چاہیے کہ مدعیہ کے حق میں تنسیخ نکاح کے اس مقدمے کا فیصلہ کرنے سے پہلے بزورِ قانون مدعا علیہ کو عدالت میں پیش کیے جانے کا حکم دے خواہ اسے قید کرکے ہی عدالت میں پیش کرنا پڑے۔ اور پھر مُدعا علیہ سے طلاق دینے کو کہا جائے، اور اس صورت میں اگر ان میاں بیوی کی جُدائی کو حاکم ضروری سمجھے اور مدعا علیہ طلاق دینے پر رضامند نہ ہو تو حاکم کو تنسیخ نکاح کی اجازت ہے، ورنہ نہیں۔ کیونکہ شرعاً ایسا یک طرفہ فیصلہ قابلِ قبول نہیں جو مدعیہ اور مدعا علیہ کی موجودگی میں نہ ہو۔

اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ کرتے وقت تھوڑی دیر کے لیے گروہی اور فرقہ وارانہ تعصب کی عینک کو اتار کر ایک طرف رکھ دیں۔ والسلام

مُرتّب:
سیّد حسن واسطی
ایڈیٹر ماہنامہ گلستانِ اسلام

فہرست عنوانات

تمہید (مسئلہ کی اہمیت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَالَ فِیْ کِتَابِہٖ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ. وَقَالَ وَبُعُوْلَتُہُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّھِنَّ فِیْ ذٰلِکَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ. وَقَالَ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ. وَقَالَ فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ قَالَ اَبْغَضُ الْمُبَاحَاتِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ. وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ الَّذِیْنَ اُمِرَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاِطَاعَتِہِمْ حَیْثُ قَالَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ. اَمَّا بَعْدُ:

جس طرح ہر مرد و زن پر ایمان و عقائد اور عبادات و معاملات اور پاکی پلیدی کا علم حاصل کرنا ضروری ہے' اسی طرح نکاح، طلاق، رضاعت، پردہ اور حلال و حرام کا علم حاصل کرنا بھی ہر مسلمان مرد و زن کے لیے نہایت اہم اور ضروری ہے۔ کیونکہ کسی قطعی حلال کو حرام اور قطعی حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے مَنِ اعْتَقَدَ الْحَرَامَ حَلَالًا اَوْ عَلَی الْقَلْبِ یَکْفُرُ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۳) کہ جو شخص حرام کے حلال ہونے کا یا حلال کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھے گا تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

نیز حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص حرام قطعی کو حلال اور حلال قطعی کو حرام کہتا ہے' یا جو شخص فرض کو فرض نہیں سمجھتا وہ کافر ہو جاتا ہے۔ (مالابد منہ ص ۱۴۶)

امیر المؤمنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر کثیر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نو مسلم لوگوں کو خصوصیت کے ساتھ فرائض کی اہمیت بیان کرتے ہوئے بڑے زوردار انداز میں فرمایا: تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ کہ فرائض کا علم حاصل کرو۔ اس مجلس وعظ میں صاحب النعلین والعصا والوسادہ والطہور مُحدّثِ اعظم امام المحدثین والفقہا، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ اور انھوں نے حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی زبانِ محفوظ سے یہ اہم حکم سنتے ہی اس میں دو اہم ترین چیزوں کا اضافہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَالطَّلَاقَ وَالْحَجَّ۔ یعنی جس طرح ایمانیات وعبادات اور فرائض کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و زن کے لیے ضروری ہے اسی طرح، بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر طلاق اور حج کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اور پھر ان دونوں جلیل القدر بزرگوں نے یک زبان ہو کر ارشاد فرمایا کہ بے شک طلاق اور حج کے مسائل کا سیکھنا دین کے اہم امور میں سے ہے۔ (دیکھیے مشکوٰۃ ص ۲۶۵)

اور اگر غور کیا جائے تو یہ بات آسانی کے ساتھ سمجھ آسکتی ہے کہ واقعی نکاح اور طلاق کے مسائل کا علم حاصل کرنا اتنا ہی ضروری اور اہم ہے جتنا کہ توحید و شرک اور سُنّت و بدعت کے مابین فرق کا علم حاصل کرنا اہم اور ضروری ہے۔ کیونکہ یہ حلال و حرام کا مسئلہ در اصل اسلام اور کفر کا مسئلہ ہے۔

اور طلاق کا معاملہ اتنا نازک ہے کہ جس طرح شرک و بدعت کا مرتکب اپنے عقائد و اعمال کے معاملے میں خود کو راہِ راست پر سمجھتا ہے بالکل اسی طرح حلّت و حُرمت کے اس مسئلے کا معاملہ بھی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی ایسا لفظ کسی کے مُنہ سے نکل گیا جس کے باعث اس پر کوئی حلال چیز حرام ہو جاتی ہے، لیکن اس کہنے والے کو اس بات کا علم نہ ہو تو وہ اس حرام کام کو حلال اور جائز سمجھتے ہوئے اس حرام کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور یہ کام صرف روز دو روز، مہینہ دو مہینہ یا سال دو سال کا نہیں، بلکہ ساری زندگی کا معاملہ ہے اور اس کا مرتکب لاعلمی کی وجہ سے زندگی بھر حرام کاری اور گناہِ کبیرہ میں مبتلا رہ کر آخرت خراب کرتا رہتا ہے۔

موجودہ دَور میں عام مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر مرد اپنی بیوی کو طلاق دے ڈالتا ہے۔ خطا کسی کی اور بلا کسی کے سر پہ۔ مثلاً: کسی شخص کا بازار میں لین دین پر کسی سے جھگڑا ہو جائے تو عورت کو طلاق دیدی، یا جُوا کھیلتے ہُوئے جھگڑا ہو گیا تو عورت کو طلاق دیدی۔ اسی طرح ہل چلاتے ہُوئے کسی کے ساتھ تلخ کلامی ہوئی یا کسی معاملے میں گواہی کے دَوران یقین دلانے کے لیے عورت کو طلاق دینے کا رواج شہرت پاگیا ہے۔

اسی طرح چھوٹے چھوٹے گھریلو جھگڑوں میں بھی عموماً لوگ اوّل تو صریح لفظوں میں اپنی بیویوں کو طلاق دیدیا کرتے ہیں، لیکن بعض محتاط مگر بے علم لوگ اس قسم کے الفاظ اپنے مُنھ سے ادا کر دیتے ہیں جس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور وہ لوگ اپنے زعم میں یہ سمجھتے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، اور وہ بدستور میاں بیوی کی طرح باہم تعلق قائم رکھتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہم شرعاً حرام کاری اور "زنا" جیسے گناہِ کبیرہ کے مُرتکب ہو رہے ہیں۔

بلکہ بعض جہلاء تو غصّے کی حالت میں ایک سے زیادہ، بلکہ تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں اکٹھی دیدیتے ہیں، اور بعض تو ایک لفظ میں ہی تین طلاقیں ایک ساتھ دے کر اپنے غصّے کی آگ بجھاتے ہیں، جو سراسر خلافِ شریعت اور گناہ ہے۔

اس میں تو کچھ شک نہیں کہ اگر میاں بیوی کا باہم نباہ ممکن نہ رہا ہو تو اس صُورت میں طلاق دینا مباح، بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہو جاتا ہے، لیکن شریعت نے طلاق دینے یا طلاق لینے کے لیے کچھ قیود و شرائط اور ضابطے مقرر فرمائے ہیں، جن کی خلاف ورزی سے اِنسان مجرم اور گناہِ کبیرہ کا مُرتکب ہوتا ہے اور اسے آخرت میں اس کی سزا ملے گی۔ البتہ اگر اس جُرمِ عظیم اور گناہِ کبیرہ سے توبہ کرلے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا یہ گناہ معاف فرمادے گا۔ لیکن جب اس شخص کو اس بات کا علم ہی نہ ہو کہ میں نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کردیا ہے تو اُسے توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے طلاق کے مسائل سیکھنے پر اس قدر زور دیا ہے۔ حالانکہ وہ اُن اہلِ علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا سُنہری دَور تھا جنھوں نے قرآن و سُنّت کا علم براہِ راست صاحبُ الوحی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اور ان علوم کو دُوسرے لوگوں تک پہنچانے میں کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نومسلموں کو اپنے بیٹوں کی طرح اپنے پاس رکھ کر ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا، اور گاہے گاہے ان کا امتحان بھی لیتے رہتے تھے، حتیٰ کہ جب ان میں تدریس کی صلاحیت پیدا ہوجاتی تو درس و تدریس کا یہ عظیم کام انہی موالی کے سپرد فرمادیتے، تاکہ توحید و سُنّت کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہے۔

چنانچہ سلفاً خلفاً کئی صدیوں تک تعلیم الوحیین کا یہ عظیم سلسلہ بدستور جاری رہا۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بعض علماء نے تبلیغ و اِشاعت کے معاملے میں تساہل اور کوتاہی کا اِرتکاب کیا اور دعوۃ اِلی الخیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو ترک کردیا تو غیر اقوام اپنی پوری جہالت کے ساتھ ہم پر مسلط ہوگئیں اور وہ وقت بھی آیا جب لوگوں نے ضروریاتِ دین کی تعلیم حاصل کرنے کو ایک عبث اور غیر ضروری کام سمجھنا شروع کردیا۔ اور اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہُوئے علماءِ سُوء نے اپنی چرب زبانی کے ذریعے عوام کو علماءِ حق سے متنفر کرنے کے لیے مُختلف حربے اِستعمال کیے اور مُختلف محاورے وضع کرکے لوگوں میں مشہور کردیے۔ مثلاً:

"مُلاں" کی دوڑ مسجد تک، "مُلاں" حلوہ خور، "دو مُلاؤں" میں مُرغی حرام، مولوی فساد کی جڑ ہے، بُنیاد پرست مُلاؤں کی بات مت سُنو، دقیانوسی مُلاں ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں، اور نہ جانے کیسے کیسے حربوں سے عوام کے دِلوں میں تنفّر پیدا کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں لوگوں نے دینی تعلیم کے حصول سے توجہ ہٹالی، یہاں تک کہ آج عام مسلمانوں کو عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت وغیرہ کی ان باتوں کا علم بھی نہیں ہے جن کا جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

موجودہ دَور کے مُسلمانوں نے اپنے پیشے، ذریعۂ معاش اور ضرورت کے مُطابق کچھ ایسے فقرے یاد کیے ہُوئے ہیں جن کے ذریعے ایک طرف تو وہ اپنے معاشی اور معاشرتی مقاصد کے حصول کی کوشش کرتے ہیں تو دُوسری طرف وہ خود کو متبعِ سُنّت کہلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً: ① ایک ڈاڑھی منڈے مچھندر تمباکو نوش اور بے نماز خوانچہ فروش کو دیکھا گیا ہے جو کھجوریں فروخت کر رہا تھا، اور گاہکوں کی رغبت کے لیے ایک تختی پر لکھا ہُوا تھا کہ: "کھجوریں کھانا سُنّتِ رسولؐ ہے"۔ گویا اس کے نزدیک سب سے بڑی عبادت اور اسلام کی علامت اور شعار صرف یہی ہے۔
② اسی طرح بازاروں اور گاڑیوں میں الکحل جیسی ناپاک اور حرام چیز سے تیار کی ہُوئی خوشبو اور عطریات بیچنے والے حضرات خوشبو لگانے کو سُنّتِ رسولؐ قرار دے کر اپنے زعم میں لوگوں کو سُنّتِ رسولؐ کی ترغیب دے کر بہت بڑی نیکی کرتے ہیں۔
③ اسی طرح سُرمہ فروش اپنا سُرمہ بیچنے کے لیے کہتا ہے کہ "سرمہ لگانا سنتِ رسولؐ ہے"۔
④ اِسی طرح اُون اور چمڑے کی مصنوعات بنانے والے بھیڑ بکریاں پالنے کی ترغیب دیتے ہُوئے کہتے ہیں، کہ: "بھیڑ بکریاں پالنا انبیاءِ کرامؑ کی سُنّت ہے"۔
⑤ اِسی طرح تجارت کے اِسلامی اصول وضوابط سے ناآشنا اور خواجہ سراؤں کی طرح ڈاڑھی مونچھ صفاچٹ کرنے اور یہود وہنود اور نصاریٰ کے خانہ زاد تجارتی اصولوں اور سُود کی بنیاد پر کاروبار کرنے والا بیوپاری کہتا ہے کہ "ہم انبیاءؑ کے ساتھ ہوں گے"۔
⑥ اور کاریگر و مزدور کہتے ہیں: "اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ" کہ کاریگر اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ اور ان لوگوں کو اس قسم کی "فضیلت" والی باتیں بتانے والوں نے جہاں ان کے مطلب کی یہ باتیں بتائی ہیں وہاں کان رسول اللہ ﷺ یحب الحلواء جیسی اپنے مطلب کی حدیث تو ضرور سُنائی ہو گی، لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان لوگوں نے لاعلم لوگوں کو حلال وحرام، توحید وشرک، سنت وبدعت اور نکاح طلاق جیسے اہم ترین مسائل سمجھانے میں کوتاہی سے کام لیتے ہُوئے یہ تو بتایا ہے کہ "تم حلال کھاؤ اور حرام سے بچو"۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا۔

اسی طرح توحید و شرک اور سُنت و بدعت کے مسائل کو اس طرح گول مول اور مبہم انداز میں ... گیا ہے کہ لوگ شرک و بدعت جیسے کبیرہ گناہوں میں بدستور مبتلا ہیں، اور اپنے زعم میں سمجھتے ہیں کہ ہم راسخ العقیدہ موحّد اور پختہ متبعِ سُنت ہیں اور بالکل اِسی طرح نکاح اور طلاق کے مسائل بیان کرنے میں بھی تساہل سے کام لیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کے مسلمان اپنے بچوں کا نکاح کرتے وقت اس طرح کی بے شمار خرافات اور لغویات کا اِرتکاب کر گزرتے ہیں جو غیر مسلم اقوام کا شعار ہیں اور اِسلام میں ان کا نہ تصوّر ہے نہ گنجائش۔ لیکن اس کے باوجود وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے نکاح کرکے شریعت کے ایک حکم کی تعمیل کرلی ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت پر عمل کرکے ایک بہت بڑا نیکی کا کام کیا ہے۔ حالانکہ نکاح کے موقع پر غیر مسلم اقوام کی نقالی کرتے ہُوئے حرام اور غیر شرعی کاموں کی اس قدر آلائشیں شامل کردی جاتی ہیں کہ یہ مسنون کام ان آلائشوں میں دب کر ہندوؤں، سکھوں کے نکاح کی طرح ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ پاک صاف دُودھ سے بھرے ہُوئے مٹکے میں ایک قطرہ پیشاب پڑجانے سے سارا دودھ ناپاک، حرام اور ناقابلِ استعمال ہوجاتا ہے۔

یاد رہے کہ آج کل نکاح جیسے اہم دینی کام میں اس قدر غیر اسلامی رسوم اور کبیرہ گناہوں کو جمع کردیا جاتا ہے کہ رسمی مسلمانوں اور غیر مسلم ہندو وغیرہ قوموں کے نکاح میں کچھ نمایاں فرق دکھائی نہیں دیتا۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو یہ تمام کلمہ گو ہندوؤں کی صف میں کھڑے نظر آئیں گے۔

اسی طرح طلاق کے مسائل بھی عوام کو نہیں بتائے گئے۔ عام مسلمان صرف یہ جانتا ہے کہ اگر میاں بیوی میں نباہ ممکن نہ رہے تو طلاق سے یہ تعلق ختم ہوجاتا ہے لیکن طلاق دینے کے لیے اسلام نے جو شرائط، قیود اور ضابطے مقرر فرمائے ہیں اُن کا جاننا ہر مسلمان مرد و زن کے لیے نہایت ضروری ہے۔

اباحتِ طلاق

"مباح" اُس حلال کام کو کہتے ہیں جس کا کرنا فرض، واجب، اور سُنّت یا مستحب تو نہ ہو، البتہ اشد ضرورت کے وقت اس کی ممانعت بھی نہ ہو، لیکن اہلِ تقویٰ نے ہمیشہ غیر ضروری مباحات کے اِستعمال سے پرہیز کیا ہے، اِس لیے شدید ترین ضرورت کے بغیر مباح چیزوں سے پرہیز ہی بہتر ہے، اور ان مباح چیزوں میں سب سے زیادہ قابلِ اِجتناب چیز طلاق ہے، کیونکہ شدید ضرورت کے وقت بھی طلاق دینا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، جیسا کہ:

- سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ. (سنن ابی داؤد ص ۳۰۳)
- حضرت محارب بن دثار رحمہ اللہ تعالیٰ سے مرسلاً مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَبْغَضُ الْمُبَاحَاتِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ (مراسیل ابی داؤد ص—) یعنی اللہ تعالیٰ کے دربار میں حلال اور مباح چیزوں میں سب سے بغض والی، اور قابلِ نفرت چیز طلاق ہے۔
- نیز حضرت محارب بن دثار رحمہ اللہ تعالیٰ سے مرسلاً یہ بھی مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ شَیْئًا اَبْغَضَ اِلَیْہِ مِنَ الطَّلَاقِ (سنن ابی داؤد ص ۳۰۳) کہ طلاق سے زیادہ کوئی مبغوض اور قابلِ نفرت چیز اللہ تعالیٰ نے حلال نہیں فرمائی۔
- ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اشد ضرورت کے تحت جبکہ میاں بیوی میں نباہ ممکن نہ رہا ہو تو اس صورت میں شرعاً طلاق دینے کی اجازت تو ہے لیکن اس کے باوجود طلاق دینا نہایت قابلِ نفرت کام ہے۔ اس لیے ہر شخص کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے اور اِختلافات کی صورت میں اپنے جذبات، غصے اور زبان کو قابو میں رکھنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حلال اور مباح چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض اور قابلِ نفرت چیز طلاق ہے۔

طلاق کے نقصانات

- طلاق کی وجہ سے وہ نکاح منقطع ہوجاتا ہے جس کے ساتھ کئی دینی اور دُنیاوی مصالح وابستہ ہیں۔ مثلاً: ○ دینی مصلحتوں میں سے ایک مصلحت تو یہ ہے کہ نکاح کے ذریعے اِنسان ماتحت الازارستر کے زنا سے محفوظ و مامون رہ سکتا ہے' جو بالاتفاق تمام ادیان میں حرام ہے۔ اور دُوسری مصلحت یہ ہے کہ نکاح کرنے سے دو خاندان آپس میں جُڑ جاتے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہیں اور اِتحاد پیدا کرنے والے بہت سے کاموں میں سے ایک نکاح بھی ہے۔
- اور دُنیوی مصالح یہ ہیں کہ نکاح کے بعد مرد پر عورت کو روٹی کپڑا اور مکان وغیرہ دینا واجب ہوجاتا ہے۔ نیز نکاح سے اولاد حاصل کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ لیکن طلاق کی صُورت میں یہ تمام مصالح فوت ہوجاتے ہیں۔
- یاد رہے کہ جس چیز سے اہم دینی اور دُنیاوی مصالح فوت ہوجاتے ہوں تو اس چیز کو شریعت میں سرے سے ناجائز ہونا چاہیے تھا۔ جیسا کہ:
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں طلاق دینا مطلقاً حرام تھا۔ جبکہ
- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں طلاق کی عام اجازت تھی۔ اور
- حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں یہ حکم بَین بَین ہے۔ کیونکہ بسا اوقات میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی حد سے اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اتفاق کی کوئی صُورت باقی نہیں رہتی۔ اور اس بات کا اندیشہ شدید ہوجاتا ہے کہ ان حالات میں میاں بیوی کے اُن حقوق کو ادا کرنے میں قصور و فتور واقع ہوگا جو ایک دُوسرے پر واجب اور ضروری ہیں' تو ایسی نازک صُورت میں اِسلامی شریعت نے طلاق کو مُباح تو قرار دیا ہے، لیکن اس کے باوجود ایک تو اسے "ابغض المباحات" فرماکر اِشارۃً طلاق دینے سے منع فرمایا گیا ہے تو دُوسرے موقع پر صراحۃً بھی نہی فرمادی۔ چنانچہ:

طلاق کی ممانعت

- بدائع صنائع ج ۳ ص ۹۵ میں ہے: نَهٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَنِ الطَّلَاقِ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے سے منع فرمایا ہے۔ نیز:
- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: تَزَوَّجُوْا وَلَا تُطَلِّقُوْا۔ کہ تم لوگ نکاح تو کیا کرو۔ لیکن طلاق نہ دیا کرو۔ (بدائع صنائع ج ۳ ص ۹۵) نیز:
- طلاق جیسی قابلِ نفرت چیز سے ممانعت کی وجہ بیان فرماتے ہوئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ معصوم سے ارشاد فرمایا: فَاِنَّ الطَّلَاقَ يَهْتَزُّ لَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ (بدائع صنائع ج ۳ ص ۹۵) کہ طلاق دینے سے اللہ تعالیٰ کا عرشِ عظیم کانپ جاتا ہے۔
- اسی لیے ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ اصل میں طلاق سے ممانعت آئی ہے۔ اور طلاق کی اباحت صرف ضرورتِ شدیدہ کی وجہ سے مقرر کی گئی ہے کیونکہ **قاعدہ** ہے: اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْذُوْرَاتِ کہ سخت ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں۔ لہٰذا اگر شدید ضرورت ہو تو ایک طلاق ہی دینی چاہیے کیونکہ **قاعدہ** ہے: اَلضَّرُوْرَةُ يَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَةِ کہ ضرورت کی چیز ضرورت کے مطابق استعمال کرنی چاہیے۔ مثلاً:
- کوئی شخص بھوک سے بے حال ہو رہا ہو، کچھ کھائے بغیر بھوک کی شدت سے جان نکلنے کا شدید خطرہ ہو، اور حرام کے علاوہ کوئی حلال چیز کھانے کے لیے مہیا ہونا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں بقدرِ ضرورت تو حرام چیز کھانا مباح ہے لیکن اس سے زیادہ اگر ایک لقمہ بھی کھائے گا تو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔
- اور یہ طلاق کا معاملہ بھی بالکل اسی طرح ہے کہ اگر میاں بیوی میں نباہ کی کوئی صورت نہ رہے اور "اَبْغَضُ المباحات" کا استعمال ضروری ہو گیا ہو تو صرف ایک طلاق پر ہی اکتفا کرنا چاہیے، کیونکہ ایک طلاق سے ضرورت رفع ہو جاتی ہے۔ اور اگر دو یا تین طلاقیں دے گا تو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔

طلاق دینے کا طریقہ

ہزار کوشش کے باوجود اگر میاں بیوی میں نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور خاوند اپنی بیوی کو طلاق دینا بہت ہی ضروری سمجھتا ہو تو اسے چاہیے کہ علماء سے طلاق دینے کا صحیح شرعی طریقہ معلوم کر کے ہی کوئی قدم اٹھائے، کیونکہ عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ لوگ شرعی قیود و شرائط کا لحاظ کیے بغیر طلاق دے کر خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتے ہیں، اور اپنا گھر برباد کر کے بعد میں علما کے سامنے اپنی خانہ بربادی کا رونا رو کر دوبارہ گھر آباد کرنے کے حیلے دریافت کرتے پھرتے ہیں۔

- آج کل عموماً طلاق دیتے وقت لاعلمی کی وجہ سے ایک ہی مجلس میں ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی جاتی ہیں، جس کے بعد خانہ آبادی کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ (۲: ۲۳۰) لیکن اپنا اُجڑا ہُوا گھر دوبارہ آباد کرنے کی غرض سے مروجہ حلالہ کی کوشش کرنا حرام اور لعنتیوں کا کام ہے۔
- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ. کہ حلالہ کرنے اور حلالہ کروانے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، کیونکہ یہ ایک ناجائز حیلہ، ہیرا پھیری اور احکام شریعت سے بغاوت ہے۔
- لیکن بعض لوگ اس سے بھی بڑی ہیرا پھیری اور حیلہ یہ کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں دی ہُوئی تین طلاقیں ایک تصور کر کے رجوع یا تجدید نکاح کو جائز سمجھتے ہیں، جو سراسر زنا ہے اور یہ معاملہ زندگی بھر رہتا ہے۔ اس لیے تین طلاقوں کو ایک طلاق تصور کرنا حلالہ جیسے ملعون کام سے کہیں بڑھ کر کبیرہ گناہ ہے۔
- لہٰذا ہر مسلمان مرد و زن کو دیگر ضروری مسائل اور احکام شریعت کے ساتھ ساتھ طلاق جیسے اہم ترین مسئلہ کا علم سیکھنا بھی نہایت ضروری ہے، تاکہ چند روزہ دُنیوی زندگی بھی سکون سے گزرے اور آخرت میں بھی ابدی راحت نصیب ہو۔ چنانچہ:

طلاقِ اُحسن

○ جب طلاق دینا ناگزیر ہو جائے تو اِسلام میں اس کا "احسن" طریقہ یہی ہے کہ اپنی مدخول بہا بیوی کو صرف ایک طلاق دینے پر ہی اکتفا کیا جائے بشرطیکہ: ① وہ عورت حیض یا نفاس کی حالت میں نہ ہو۔ نیز: ② جس طہر میں طلاق دینا چاہتا ہے اس طہر میں اس عورت کے ساتھ ہمبستری بھی نہ کی ہو۔

طلاق کی عِدّت

○ اور پھر طلاق دینے والے کو چاہیے کہ طلاق دینے کے بعد وہ اس عورت سے شرعی پردہ کرے۔ اور اس عورت کو اپنے گھر سے بھی نہ نکالے۔ اور اس عورت کو خرچہ بھی دیتا رہے۔ اور وہ عورت خود بھی اس گھر سے نہ نکلے، حتیٰ کہ: ① جس عورت کو حیض آتا ہو اُس کے تین حیض مکمل گزر جائیں۔ اور ② جو عورت حاملہ ہو اس کا بچہ یا بچی پیدا ہو جائے۔ اور ③ جو عورت بوڑھی ہو، اور اُسے حیض آنا بند ہو گیا ہو تو طلاق کے وقت سے تین مہینے گزر جائیں۔

○ اس مدت میں عورت کا طلاق دینے والے اپنے سابق شوہر کے گھر میں پردہ کے ساتھ رہنا عدّت کہلاتی ہے۔ اور دَورانِ عدّت عورت کو اس گھر سے نکلنا، یا عورت کو اس گھر سے نکالنا، دونوں گناہ کے کام ہیں۔

طلاق سے رُجوع

○ عدّت کے دَوران اگر مرد اپنے کیے پر پشیمان ہو اور چاہے کہ میں پھر دوبارہ احسن طریقے سے حقوق کی رعایت کرتے ہُوئے اس عورت کو بساؤں، تو شرعًا اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ تجدیدِ نکاح کے بغیر رجوع کر کے اس عورت کو بسالے اور یہ دونوں مرد اور عورت میاں بیوی بن کر رہیں۔

○ اور اگر عِدّت کے دَوران صلح اور جوڑ کی کوئی صُورت نہ بن سکے تو پھر عِدّت گزرنے کے بعد عورت آزاد ہے اور دُوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

○ اور اگر عِدّت گزرنے کے بعد پھر جب کبھی ان کے دل میں خیال آئے کہ

ہم پھر نئے سرے سے گھر بسائیں، تو پھر بھی شریعت میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ وہ تجدیدِ نکاح کے بعد اپنا اجڑا ہُوا گھر ایک بار پھر آباد کرلیں۔

- اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر ایک بہت بڑا احسان ہے، جس نے یہ قوانین محض اس لیے بنائے ہیں کہ حتی الامکان اتفاق اور جوڑ قائم رہ سکے۔
- اور ایسے طریقۂ طلاق کو "احسن" کہتے ہیں، جو تمام ائمۂ مسلمین کے یہاں متفق علیہ اور مستحسن طریقہ ہے۔

تنبیہ

لیکن ایک بار طلاق دینے کے بعد رجوع یا تجدیدِ نکاح کی اس اجازت اور سہولت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہُوئے بار بار طلاق دے کر رجوع کرلینا بھی ناجائز ہے۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ:

- سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لِمَ يَقُوْلُ اَحَدُكُمْ لِامْرَأَتِهٖ قَدْ طَلَّقْتُكِ قَدْ رَاجَعْتُكِ. کہ تم میں سے کوئی آدمی اپنی بیوی کو یہ کیوں کہتا ہے کہ میں نے تجھے طلاق دی اور میں نے تجھ سے رجوع کیا۔ اور پھر فرمایا: لَيْسَ هٰذَا بِطَلَاقِ الْمُسْلِمِيْنَ. کہ مسلمانوں کے طلاق دینے کا طریقہ یہ نہیں ہے۔
- اس کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کا شرعی طریقہ بتلاتے ہُوئے ارشاد فرمایا: طَلِّقُوا الْمَرْأَةَ فِيْ قُبُلِ طُهْرِهَا کہ اگر خواہ مخواہ طلاق دینا چاہتے ہو تو ابتداءِ طہر میں ایک طلاق دو اور بس۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۲۳۔ و مصنف ابن ابی شیبہ و مستدرک حاکم و ابن ماجہ)
- معلوم ہُوا کہ اگر کسی نے خواہ مخواہ طلاق دینے کی ٹھان ہی لی ہے تو حیض کے بعد طہر کے شروع میں ہمبستری کیے بغیر صرف ایک طلاق دے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس قانون کی خلاف ورزی کرے گا تب بھی طلاق واقع ہوجائے گی، اور اسے اس قانون کی خلاف ورزی کے گناہ کی سزا بھی ملے گی۔

○ یہ تو تھا اس شخص کی طلاق کے بارے میں شرعی حکم، جو اپنی مدخول بہا بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے یا وہ مدخول بہا تو نہ ہو لیکن اس کے ساتھ اس کی خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہو۔ کیونکہ خلوتِ صحیحہ جماع کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے، جبکہ "خلوتِ صحیحہ" تنہائی میں میاں بیوی کی ایسی ملاقات کو کہتے ہیں جہاں جماع سے حسّی طبعی اور شرعی مانع کوئی نہ ہو۔

○ اور جس "طلاقِ احسن" کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے، اسے "طلاق رجعی" بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس طلاق کے بعد عدّت کے اندر اندر رجوع کی اجازت ہوتی ہے۔

○ اور اگر طلاق دینے والے نے اپنی منکوحہ کے ساتھ خلوتِ صحیحہ نہ کی ہو تو ایک "طلاق بائن" واقع ہو جائے گی، جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اس کی عدّت بھی نہیں ہوتی۔ اس لیے غیر مدخول بہا مطلقہ کو طلاق ملتے ہی کسی دُوسرے شخص سے فوراً نکاح کر لینے کی بھی شرعاً اجازت ہے۔ اور اگر وہ اپنے طلاق دینے والے سابق شوہر سے ہی نکاح کرنا چاہے تو عدّت کے بغیر جب چاہے نکاح ہو سکتا ہے، لیکن یہ شوہر صرف دو طلاقوں کا مالک رہ جائیگا۔

طلاقِ حسن

اور "طلاقِ حسن" ایسی طلاق کو کہتے ہیں کہ شوہر اپنی مدخول بہا بیوی کو ایسے الگ الگ تین طھروں میں ایک ایک طلاق دے کہ جن میں اس نے جماع نہ کیا ہو۔ اور اس کی کئی صُورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً:

❶ مرد نے ایک طھر میں ایک طلاق دی، اور عورت عدّت بیٹھ گئی۔ ○ اور دُوسرے طھر میں دوسری اور ○ تیسرے طھر میں تیسری طلاق دیدی تو تیسرا حیض ختم ہوتے ہی اس کی عدّت پُوری ہو گئی۔ اور اب وہ عورت آزاد ہے کہ طلاق دینے والے اس سابق شوہر کے علاوہ اور کسی سے نکاح کر سکتی ہے۔

❷ مرد نے ایک طھر میں ایک طلاق دی۔ اور ○ دوسرے اور تیسرے طھر میں کوئی طلاق نہیں دی۔ پھر ○ تیسرا حیض ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیا۔ اور

○ چوتھے طہر میں پھر دُوسری طلاق جڑ دی' تو پہلی عدّت کا لحاظ نہیں ہوگا' اور . سرے سے عدّت گزارنی ہوگی۔ ○ اور اب بھی اگر وہ مرد پہلے کی طرح دوسرے اور تیسرے طہر میں طلاق نہیں دیتا اور تیسرا حیض ختم ہونے سے پہلے پہلے رجوع کرلیتا ہے' تو اب بھی اگر وہ شخص حسبِ سابق چوتھے طہر میں تیسری طلاق دے دیتا ہے تو عورت پھر نئے سرے سے عدّت بیٹھے گی۔ اور اپنے تین حیض پُورے کرنے کے بعد آزاد ہوجائے گی۔

❸ اور اگر مرد نے ایک طہر میں ایک طلاق دی اور عدّت ختم ہونے سے پہلے پہلے جب بھی رجوع کرلیا تو یہ طلاق احسن ہُوئی۔ ○ لیکن پھر مدّت دراز کے بعد اگر پھر کسی طہر میں ایک اور طلاق دیدی تو یہ طلاق حسن ہوگی اور عورت عدّت بیٹھ جائے گی۔ اور عدّت ختم ہونے سے پہلے پہلے رجوع کرکے یہ مرد عورت ایک بار پھر اپنا گھر آباد کرسکتے ہیں۔ ○ اور اگر اس کے بعد پھر کبھی تیسری طلاق دیدے گا تو اب اسے رجوع کا کوئی حق نہیں ہوگا اور وہ عورت اپنی عدّت تین حیض پُورے کرکے آزاد ہوجائے گی۔ اور ان دونوں مرد عورت کا باہم نکاح نہیں ہوسکتا۔ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

❹ اسی طرح طلاق حسن کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مطلقہ عورت حاملہ یا بانجھ ہو' اور اسے تین ماہ میں الگ الگ تین طلاقیں دے دی جائیں' تو اس کی عدّت "حاملہ" کے لیے وضع حمل' اور "بانجھ" کے لیے تین ماہ ہوگی۔

○ لیکن حضرت امام مالک رحمہُ اللہ تعالیٰ طلاقِ حسن کی تمام صورتوں کو بدعت کہتے ہیں، جبکہ حضرت امام اعظم ابُوحنیفہ رحمہُ اللہ تعالیٰ اسے مباح سمجھتے ہیں۔

طلاق بدعی

طلاق کی ایک قسم "طلاق بدعی" ہے، جس کا بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن جو شخص دانستہ اپنی خوشی کے ساتھ یا غُصّے کی حالت میں بدعی طلاق دے بیٹھے تو وہ طلاق واقع ہوجائے گی۔ اور اس طلاق بدعی کی کئی صُورتیں ہیں۔ مثلاً:

طلاق بدعی کی صورتیں

❶ حیض کی حالت میں ایک یا ایک سے زیادہ دو یا تین طلاقیں اکٹھی دیدینا۔

❷ ایسے طہر میں ایک یا زیادہ طلاقیں دینا جس میں مطلقہ سے ہمبستری کرچکا ہو۔

❸ ایسے طہر میں دو طلاقیں اکٹھی دینا کہ جس میں مطلقہ سے ہمبستری نہ کی ہو۔ مثلاً:
① یوں کہے کہ: "تجھے دو طلاقیں ہیں"۔ ② یا کہے کہ: "تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے"

❹ ایسے طہر میں تین طلاقیں اکٹھی دینا کہ جس میں مطلقہ سے ہمبستری نہ کی ہو۔ مثلاً:
① یوں کہے کہ: "تجھے تین طلاقیں"۔ ② یا کہے کہ: "میں نے تجھے تین طلاقیں دیں"
③ یا کہے کہ: "تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے"۔ ④ یا کہے کہ: "میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی"
⑤ یا کہے کہ: "تجھے طلاق طلاق طلاق"۔ (تیسری چوتھی قسم میں شرط یہ ہے کہ نیت تاکید کی نہ ہو)

○ طلاق بدعی کی مذکورِ بالا تمام صورتیں منکر یعنی خلافِ شریعت بُرا کام ہے۔ ایسی طلاق دینے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مجرم ہے اور یہ غیر دانشمندانہ اور احمقانہ کام کرکے اُس نے خود ہی اپنا خانہ خراب کیا اور صلح کا دروازہ بند کیا اور یہ ظالمانہ و احمقانہ اور بزدلانہ کام وہی شخص کرسکتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہو۔ اور پھر کہتا ہے کہ مجھ سے یہ غلطی غصے کی حالت میں ہوئی۔

○ کیا طلاق بھی غصہ اُتارنے کی کوئی چیز ہے۔ اگر غصہ اُتارنا ہی تھا تو اس جوش میں ہوش سے کام لینا چاہیے تھا۔ اگر طلاق دینی ہی ضروری تھی تو شرعی طریقہ کے مُطابق طہر کی حالت میں صرف ایک طلاق دیتا۔ تاکہ غصہ اتر جانے کے بعد کوئی صُورت صلح کی پیدا ہوتی تو معاملہ زیادہ نہ بگڑتا، دشمنی نہ ہوتی، خاندان نہ بگڑے رہتے اور اولاد بھی ذلیل و رسوا نہ ہوتی۔ اور نابالغ اولاد بھی باپ کی سرپرستی سے محروم نہ ہوتی اور اولاد کے سمجھدار ہونے تک خرچہ دیکر اولاد کو اس کی ماں کے پاس نہ چھوڑنا پڑتا، اور نہ ہی ماں اپنے بچوں کے ذہن میں باپ سے نفرت کے جذبات پیدا کرتی۔ ع: نہ کھلتے رازِ سربستہ نہ یُوں رُسوائیاں ہوتیں

تین طلاقوں کے بعد رُجوع کرنے کی صُورت

جب کوئی شخص بطریقِ حسن یا بدعی طریقے سے اپنی منکوحہ کو تین طلاقیں دیکر فارغ کر دیتا ہے تو پھر وہ عورت زندگی بھر دوبارہ اس مرد کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۔ اور اس کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ:

○ عدّتِ طلاق ختم ہونے کے بعد اس مطلقہ عورت کے ساتھ محض اپنا گھر آباد کرنے کی غرض سے، خود اپنی خوشی اور رضا و رغبت کے ساتھ کوئی دُوسرا مرد اس لیے نکاح کرے کہ زندگی بھر میں اس عورت کے ساتھ نباہ کروں گا۔ اور پھر وہ نیک اولاد کے حصول کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کریں۔ اور پھر اس خاوند سے اس عورت کے یہاں اولاد ہو یا نہ ہو، اتفاقاً یہ مرد فوت ہو جائے، یا اس خاوند کے ساتھ بھی اس عورت کا نباہ نہ ہو سکے اور مجبوراً یہ خاوند بھی اسے طلاق دینے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہُوئے اسے طلاق دیدے، تو پھر عدّت گزارنے کے بعد اگر وہ عورت تین طلاقیں دینے والے اپنے پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کر کے اور اپنی سابقہ غلطیوں کی اِصلاح کر کے بسنا چاہتی ہے اور اس کا وہ پہلا خاوند بھی دستورِ شرع کے مُطابق اس عورت کو دوبارہ اپنے یہاں بسانے پر آمادہ ہو جائے تو صرف اس صُورت میں ان کا باہم دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں۔ جیسا کہ:

○ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۚ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ (۲: ۲۳۰) یعنی دو طلاقوں کے بعد تو خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہے، کہ عدّت کے اندر اندر نکاح کے بغیر اور عدّت گزرنے کے بعد نکاح کے ساتھ رجوع کر کے اس عورت کو اپنے گھر آباد کیا جا سکتا ہے۔ لیکن پھر اگر اس عورت کو تیسری طلاق بھی دیدی تو اب وہ عورت طلاق دینے والے اس شوہر کے لیے حلال نہیں ہو سکتی؛

تاوقتیکہ وہ عورت عدّت گزارنے کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرکے دُوسرے خاوند سے وطی نہ کرالے۔* اس کے بعد دُوسرے خاوند نے بھی اگر اس عورت کو طلاق دیدی (یا وہ مرگیا) تو اب پھر عدّت گزارنے کے بعد وہ عورت اس کا سابق شوہر باہم نکاح کرکے رجوع کرلیں تو انھیں اس بات کا کچھ گناہ نہیں۔ بشرطیکہ ان دونوں کو اس بات کی توقع ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود پر قائم رہ سکیں گے۔

○ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مُبارکہ میں تین طلاقیں دے چُکنے کے بعد طلاق دینے والے مرد اور مطلقہ عورت کے باہم رجوع کرنے اور ایک دُوسرے کے لیے حلال ہونے کی صُورت بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ. (۲: ۲۳۰) یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، جن سے تجاوز کرنا اور توڑنا حرام ہے، اور ان حدود کو خود اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے فائدے کے لیے خوب کھول کھول کر بیان کرتا ہے جو خانہ داری کی مصلحتوں کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

حلالہ کا حیلہ

بعض لوگوں نے تین طلاقیں دینے والے مرد کی خاطر مطلقہ عورت کو حلال کرنے کے لیے قرآن مجید کی اِسی آیتِ مُبارکہ میں تلبیس سے کام لیتے ہُوئے یہ حیلہ کیا کہ: "کوئی دُوسرا شخص اس مطلقہ کے ساتھ اس غرض سے نکاح کرے کہ میں اس سے وطی کرکے پہلے خاوند کی خاطر طلاق دے دوں گا، تاکہ اس بے چارے کا اُجڑا ہُوا گھر دوبارہ بس جائے اور اس کے بال بچے خراب نہ ہوں"

○ تو اس مقصد کے لیے عارضی نکاح کرنا، جیسا کہ آج کل "حلالہ" کے نام سے اس غیرت کُش اور قبیح فعل کا رواج ہورہا ہے، تو یہ "فعلِ بد" حرام، گناہِ کبیرہ اور شریعتِ مطہرہ کے ساتھ تمسخر ہے۔ اور یہ لعنتیوں کا کام زنا اور متعہ کے حکم میں ہے۔ اور اس میں مُلوّث تمام لوگ ملعون و مبغوض ہیں۔

حلالہ کا مطلب

○ اُردو زبان میں مطلقہ عورت کے "عارضی نکاح" کو "حلالہ" کہتے ہیں، تاکہ وہ عورت دُوسرے شخص سے نکاح کرنے کے بعد اپنے پہلے خاوند سے پھر دوبارہ نکاح کر سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں اس قسم کے "عارضی نکاح" کو کہیں بھی جائز نہیں فرمایا۔

○ بلکہ جس فعلِ قبیح کو "حلالہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسی کے بارے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معصوم زبانِ مبارک سے فرمایا ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ

کہ "محلّل" یعنی حلت کو ثابت کرنے والا عارضی شوہر اور "محلّل لہٗ" یعنی پہلا شوہر کہ جس کی خاطر حلت ثابت کی جائے دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔

○ اور یہ عبرت ناک حدیثِ رسولؐ درج ذیل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

① امیر المومنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۴ باب التحلیل و ترمذی ج ۱ ص ۱۴۴ و ابن ماجہ باب المحلل والمحلل لہٗ ص ۱۴۰، و السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۰۸)

② امام المحدثین والفقہا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ترمذی ج ۱ ص ۱۴۵، باب ماجاء فی المحلل والمحلل لہٗ ونسائی ج ۲ ص ۱۰۱، باب احلال المطلقۃ ثلثاً، والسنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۰۸ ومسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۱)

③ رأس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (ابن ماجہ ص ۱۴۰)

④ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۰۸ باب ماجاء فی نکاح المحلل)

⑤ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (ترمذی ج ۱ ص ۱۴۵ باب ماجاء فی المحلل والمحلل لہٗ)

⑥ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ (ابن ماجہ ص ۱۴۰ و دارقطنی ص ۳۹۵)

⑦ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۹۹)

○

حلالہ زنا ہے

حلالہ کرنے والے بے غیرت شخص کو "محلّل" کہا جاتا ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے جو تین طلاقیں دی ہوئی عورت کے ساتھ اس شرط پر عارضی نکاح کرے کہ اس سے ہمبستری کر کے طلاق دیدوں گا تاکہ وہ عورت پہلے خاوند پر حلال ہو جائے۔
اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس فعل کو زنا سمجھا جاتا تھا چنانچہ:

○ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "صرف وہی نکاح معتبر ہے جو رغبت سے کیا جائے، کیونکہ "حلالہ" کی غرض سے کیے جانے والے عارضی نکاح کو ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زنا سمجھتے تھے۔" (مستدرک حاکم ص ۱۹۹ ج ۲)

حلالہ کرنے والا کرائے کا سانڈ ہے

حلالہ کرنے اور کرانے والے اگر اس فعل قبیح کو جائز سمجھیں تو یہ کافر ہیں کیونکہ لعنت کا مستحق صرف کافر ہوتا ہے، مسلمان پر لعنت کرنا شرعاً منع ہے۔ البتہ کافر کو کفر کے باعث انسانیت سے خارج نہیں کہا جا سکتا لیکن یہ "حلالہ" تو اس قدر بُری چیز ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے اور کرانے والے پر صرف لعنت ہی نہیں فرمائی بلکہ اس سے بڑھ کر حلالہ کرنے والے کو اَلتَّیْسُ الْمُسْتَعَار یعنی کرائے کے سانڈھ سے تشبیہ دے کر یہ بھی بتلا دیا کہ یہ ملعون تو گویا انسانیت سے بھی خارج ہو چکا ہے چنانچہ:

○ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِالتَّیْسِ الْمُسْتَعَارِ؟ کہ کیا میں تمہیں "کرائے کا سانڈھ" نہ بتاؤں کہ وہ کون ہوتا ہے؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ: یا رسول اللہ! ضرور ارشاد فرمائیے۔ تو اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هُوَ الْمُحَلِّلُ کہ وہ کسی کی خاطر "عارضی نکاح" کرنے والا ہے۔ اور پھر فرمایا: لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ کہ حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ (دُرِّ منثور ج ۱ ص ۲۸۰)

حلالہ کرنے والوں میں جُدائی ضروری ہے

اگر کوئی شخص جہالت اور لاعلمی کے باعث حلالہ جیسے ملعون و منحوس کام میں ملوّث ہوجائے تو اسے فوراً اس عورت سے الگ کردینا ضروری ہے کیونکہ اوّل تو یہ ایسا کبیرہ گناہ ہے کہ جس کو جائز سمجھنا کفر ہے۔ دُوسرے یہ کہ اس طرح چند روز کے لیے عارضی نکاح کرلینے سے وہ عورت تین طلاقیں دینے والے اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال بھی نہیں ہوتی جیساکہ:

○ امیرالمؤمنین سیّدنا امام عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے ایک عورت سے چند روز کے لیے محض اس غرض سے عارضی نکاح کر رکھا تھا کہ اس طرح کرنے سے شاید وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہوجائے، اور وہ عورت عارضی نکاح کرنے والے اس دُوسرے مرد سے طلاق لینے کے بعد اپنے پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرسکے گی۔ تو حضرت امیرالمؤمنین رضی اللہ عنہ نے اس غرض سے عارضی نکاح کرنے والے ان دونوں مرد اور عورت کے درمیان تفریق فرمادی۔ اور فرمایا کہ اس طرح عارضی نکاح کرنے سے وہ عورت تین طلاقیں دینے والے اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہُوا کرتی۔

حلالہ کرنے اور کرانے والے رجم کے مستحق ہیں

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حلالہ کرنے اور کرانے والے سب ہی زناکار پاپی ہیں اور شریعت مطہرہ میں زنا کی سزا رجم ہے۔ اگر کوئی شخص جان بُوجھ کر اس قبیح فعل کا مُرتکب ہوگا تو وہ یقیناً رجم جیسی عبرت ناک سزا کا مستحق ہوگا جیساکہ:

○ امیرالمؤمنین سیّدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے تنبیہ کرتے ہُوئے ارشاد فرمایا

لَا اُوْتٰی بِمُحَلِّلٍ وَّلَا مُحَلَّلٍ لَّہٗ اِلَّا رَجَمْتُهُمَا۔ کہ خبردار! میرے سامنے کوئی حلالہ کرنے والا شخص نہ لایا جائے اور نہ ہی وہ شخص لایا جائے جس کی خاطر حلالہ کیا جائے۔ ورنہ میں ان دونوں کو رجم کردوں گا۔ (مصنف عبدالرزاق)

حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ کی حکمت

تمام احکام الٰہی میں انسان کی بھلائی اور دُنیوی و اخروی فائدہ کے لیے بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں موجود ہیں، اور کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں۔ اور ان مصالح کا علم انسان کو ہونا ضروری نہیں البتہ ان پر عمل کرنا ضروری ہے

- اہلِ تحقیق علماء کرام نے حکمِ الٰہی کے مُطابق تدبر اور تفقہ سے کام لیتے ہُوئے احکام الٰہی کی کچھ مصلحتیں بیان فرمائی ہیں۔ اور اسی سلسلے میں علماء کرام نے حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ (۲: ۲۳۰) کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:
- دراصل اللہ تعالیٰ کا یہ حکم کہ دُوسرے خاوند سے ہمبستری کرنے کے بعد تین طلاقیں دینے والے پہلے خاوند کے لیے حلال ہوجاتی ہے، تو یہ حکم اس پہلے شوہر کے لیے سزا کے طور پر دیا گیا ہے جس نے شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی کرتے ہُوئے شیطان کی اتباع میں تیسری طلاق دی۔ چنانچہ:
- حضرت قاضی ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی شافعیؒ نے تفسیر انوار التنزیل المعروف بہ تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۲۴۲ میں تحریر فرمایا ہے
وَالْحِکْمَۃُ فِی ھٰذَا الْحُکْمِ الرَّدْعُ عَنِ التَّسَرُّعِ اِلَی الطَّلَاقِ وَالْعَوْدِ اِلَی الْمُطَلَّقَۃِ ثَلٰثًا
- اسی طرح حضرت ابو الفضل خطیب کازرونیؒ نے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے
وَالْحِکْمَۃُ فِی الرَّدْعِ الْمَنْعُ عَنِ الطَّلَاقِ ثَلٰثًا۔ (بیضاوی ص ۲۴۲ ج ۱)
یعنی اس حکم الٰہی میں حکمت یہ ہے کہ لوگ یہ حکم سُن کر تیسری طلاق دینے میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔
- نیز الفتوحات الربانیہ ج ۲ ص ۳۸ میں بھی یہ حکمت بتلائی گئی ہے کہ:
تین طلاق دینے والے کے لیے پھر دوبارہ اسی عورت کا حلال ہونا اس بات پر موقوف رکھا گیا ہے کہ دُوسرا خاوند اس سے وطی کرے، تو اس میں حکمت یہ ہے کہ خاوند کو زجر و توبیخ ہو تاکہ وہ تین طلاقیں دینے میں جلد بازی سے کام نہ لے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اس خاوند کو اس

کام سے نفرت ہو۔ کیونکہ کوئی غیرت مند، سلیمُ الفطرت اور شریفُ النفس انسان اپنی رفیقۂ حیات کو کسی دُوسرے مرد کے بستر کو گرم کرنے کی اجازت دینے پر رضامند نہیں ہوگا۔ اِس لیے جب اُس شخص کو اس قانون کا علم ہوجائے گا تو وہ کبھی تین طلاقیں دینے کا طریقہ نہ اپنائے گا۔

- اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو واقعی تین طلاقیں دینے والا بے خوف شخص ایسی سزا کا ہی مستحق ہے۔ کیونکہ اس نے ایک اہم رشتہ توڑا، دو خاندانوں میں تفریق کی، اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کی، اللہ تعالیٰ کے قرآنی حکم اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف اقدام کیا، اجماعِ اُمت کی مخالفت کرکے مسلمانوں کے طریقہ کو ترک کیا اور غیر سبیل المومنین کو اختیار کرکے شیطان کو راضی کیا۔
- اگر اس نے خواہ مخواہ طلاق دینی ہی تھی تو ایک طلاق دے کر آرام سے اپنے گھر رہتا اور جس بیوی کے ساتھ زندگی بھر نباہ کرنے کا عہد کیا تھا اسے عدت کے بعد اُس کے ماں باپ یا بہن بھائی کے گھر رخصت کردیتا اور
- اگر اسے بہت ہی زیادہ غصہ تھا تو زیادہ سے زیادہ دو طلاقیں دے کر ہی تنہا زندگی گزارنے کے مزے چکھتا۔ اور جب عقل ٹھکانے سر آجاتی اور پھر دوبارہ اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ رہنے کو جی چاہتا تو اس کی کوئی صُورت پیدا ہوسکتی اور دوبارہ باہم جوڑ کی کوئی گنجائش باقی رہتی، مگر تین طلاقیں دے چکنے کے بعد اب دوبارہ خانہ آبادی کی کوئی صُورت باقی نہیں رہی۔ اس لیے وہ عورت کبھی اس کے گھر واپس آ ہی نہیں سکتی۔
- اور اگر اب بھی وہ احکامِ الٰہی اور حدودِ شرعیہ کی خلاف ورزی اور تمسخر کرکے اپنے ہاتھوں اپنا گھر اجاڑنے والا عاصی شوہر اسی مطلقہ عورت کو اپنے گھر بسانا چاہتا ہے تو اس کی صرف یہ صُورت ہے کہ جس طرح وہ عورت تین طلاقیں دینے والے اس بے وفا شخص کی بیوی بن کر رہی تھی،

اسی طرح اب وہ عورت بہ رضا و رغبت پوری زندگی بسر کرنے کی غرض سے پُورے خلوص کے ساتھ کسی دُوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرے اور اپنے وجود سے اس گھر کو رونق افروز کرے ، اللہ تعالیٰ سے اس دُوسرے مرد کی اولاد کے لیے دُعا کرے ۔ اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرمائے تو اس کی پرورش کرے اور اس خاوند کی وفا شعار بیوی بن کر رہے ۔ اور پہلے بے وفا شوہر کا خیال بھی دل میں نہ لائے اور اسی گھر میں اپنی زندگی گزار دے ۔

○ پھر اگر اس عورت کا یہ دُوسرا شوہر فوت ہو جائے ، یا وہ شخص بھی اس عورت کو طلاق دے دے تو عدت گزرنے کے بعد اب اگر اس پہلے مرد کا جی چاہے اور اس کا ضمیر گوارا کرے تو وہ "تھوک کے چاٹنے" کے مصداق اس عورت کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے ۔

○ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس عورت کو جوانی میں بے وفائی کرتے ہوئے اس نے ایک دو بار ہی نہیں تین بار رسوا کر کے اپنے گھر سے نکالا اور طلاق دی ' اولاد ، جہیز اور زیورات وغیرہ کے بارے میں اس کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا ' عدالتوں میں ذلیل و خوار ہُوا ، خاندان بھر کی دشمنی مول لی ، دوستوں کو بھی ناخوش کیا ، اولاد کے سامنے بھی حقیر ہُوا ، اس کا نام سُنتے ہی اولاد کے دلوں میں نفرت کی آگ بھڑک اٹھتی تھی کہ اس نے ان کی ماں کو رُسوا کیا اور اسے طلاق دے کر ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا ۔ تو اگر ان تمام اُلجھنوں کو سُلجھانے کی صلاحیت اس شخص میں پیدا ہو چکی ہے تو پھر بیشک اس کے لیے وہ عورت حلال ہو سکتی ہے ۔ لیکن یہ صورت نادرالوقوع ہے ۔

○ دراصل اللہ تعالیٰ نے تیسری طلاق دینے سے منع کرنے کے لیے اس قسم کے الفاظ استعمال فرما کر انسان کی غیرت کو للکارا ہے ' اور مقصد یہ تھا کہ کوئی انسان تیسری طلاق ہرگز نہ دے ۔

○

خلاصہ یہ کہ وہ مُروّجہ حلالہ اور عارضی نکاح حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور ظاہری سب مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حرام کاری میں ملوث ہونے والے سب لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ یعنی حلالہ کرنے والا، حلالہ کروانے والا، حلالہ کا مشورہ دینے والا، اور حلالہ کا فتویٰ دینے والا، اور ان کے علاوہ جو لوگ بھی اس حرام کاری میں ملوث ہوں گے وہ تمام ملعون، مغضوب علیہم، مبغوض اور منحوس ہیں۔

محلِ نزاع مسئلہ

اور جو مسئلہ جمہور مسلمین اور آزاد خیال لوگوں کے مابین محلِ نزاع بنا ہُوا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی احمق اپنی جہالت کی وجہ سے بغیر سوچے سمجھے ایک دم اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا ہے، مثلاً یوں کہے کہ: ○ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں، یا کہے کہ ○ تو مجھ پر تین طلاق سے حرام ہے۔ یا ایک ہی مجلس میں تین بار طلاق دے ڈالتا ہے۔ یا ایک ہی طہر کے مختلف اوقات میں تین طلاقیں دے دیتا ہے۔ تو اس شخص کی یہ تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی یا صرف ایک طلاق رجعی متصور ہوگی؟ چنانچہ:

○ تمام اہلِ سُنّت کا قرآن و سُنّت سے ثابت شدہ اس اہم مسئلہ پر اتفاق ہے کہ خواہ ایک طہر کے عرصے میں تین طلاقیں دی جائیں یا ایک مجلس میں، بلکہ اگر ایک کلمہ میں اکٹھی تین طلاقیں بھی دیدی جائیں تو وہ تین ہی ہوں گی۔

○ اس میں صرف حنفیوں ہی کی تخصیص نہیں، بلکہ شافعی، مالکی، حنبلی متقدمین اور ظاہری۔ سب یہی کہتے ہیں کہ اکٹھی ایک طہر میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ البتہ اہلِ سُنّت کے مخالف روافض کا مسلک یہ ہے کہ ایک طہر میں تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک طلاق متصوّر ہوگی، اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تین طلاقیں دینے والا رجوع کرکے اس عورت کو اپنے گھر رکھ سکتا ہے اور آزاد خیال لوگ بھی یہی مسلک رکھتے ہیں۔

ضروری تنبیہ

جس طرح بالاتفاق تمام اہلِ سُنّت کے نزدیک تین طلاقیں دینے والا شخص اگر حلالہ یعنی عارضی نکاح کروانے کے بعد اپنی مطلقہ عورت کو اپنے لیے حلال سمجھتے ہُوئے تجدیدِ نکاح کر کے اپنے گھر بسائے گا تو وہ ملعون ہے، اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تین طلاقوں کو ایک تصوّر کرتے ہُوئے رجوع کر کے مطلقہ عورت کو اپنے گھر بسانے والا شخص بھی ملعون بلکہ زانی ہے۔ کیونکہ جب وہ عورت تین طلاقیں دیے جانے کے بعد اجنبی ہو گئی، اور رُجوع کا حق بھی نہ رہا تو اب اس اجنبی عورت کو گھر میں بسانا زنا ہی کہلائے گا۔

○ یاد رہے کہ جو شخص ایک یا دو طلاقیں دیتا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے رجوع کی اجازت دی ہے، لیکن جو شخص تیسری طلاق بھی دیدے تو یہ اس شخص کا اتنا بڑا ظلم اور جُرمِ عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام کر کے رجوع کا حق بھی چھین لیا۔ اور حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ کی سزا تو اتنی بڑی سزا ہے جس کو کوئی غیرت مند اور باحیا شخص برداشت نہیں کر سکتا۔ اور یہ اس مجرم کی سزا ہے جس نے الگ الگ تین طہروں میں ایک ایک کر کے تین طلاقیں دی ہوں۔ جبکہ ایک ہی طہر میں بلکہ ایک ہی مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دینا تو بہت ہی بڑا سنگین جُرم ہے۔

○ جب تین طہروں میں الگ الگ طلاقیں دینے والے کم درجہ کے جرم کی یہ سزا ہے تو تین طلاقیں ایک طہر میں یا ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالنے والا مجرم تو بطریقِ اولیٰ اس سزا کا مستحق ہے اور اسے یہ سزا ضرور دی جانی چاہیے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہُوئے طریقہ کو پسِ پشت ڈال کر حکمِ الٰہی کی بے ادبی اور استہزاء کیا، اللہ تعالیٰ کو ناراض اور شیطان مردود کو خوش کیا۔ اور یہ وہ جرم ہے جس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضی اور غصّے کا اظہار فرمایا تھا۔

مذہب کی آڑ میں زنا

دَورِ جاہلیت میں کھلے عام زنا کو بہت بُرا سمجھا جاتا تھا، اور چھُپے زنا کو اس قدر معیوب نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حاشیہ صحیح بخاری ص ۶۶۸ میں ہے۔ جبکہ

○ اللہ تعالیٰ نے ظاہر اور چھُپے ہر طرح کے فواحش اور زنا سے منع فرمایا ہے بلکہ کوئی مذہب بھی زنا کی اجازت نہیں دیتا۔ تمام ادیانِ سماویہ میں زنا کو جُرمِ عظیم سمجھا جاتا تھا۔ اگر کوئی عورت زنا کرتی تو پُورا خاندان بدنام ہوجاتا اور اس کی شہرت خراب ہوجاتی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں بھی زنا جیسا ملعون کام اس قدر عام نہیں تھا جس قدر کہ آج کل عام ہے،

○ بلکہ اب تو اس زنا کو اگر ایک طبقہ نے مُتعہ کا نام دے کر مذہبی چھاپ لگائی ہے تو دُوسرے طبقہ نے حلالہ کے رُوپ میں اسے شرعًا جائز سمجھ رکھا ہے۔

○ اور ان سب سے بڑھ کر تین طلاقوں کو ایک تصوّر کرنے والوں نے تو حد ہی کردی ہے کہ صریح آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی میں تحریف و تاویل اور ہیرا پھیری کرکے شریعت کی جعلی مُہر لگا کر زنا کی کھُلی اجازت دیدی۔ مثلاً:

○ جب کوئی بد دماغ جاہل اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہُوئے طریقہ کے خلاف ایک طہر میں یا ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دے کر خود اپنے ہاتھوں اپنا گھر برباد کرنے والا عاقبت نااندیش اپنا اُجڑا ہُوا گھر پھر سے آباد کرنے کے حیلے بہانے تلاش کرتا ہُوا ان کے پاس پہنچتا ہے تو یہ لوگ ایسے ملعون مبغوض مذموم، منحوس اور بدعت کے مُرتکب شخص کو تسلّی دیتے ہُوئے اس کم بخت کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

○ حالانکہ حق تو یہ تھا کہ وہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینے والے بد دماغ کا دماغ درست کرنے کی غرض سے اس کو زجر و تنبیہ اور سرزنش کرتے، اور اس پر اپنی ناراضی کا اظہار کرتے ہُوئے سمجھاتے کہ اے بدبخت انسان تونے یہ شیطانی حرکت کرکے ابلیس لعین کو خوش اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا ہے

تُونے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اِستہزاء اور مخول کیا ہے، تُونے اللہ تعالیٰ کے احکام کو کھیل تماشا سمجھا، تونے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی اور بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اسے یہ بھی بتلاتے کہ اگر ہمارے ملک میں شرعی اور اسلامی حکومت ہوتی تو تجھے اس جرم پر کوڑوں کی سزا دی جاتی۔

- لیکن اس کے برعکس یہ لوگ اس مجرم کو تسلی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: میاں! گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، تیرا کچھ نہیں بگڑا، فکر کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ ایک ہی مجلس میں تین تو کیا اگر تُو تسبیح کے دانوں پر گن کر سو، پچاس بھی نہیں، اگر ہزار بار طلاق دیتا تو بھی وہ ایک طلاق ہی متصوّر ہوتی۔ اس لیے تُو گھر جاکر رجوع کرلے۔ اور اگر عدّت بھی گزر چکی ہے تو تجدیدِ نکاح کرکے اپنا گھر آباد کرلے۔ تو اس طرح ان لوگوں نے شریعت کی جعلی مُہر لگاکر اس آدمی کو پُوری آزادی کے ساتھ زندگی بھر زنا کرتے رہنے کی اجازت دے رکھی ہے۔
- اور یہ تینوں قسم کا زنا وہ ہے جس پر بدمذہب اور آزاد خیال لوگوں نے فریب کاری سے شریعت کی جعلی مُہر لگاکر جاہل لوگوں کو زانی بنادیا ہے۔ جو قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ چنانچہ:

قیامت کی علامت

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَیَکْثُرَ الْجَهْلُ وَیَکْثُرَ الزِّنَا وَیَکْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ..... (مشکوٰۃ ص ۴۶۹) کہ قیامت کی علامات میں سے ایک تو یہ ہے کہ اس وقت علمِ دین ختم ہوجائے گا، اور جہالت عام ہوجائے گی۔ اور زنا اور شراب نوشی بھی عام ہوجائے گی۔

- اس دَور میں کئی طرح سے زنا کی کثرت ہورہی ہے، جبکہ سب سے بڑا زنا وہ ہے جو مذہب کی آڑ میں کروایا جارہا ہے، جس سے توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔

جہالت کا نتیجہ

قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت علم کا اُٹھ جانا اور جہالت کا عام ہو جانا بھی مذکورہ بالا فرمانِ رسولؐ میں بتلائی گئی ہے۔ اور جہالت کے باعث جب کسی چھوٹی یا بڑی وجہ سے اپنی شریکِ حیات کو طلاق دیتے ہیں تو اس بات کا خیال بھی نہیں کرتے کہ طلاق کس طرح اور کب دی جائے؟

○ اور اس چیز کا لحاظ بھی نہیں رکھا جاتا کہ جس عورت کو طلاق دے رہا ہوں وہ پاک بھی ہے یا ناپاک، اگر پاک ہے تو اس طہر میں ہمبستری تو نہیں کی، کیونکہ طلاق دیتے وقت ان دو باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

○ لیکن ان باتوں کا لحاظ کیے بغیر معمولی معمولی باتوں پر غصہ آتے ہی بغیر کسی معقول شرعی وجہ کے اپنی مدخول بہا بیوی کو یہ جہالت کے پتلے اکٹھی بلکہ ایک سانس میں تین طلاقیں دے ڈالتے ہیں، جس میں کئی گناہ جمع ہو جاتے ہیں۔

○ مشاہدہ: عموماً جہلاء میں یہ بات مشہور ہے کہ "طلاق" ہوتی ہی تب ہے جبکہ "تین" ہوں۔ اگر کوئی ایک مرتبہ طلاق کا لفظ منہ سے نکالے تو یہ جہلاء اسے طلاق سمجھتے ہی نہیں، اور بدستور اس عورت کو بسائے رکھتے ہیں۔

○ اور اس طرح ایک ایک کرکے کئی بار طلاق دے چکنے کے بعد بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ابھی طلاق نہیں دی گئی۔ کیونکہ ان کے ذہن میں شیطان نے یہ بات ڈال رکھی ہے کہ جب تک "تین" مرتبہ "طلاق" کا لفظ نہ بولا جائے، یا "تین" کا لفظ "طلاق" کے ساتھ زبان سے نہ نکالا جائے تب تک طلاق نہیں ہوتی۔

○ اور یہ بھی مشہور ہے کہ ایک یا دو طلاقیں پکی نہیں ہوتیں، لہٰذا غصے کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لیے ایک دو کچی طلاقیں دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے اور اس طرح نہ جانے کتنے لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے زندگی بھر زناکاری میں مُبتلا رہتے ہیں، اور ان کے یہاں اولاد بھی ہوتی رہتی ہے۔ اور اس حالت کو دیکھ کر شیطان ملعون نہ جانے کس قدر خوش ہوتا ہوگا۔ نعوذباللہ۔

صُلح کی کوشش

ایک مجلس میں ایک ہی کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دے ڈالنے والے جاہل اور رسمی مسلمان جو مسائلِ طہارت سے بھی پُوری طرح آگاہ نہیں ہوتے اور خود کو پکا سچا اہلِ سُنّت مسلمان سمجھتے ہیں۔ لیکن جب یہ لوگ صحیح اسلامی طریقہ کے خلاف تین طلاقیں دے کر اپنا گھر اُجاڑ چکتے ہیں تو پھر مؤجل رکھے ہُوئے حق مہر کی ادائیگی، جہیز کی واپسی اور اپنی اولاد کے مستقبل، تعلیم و تربیت اور پرورش کے خرچ وغیرہ کا خیال پریشان کرتا ہے تو صلح کرکے رجوع یا تجدیدِ نکاح کی کوشش شروع کی جاتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں پہلے تو خاندان کے بڑے بزرگوں سے صلح کرانے کی درخواست کی جاتی ہے۔ اور اگر اس طرح صلح نہ ہوسکے تو پھر احکام شریعت سے لاعلم ملک، چودھری اور خوانین وغیرہ قسم کے لوگوں کی پنچائت یا جرگہ وغیرہ میں طلاق کے مؤثر اور وقوع پذیر ہونے یا نہ ہونے پر خوب گرما گرمی اور بحث مباحثہ ہوتا ہے۔ اور جب یہاں بھی ان کی مرضی کے مُطابق کام نہ بنے تو وکلاء سے مشورہ کے بعد معاملہ عدالت تک پہنچتا ہے۔

- اس طرح خاندانی، پنچائتی، وکالتی اور عدالتی کارروائیوں کے دَوران انھیں یہ تو اچھی طرح معلوم ہوجاتا ہے کہ تین طلاقیں دے چکنے کے بعد اب صلح، رُجوع، یا تجدیدِ نکاح کی کوئی صُورت بھی باقی نہیں رہی' اور مزید جھگڑنا بے سود ہے۔
- لیکن انہی کارروائیوں کے دَوران انھیں یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک حلالہ کے نام سے عارضی نکاح کرکے پہلے مرد کے لیے عورت حلال کی جاسکتی ہے لیکن ان کی غیرت اس کام کی اجازت نہیں دیتی۔ اور وہ اپنا گھر آباد نہیں کرسکتے۔
- اس کے بعد یہ خود غرض لوگ فتویٰ لینے کے لیے ان لوگوں کے یہاں پہنچتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ایک طُہر یا ایک مجلس میں تین تو کیا' اگر سو طلاقیں بھی دیدیں تو بھی ایک طلاق رجعی متصوّر ہوتی ہے۔ اور اگر حیض کی حالت میں تین طلاقیں دی جائیں تو ایک طلاق بھی نہیں پڑتی۔ اور اس طرح ان کی بگڑی سنور جاتی ہے۔

تین کو ایک کہنے والے کون ہیں

عیسائی نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ "① باپ خُدا ہے۔ ② بیٹا خُدا ہے۔ اور ③ رُوح القدس خُدا ہے۔ لیکن یہ مل کر تین خُدا نہیں ہیں، بلکہ یہ تینوں خُدا ایک ہی خُدا ہیں"۔ اسی طرح قرآن و سُنّت کی روشنی میں اہلِ سُنّت کے مُتّفقہ مسلک سے اِختلاف رکھنے والے علماء بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر ایک طُہر میں یا ایک مجلس میں الگ الگ کرکے یا اکٹھی تین طلاقیں دیجائیں تو بھی وہ ایک طلاق ہی سمجھی جائے گی۔ بلکہ اگر حیض کی حالت میں تین تو کیا اگر سو طلاقیں بھی دے دی جائیں تو ایک طلاق بھی نہ ہوگی۔ چنانچہ:

- ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی متوفیٰ ۳۲۹ھ نے اپنی مشہور کتاب "الفروع من الکافی" مطبوعہ تہران ج ۶ ص ۷۰ میں باب من طلق ثلاث علی طہر بشہود فی مجلس او اکثر انہا واحدۃ کے عنوان سے باب منعقد کیا کہ "جو شخص طُہر کی حالت میں گواہوں کے سامنے ایک ہی مجلس میں یا کئی مجالس میں تین طلاقیں دیدے تو وہ ایک طلاق ہی مُتصوّر ہوتی ہے۔ پھر اس باب کے تحت کئی روایات تحریر کی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے:
- زرارہ نے کہا کہ میں ابو عبداللہ حضرت جعفر صادق رحمہُ اللہُ تعالیٰ سے اس شخص کے بارے میں اِستفسار کیا جو اپنی بیوی کو بحالتِ طُہر ایک مجلس میں یا کئی مجالس میں تین طلاقیں دیتا ہے تو اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ تو اس پر انھوں نے فرمایا: ھی واحدۃ کہ وہ ایک طلاق ہی بنتی ہے۔
- نیز ایک روایت میں ہے کہ زرارہ نے کہا کہ میں حضرت جعفر صادقؒ سے بحالتِ طُہر ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینے والے کے بارے میں پُوچھا کہ اس کا حکم کیا ہے، تو آپؒ نے فرمایا: ھی واحدۃ کہ وہ بھی ایک طلاق ہے۔
- نیز ایک روایت میں ہے کہ ابو بصیر اسدی، محمد بن علی حلبی اور عمرو بن حنظلہ نے حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق (رحمہُ اللہُ تعالیٰ) سے پُوچھا تو انھوں نے فرمایا

کہ غیر عدت میں تین طلاقیں طُہر کی حالت میں ہوں تو ایک طلاق بنتی ہے اور اگر طُہر کی حالت میں نہ ہو تو کچھ بھی نہیں یعنی اس طرح طلاق نہ ہوگی۔

○ عمرو بن البراء نے کہا کہ میں نے حضرت جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ) سے پُوچھا کہ ہمارے ساتھی کہتے ہیں کہ "آدمی جب اپنی بیوی کو ایک بار یا سو بار طلاقیں دیدے تو وہ ایک طلاق ہی بنتی ہے؟" اور ہمیں آپ سے' اور آپ کے آباء و اجداد سے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ "جب ایک بار یا سو بار طلاق دے تو وہ ایک طلاق ہی بنتی ہے۔" تو اس کے جواب میں حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ "وہ بات اسی طرح ہے جس طرح تمھیں پہنچی ہے۔" یعنی اگر کوئی سو بار طلاق دے تو بھی وہ ایک ہی شمار ہوگی۔

○ ابوجعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ نے اپنی کتاب الاستبصار ج ۳ ص ۲۸۶ میں بھی اسی طرح کی روایات لکھ کر ثابت کیا ہے کہ اگر حیض و نفاس کی حالت میں طلاق دے تو اس سے کچھ نہیں ہوتا یعنی طلاق نہیں پڑتی۔

○ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوجعفر محمد باقر (رحمۃ اللہ تعالیٰ) نے فرمایا کہ اگر عدت کے وقت یعنی طُہر میں اپنی بیوی کو ایک سے زیادہ جس قدر بھی طلاقیں دے گا تو ایک طلاق ہی مؤثر ہوگی اور ایک سے زائد مؤثر نہ ہونگی۔

○ نیز ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق (رحمۃ اللہ تعالیٰ) نے فرمایا: رجل طلق امرأته ثلثا وهي على طهر فانما هي واحدة کہ عورت طُہر کی حالت میں ہو اور مرد اُسے تین طلاقیں دیدے تو وہ صرف ایک طلاق ہی شمار کی جائے گی۔ نیز آپ نے فرمایا: ومن طلق امرأته ثلثا على غير طهر فليس بشئ کہ اگر عورت ناپاکی یعنی حیض و نفاس کی حالت میں ہو اور اسے تین طلاقیں دیدے تو سرے سے طلاق پڑتی ہی نہیں۔

○ نیز حضرت جعفر صادق کے والد حضرت محمد باقر (رحمہا اللہ تعالیٰ) سے روایت ہے: ان عليا عليه السلام كان يقول اذا طلق الرجل المرأة قبل ان

یدخل بہا ثلاثا فی کلمۃ واحدۃ فقد بانت منہ ولا میراث بینہما ولا رجعۃ ولا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ. کہ حضرت امیرالمؤمنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی مرد اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت اس سے جُدا ہوگئی، نہ نکاح رہا، نہ ورثہ اور نہ ہی اسے رجوع کا حق رہا۔ اور وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں رہی یہاں تک کہ دُوسرے سے نکاح کرے۔

- حضرت امیرالمؤمنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ذیشان اہل سُنّت کے مسلک سے مکمل طور پر مُطابقت رکھتا ہے۔ لیکن حُبِّ علیؓ کا زبانی دعویٰ کرنے والا اس کتاب کا مُصنّف حضرت امیرالمؤمنینؓ کا یہ فرمان نقل کرنے کے بعد اس کو ماننے اور عمل کرنے سے صاف اِنکار کرتے ہُوئے لکھتا ہے: ھٰذا الخبر موافق للعامۃ لسنا نعمل بہ لانہ اذا طلقھا ثلٰثا فی کلمۃ واحدۃ فانما یقع منہا واحدۃ علی ماتضمنتہ الروایات الاولۃ کہ یہ خبر عامۃُ المسلمین کے مذہب سے موافقت رکھتی ہے لیکن ہم (روافض) اس روایت پر عمل نہیں کرتے۔ کیونکہ جب مرد اپنی بیوی کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاقیں دے ڈالے تو وہ ایک ہی پڑتی ہے جیسا کہ اس سے پہلے گزری ہُوئی روایات کے ضمن میں یہ بات آئی ہے۔
- اِسی طرح ابوجعفر محمد بن الحسن طوسی نے اپنی دُوسری کتاب تہذیب الاحکام ج ۸ میں بھی وہی روایات نقل کی ہیں جو الاستبصار میں بھی نقل کی جاچکی تھیں۔
- سیدمحمود حسینی شاہرودی نے اپنی کتاب توضیح المسائل (مطبوعہ سنہ ۱۳۹۰ھ) ص ۴۵۲ میں لکھا ہے: اگر زن را از خونِ حیض پاک بداند و طلاقش دہد بعد معلوم شد کہ موقع طلاق در حال حیض بودہ طلاق او باطل است۔ (مسألہ ۲۵۱۰)
- اسی طرح سید رُوح اللہ موسوی خمینی کی کتاب توضیح المسائل جدید (مترجم اُردو) ص ۳۸۱ میں ہے کہ اگر عورت کو خونِ حیض سے پاک سمجھتے ہُوئے طلاق دیدے

اور بعد میں معلوم ہو کہ طلاق دیتے وقت وہ حالتِ حیض میں تھی تو اس کی طلاق باطل ہے۔ (ترجمہ از سید صفدر حسین نجفی، ناشر امامیہ پبلیکیشنز گنپت روڈ لاہور)

- تفسیر نمونہ ج ۲ ص ۱۰۰ میں شیخ محمود شلتوت سابق رئیس جامعہ ازہر مصر کے حوالے سے لکھا ہے کہ: "ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں اہلِ سُنّت کے چاروں مذاہب میں تین ہی شمار ہوتی ہیں، لیکن شیعہ امامیہ کے عقیدے کے مُطابق وہ ایک سے زیادہ طلاقیں شمار نہیں ہوتیں۔
- تفسیر مظہری اُردو مترجم ج ۱ ص ۴۹۳ میں ہے: امامیہ کا قول ہے کہ اگر کسی نے ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دے دیں تو اس آیت کی وجہ سے ایک بھی طلاق نہ پڑے گی۔
- نور الہدایہ ص ۲۶۵ میں ہے کہ روافض کے نزدیک تین طلاق ایک بار میں نہیں واقع ہوتے۔ (نور الہدایہ کتاب الطلاق فصل اوّل)
- غایۃ السعایہ ص ۲۷ میں ہے کہ حضرت امام خطابیؒ نے فرمایا ہے کہ: "بدعی طلاق کے واقع نہ ہونے کا قول خوارج اور روافض کا ہے۔"
- نیز علّامہ ابن عبداللہؒ نے فرمایا ہے کہ: "تین طلاقوں کے تین شمار ہونے کا کوئی مخالف نہیں سوائے اہلِ بدعت اور ضلال کے۔" (غایۃ السعایہ ص ۲۷)

خلاصہ یہ کہ حیض کی حالت میں دی گئی بدعی طلاق کو طلاق ہی نہ سمجھنا، اور ایک طہر، ایک مجلس یا ایک ہی کلمہ کے ساتھ اکٹھی دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق قرار دینا ضلال، اہلِ بدعت، روافض اور خوارج وغیرہ فرقِ باطلہ کا مسلک ہے، ورنہ تمام اہلِ سُنّت کا اسی بات پر اجماع ہے کہ تین طلاقیں خواہ حیض کی حالت میں ہوں یا ایک طہر میں ایک ساتھ اکٹھی یا جُدا جُدا دی جائیں تو وہ شرعاً تین طلاقیں ہی سمجھی جائیں گی۔ اور اہلِ سُنّت کے مسلک کی بنیاد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ کے اس بارہ میں کیے گئے فیصلوں پر قائم ہے، جن سے اِنکار کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

بدعی طریقہ سے دی ہوئی تین طلاقوں کے وقوع پر

اہل السنت والجماعت کے دلائل

- دلائل شرع کے چار ہیں۔ ① قرآن مجید ② احادیثِ صحیحہ ③ اجماع ④ قیاس۔ جن میں سب سے پہلا مقام قرآن مجید کو حاصل ہے۔ لیکن جب کوئی مسئلہ تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں نہ ملے تو صحیح حدیث کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں جو مسئلہ اجمالی طور پر بیان ہوتا ہے، اس کی تفصیل احادیثِ مبارکہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل سے معلوم کی جاسکتی ہے۔
- اور قرآن میں تین طلاقوں کے زیرِ بحث مسئلہ کا اگر اجمالی ذکر ہے تو احادیثِ نبویہ میں اس کی تفصیل اور وضاحت موجود ہے۔ اس لیے اس مسئلہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل معلوم کرنے کے لیے احادیثِ نبوی کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس مسئلہ کا تعلق حلت وحرمت سے ہے،
- نیز یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ احادیثِ نبوی کو جمع کرنے والے علماء کرام ومحدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ احادیثِ نبوی کے سلکِ دُرر میں جواہرِ حدیث کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ ترتیب دیتے وقت مختلف ابواب میں بیان کرتے ہیں، تو سب سے پہلے **باب** کا لفظ لکھ کر "ترجمۃ الباب" میں مختصراً اپنا مسلک بیان کرتے ہیں، اور پھر اس کی تائید میں احادیثِ نبوی کو جمع کرتے چلے جاتے ہیں، گو ان احادیث میں بظاہر وہ لفظ سرے سے موجود ہی نہ ہو، لیکن اس حدیث سے محدثین اپنی فہم کے مطابق جو مسئلہ مستنبط کرتے ہیں اُسے وہ ترجمۃ الباب میں تحریر کردیتے ہیں، جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میرے نزدیک اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے۔ اور ان محدثین کے بعد موجودہ دور کے علماء خواہ علم میں کتنا ہی ید طولیٰ رکھتے ہوں اگر وہ اس حدیث کا مفہوم ان کے خلاف بیان کریں تو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

تین طلاقوں کے بارے میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے فیصلے

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو دی گئی تین طلاقوں کا فیصلہ

❶ حضرت امام محمد بن یزید قزوینی ابو عبد اللہ ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے مجموعۂ احادیث سنن ابن ماجہ کے کتاب الطلاق میں بَابُ مَنْ طَلَّقَ ثَلٰثًا فِی مَجْلِسٍ وَاحِدٍ کے عنوان سے "ترجمۃ الباب" تحریر فرمایا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس باب میں اس حدیثِ مبارک کو نقل کیا جائے گا جس میں ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے والے کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالی شان کا ذکر کیا جائے گا۔ یعنی مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ ترجمۃ الباب لکھنے سے حضرت امام ابن ماجہؒ کا مقصد یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر تین طلاقیں دیدی جائیں تو وہ تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ اور پھر اس مسلک کی تائید میں انھوں نے ایک مشہور صحابیہ کو اس کے شوہر کی طرف سے دی گئی تین طلاقوں کے بارے میں درج ذیل روایت نقل فرمائی: (ص ۱۴۷)

○ حدثنا محمد بن رمح انبأنا اللیث بن سعد عن اسحٰق بن ابی فروة عن ابی الزناد عن عامر الشعبی قال قلت لفاطمة بنت قیس حدثینی عن طلاقك قالت طلقنی زوجی ثلٰثا وهو خارج الی الیمن فاجاز ذٰلك رسول الله ﷺ یعنی حضرت عامر بن شراحیل شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ مجھے اپنی طلاق کے بارے میں بتائیں، تو انھوں نے فرمایا کہ میرے شوہر (حضرت حفص بن عمرو بن المغیرہؓ) نے مجھے (ایک مجلس میں اکٹھی) تین طلاقیں دیدی تھیں، اور وہ اس وقت یمن کی طرف نکلے ہوئے تھے۔ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طلاقوں کو نافذ رکھا۔

○ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ اسحٰق بن ابی فروہ صدوق ہیں جو بعد میں نابینا ہوگئے تھے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۴۷ مطبع فاروقی دہلی)

سیدنا عُویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی تین طلاقوں کا فیصلہ

❷ امام المحدثین حضرت حافظ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل الجعفی بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۲۵۶ھ) نے اپنے مجموعۂ احادیث "الصحیح البخاری" ص ۷۹۱، میں باب من اجاز طلاق الثلٰث کے عنوان سے "ترجمۃ الباب" تحریر فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس باب میں ان احادیث مُبارکہ کا بیان ہے جو تین طلاقوں کے نافذ کرنے والوں کی دلیل ہے۔

○ حضرت علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۸۵۵ھ) نے عُمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۳ میں حضرت امام بخاریؒ کے قائم کردہ اس عنوان اور ترجمۃ الباب کی تشریح کرتے ہُوئے تحریر فرمایا ہے کہ "امام بخاریؒ کے اس ترجمۃ الباب میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گزشتہ زمانے میں کچھ ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں جو تین طلاقوں کے وقوع پذیر ہونے کے قائل نہیں تھے۔" اور حضرت علامہ عینیؒ نے یقیناً ان لوگوں کی طرف ہی اشارہ کیا ہوگا جن کا ذکر ہم قبل ازیں "تین کو ایک کہنے والے کون ہیں" کے زیرِ عنوان کر چکے ہیں۔

○ حضرت علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۳۲ میں تحریر فرماتے ہیں: باب من اجاز طلاق الثلٰث ای دفعۃ واحدۃ او مفرقا کہ یہ باب تین طلاقوں کے جواز یعنی نافذ ہونے کے بیان میں ہے، خواہ وہ تین طلاقیں یک دم دی جائیں (مثلاً: انت طالق ثلٰثا) یا الگ الگ کر کے دی جائیں (مثلاً: انت طالق انت طالق انت طالق) پھر فرمایا: وھذا عام یتناول ایقاع الثلٰث دفعۃ واحدۃ۔ یعنی حضرت امام بخاریؒ کی یہ عبارت (من اجاز طلاق الثلٰث) یک دم اور اکٹھی تین طلاقیں واقع کرنے کو بھی شامل ہے۔ اور علیحدہ علیحدہ تین طلاقیں دینے کو بھی شامل ہے۔ اور وہ علیحدہ علیحدہ تین طلاقیں خواہ ایک ہی مجلس میں ہوں یا مُختلف مجلسوں میں ہوں، خواہ ایک ہی طُہر میں ہوں، خواہ مختلف طُہروں میں ہوں۔

○ نیز حضرت علامہ قسطلانیؒ نے مزید یہ بھی تحریر فرمایا: ودلت الاٰیۃ علیٰ ذٰلک من غیر نکیر کہ آیتِ کریمہ الطلاق مرتان کی عبارت بھی بلا نکیر اس پورے مفہوم پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی دو اکٹھی طلاقیں دینے سے بھی دو طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں اور الگ الگ دو طلاقیں دینے سے بھی دونوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، خواہ ایک مجلس میں دے یا دو مجلسوں میں، خواہ ایک طہر میں دے یا دو طہروں میں' ہر حال دو طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

○ حضرت شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تیسیر القاری میں اس مقام پر ترجمۃ الباب کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ چاروں ائمہ کے نزدیک (اکٹھی تین طلاقیں دینے سے) تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

○ اور ظاہریہ کا ایک فرقہ کہتا ہے کہ تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں' بلکہ صرف ایک رجعی طلاق پڑتی ہے۔ بلکہ بعض ظاہریہ تو کہتے ہیں کہ اس طرح ایک بھی نہیں پڑتی۔

○ نیز آپ نے فرمایا: شارح تراجم نے فرمایا ہے کہ اس ترجمۃ الباب میں ظاہریہ کے دونوں فرقوں کا رد ہوجاتا ہے۔ یعنی ان کا رد بھی ہوگیا جو کہتے ہیں کہ تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق ہی پڑتی ہے۔ اسی طرح ان کا رد بھی ہوگیا جو کہتے ہیں کہ تین طلاقیں دینے سے ایک بھی واقع نہیں ہوتی۔ اور حجاج بن ارطاۃ ابو ارطاۃ نخعی کوفی (مدلس لیس بالقوی) کا قول ہے کہ تین طلاق کہنے سے ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔ (تیسیر القاری ج ۵ ص ۱۲۵)

○ یاد رہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے باب من اجاز طلاق الثلٰث کے عنوان سے تو باب قائم کیا ہے لیکن ایسا کوئی باب قائم نہیں کیا جس میں باب من قال الطلاق الثلٰث یجعل واحدًا کے الفاظ سے ترجمۃ الباب لکھا ہو کہ کوئی یہ بھی کہتا ہے کہ تین طلاقیں ایک طلاق ہی سمجھی جاتی ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کا اپنا مسلک بھی وہی ہے جو ائمہ اربعہ اور دوسرے تمام اہل السنت والجماعت کا مسلک ہے۔ چنانچہ:

○ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ترجمۃ الباب باب من اجاز طلاق الثلٰث کے زیرِ عنوان سیدنا عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین کو تین قرار دینے کا ذکر ہے کہ:

○ "سیدنا عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ سے آکر کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر شخص کو دیکھے تو اُسے قتل کر دے یا کچھ اور سزا دے، آپ اُسے قتل کرنے کا حکم دیں گے یا کوئی اور سزا دیں گے؟ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے لیے یہ مسئلہ دریافت کیجیے۔

○ سیدنا عاصم رضؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپؐ اس بات سے ناخوش ہُوئے اور اس فعل کو قابلِ عیب قرار دیا۔

○ سیدنا عاصمؓ نے جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا جواب سُنا تو انھیں بھی صدمہ ہُوا اور وہ واپس لوٹ آئے۔ پھر سیدنا عویمرؓ تشریف لائے اور اُنھوں نے دریافت فرمایا کہ: اے عاصم! اس مسئلہ کے بارے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ تو حضرت عاصمؓ نے جواب دیا کہ آپ کا سوال اچھا نہیں تھا' اس لیے کہ آپ نے جو مسئلہ دریافت فرمایا تھا وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا ہے۔ حضرت عویمرؓ نے جب یہ بات سُنی تو انھوں نے فرمایا کہ واللہ! میں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیے بغیر نہیں رہوں گا۔

○ چنانچہ حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں خود حاضر ہُوئے، جبکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ سیدنا عویمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی:

○ یا رسول اللہ! یہ فرمائیے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی کو دیکھے' تو اُسے قتل کر دینا چاہیے یا کوئی اور سزا دینی چاہیے؟ اور اگر وہ قتل کر دے تو کیا آپؐ اس غیرت مند قاتل کو قصاص میں قتل فرما دیں گے؟ تو اس پر

- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ آپ دونوں میاں بیوی کے بارے میں وحیِ الٰہی نازل ہُوئی ہے۔ اِس لیے گھر جا کر اپنی بیوی کو بُلا لائیں۔ (چنانچہ حضرت عویمرؓ گھر سے اپنی بیوی کو لے کر مسجدِ نبوی میں حاضر ہوگئے)
- سیّدنا سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُس وقت لوگوں کے ساتھ میں بھی موجود تھا جبکہ ان دونوں مرد اور عورت نے اپنی اپنی صفائی دیتے ہُوئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (قرآن مجید ۲۴: ۶ تا ۹ میں مذکور طریقہ کے مُطابق) باہم لعان کیا۔ جب دونوں لعان سے فارغ ہُوئے تو عویمرؓ بولے:
- یا رسول اللہ! اگر اب بھی میں اس عورت کو گھر روک رکھوں تو بہتان لگانے والا قرار پاؤں گا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا شرعی اِرشاد فرماتے، خود حضرت عویمرؓ نے جلدی سے تین طلاقیں دیدیں۔"
- حضرت امام بخاریؒ نے مذکورِ بالا حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط فرمایا ہے کہ: "ایک ہی مجلس میں یکے بعد دیگرے یا ایک ساتھ اکٹھی ایک ہی کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دیدی جائیں تو تینوں طلاقیں نافذ ہوجائیں گی۔ کیونکہ:
- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے "لعان" کے بعد جب حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں غصّے کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتے وقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرعی حکم کا انتظار بھی نہ کیا، لیکن اس کے باوجود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نہ صرف یہ کہ نکیر نہیں فرمائی، بلکہ تینوں طلاقوں کو نافذ العمل قرار دیا ہے۔[1]
- یاد رہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے یہ حدیث نو جگہ بیان کی ہے اور ہر جگہ ایک ایک مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ مثلاً: مسجد میں لعان کا جواز، مسجد میں فیصلہ کرنے کا جواز، اور دین میں غلو کی مُمانعت وغیرہ۔ اسی طرح اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی نکالا کہ ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔"

---

[1] ابو داؤد ج۱ ص ۳۱۳

سیدنا رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی تین طلاقوں کا فیصلہ

❸ حضرت امام بخاریؒ نے جس طرح ایک مجلس میں دی گئی اکٹھی تین طلاقوں کے نفاذ سے متعلق سیدنا عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعۂ لعان کو باب من اجاز طلاق الثلث میں نقل فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ ایک مجلس میں دی ہوئی اکٹھی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ اسی طرح سیدنا رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی طرف سے دی گئی اپنی بیوی کو تین طلاقوں سے متعلق ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی اسی باب میں نقل فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت رفاعہؓ نے بھی اکٹھی تین طلاقیں ہی دی تھیں۔ نیز حضرت امام بخاریؒ نے یہی روایت مختلف ابواب میں سات مقامات پر نقل فرمائی ہے۔ کسی میں صرف طلقہا، طلقنی طلاق امرأته کے الفاظ آئے ہیں، جبکہ اس باب میں بتّ طلاق آیا ہے، جس کا معنی ہے: قطع عصمتہا بتطلیق الثلاث۔ یعنی تین طلاقیں دیکر اس کی عصمت کو کاٹ دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں صرف طلقہا اور طلقنی کے لفظ آئے ہیں اس سے بھی تین طلاقیں ہی مراد ہیں۔ چنانچہ

○ "ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ! حضرت رفاعہؓ نے مجھے بتّ طلاق دے کر اپنے سے جدا کر دیا تھا اس کے بعد میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن زبیرؓ قرظیؓ سے دوسرا نکاح کر لیا۔ لیکن ان کے پاس کپڑے کے پھندنے کے سوا کچھ بھی نہیں، یعنی وہ عورت کے لائق نہیں ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم چاہتی ہو کہ دوبارہ رفاعہؓ کے پاس چلی جاؤں، لیکن تم حضرت رفاعہ کے پاس اس وقت نہیں جاسکتیں جب تک عبدالرحمٰنؓ اور تم دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز نہ ہو جاؤ"۔ آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ اگر عبدالرحمٰن اس قابل نہیں ہیں تو تم ان سے طلاق لے کر بھی حضرت رفاعہؓ کے پاس نہیں جاسکتیں۔

- یاد رہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے یہ حدیث مختلف ابواب میں سات جگہ نقل فرمائی ہے اور ہر مقام پر الگ الگ مسائل مستنبط فرمائے ہیں، جبکہ واقعہ یہی ہے لیکن اس واقعہ میں طلاق سے متعلق مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً: کہیں بت طلاق کا لفظ آیا ہے، کہیں طلقها ثلثا ہے، اور کہیں طلق امرأته کا لفظ آیا ہے۔ جبکہ باب التبسم والضحك میں طلقها آخر ثلث تطليقات کا لفظ بھی آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رفاعہؓ نے دو طلاقیں تو اس سے پہلے ہی دی ہوئی تھیں اور اب آخری بار تیسری طلاق دے کر مکمل طور پر ہمیشہ کے لیے انقطاع تعلق کر لیا۔
- لیکن حقیقت یہ ہے کہ صحیح بخاری کے متعدد قلمی نسخوں میں سے کسی میں بھی آخر کا لفظ موجود نہیں تھا، البتہ "مشکول" کے نسخہ میں کسی طرح یہ لفظ لکھا گیا اور پھر اسی نسخہ سے دیکھ کر طبع شدہ موجودہ نسخہ میں بھی نقل کر دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود شارح بخاری حضرت علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب قسطلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۹ ص ۵۷ میں یہ حدیث لکھتے وقت فطلقها ثلث تطليقات کے الفاظ لکھے ہیں اور آخر کا لفظ نہیں لکھا۔ لیکن کوئی اس کو کتابت کی غلطی بھی نہ سمجھے۔ کیونکہ
- حضرت امام قسطلانیؒ نے حاشیہ میں اس بات کی باقاعدہ وضاحت فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: في نسخ المتن المشكول زيادة لفظة آخر بعد قوله فطلقها. اھ. کہ نسخہ متن مشکول میں فطلقها کے بعد آخر کا لفظ اضافی ہے۔ یعنی اصل نسخہ میں آخر کا لفظ نہیں ہے۔ نیز:
- حضرت امام بخاری کا اس حدیث کو باب من اجاز طلاق الثلث میں بیان کرنا بھی تبھی درست ہو سکتا ہے جب آخر کا لفظ نہ ہو، ورنہ ان کا مدعیٰ ثابت نہ ہوگا۔
- نیز آخر کا لفظ بتّ طلاق کے بھی مغایر ہے، جس کا معنی ہے کہ تین طلاقیں دے کر اس کی عصمت کو کاٹ دیا۔ جیسا کہ شراح نے تحریر فرمایا ہے۔

سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ کی بتہ طلاق کا فیصلہ

❹ حضرت امام سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سُنن ابی داؤد ص ۳۰۷ میں باب فی البتۃ کے تحت سیدنا رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ کی طلاق کا واقعہ بیان کیا ہے، جو اُنھوں نے لفظ البتۃ کے ساتھ دی تھی۔ چنانچہ:

○ سیدنا رُکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا ماجرا سُنایا۔ اور فرمایا کہ واللہ! میری نیت محض ایک طلاق دینے کی تھی۔ اس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: لفظ البتۃ بول کر آپ کی مُراد ایک طلاق دینے کی تھی؟ تو حضرت رُکانہؓ نے قسم کھا کر فرمایا کہ: "واللہ! میری نیت ایک طلاق کی تھی۔ اس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو وہی ہُوا جو ارادہ تھا۔

○ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ ذی شان سے معلوم ہُوا کہ اگر لفظ "البتۃ" بولتے وقت اُن کی مُراد تین طلاقوں کی ہوتی تو اسی ایک لفظ کے بولنے سے تینوں طلاقیں واقع ہوجاتیں۔ ورنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت رُکانہؓ سے اس طرح دُہرا کر اور قسم لے کر پُوچھنے کی ضرورت ہوتی؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت رکانہؓ سے یہ استفسار اسی صُورت میں درست ہوسکتا ہے جبکہ "البتۃ" کا لفظ بول کر ایک طلاق کا ارادہ کرنے سے ایک اور تین کا ارادہ کرنے سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہوں۔

○ یاد رہے کہ لفظ البتۃ اُن الفاظِ کنایات میں سے ہے، جو طلاق کے معنے میں استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ ان الفاظِ کنایات میں سے کوئی لفظ بولتے وقت جو نیت ہوگی اسی کا اِعتبار کیا جائے گا۔ مثلاً: اگر طلاق کی نیت نہ تھی تو سرے سے طلاق ہولی ہی نہیں۔ اور اگر ایک طلاق کی ہو تو ایک طلاق ہوگی اور اگر "البتۃ" کا لفظ بولتے وقت تین طلاقوں کی نیت ہو تو اسی ایک لفظ کو صرف ایک مرتبہ بولنے سے تینوں طلاقیں پڑجائیں گی۔

○ حضرت امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ص ۷۹۲ میں اِذَا قَالَ فَارَقْتُكِ اَوْ سَرَّحْتُكِ اَوِالْخَلِيَّةُ اَوِالْبَرِيَّةُ اَوْمَا عُنِيَ بِهِ الطَّلَاقُ فَهُوَ عَلٰى نِيَّتِهٖ ۔ کے عنوان سے طلاق کے لیے استعمال ہونے والے الفاظِ کنایات کا ایک باب منعقد کر کے ثابت کیا ہے کہ جب شوہر کہے: فَارَقْتُكِ کہ میں نے تجھے الگ کیا۔ یا کہے: سَرَّحْتُكِ کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا۔ یا کہے: خَلِيَّةٌ کہ تو آزاد ہے۔ یا کہے: بَرِيَّةٌ کہ تجھ سے بیزاری ہے یا اسی قسم کے اور کوئی الفاظ بولے جن سے طلاق مراد لی جا سکتی ہے مثلاً بَتَّ یا اَلْبَتَّةَ کا لفظ بول کر تحفظِ عصمت کی ذمہ داری سے کنارہ کشی کا اظہار کرے، یا اَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ تو ان صورتوں میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ نیز:

○ حضرت امام بخاریؒ نے بَابُ مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهٖ اَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مدار نیت پر ہے۔

○ نیز حضرت امام بخاریؒ نے فرمایا: "سب علماء یہی فرماتے ہیں کہ جب تین طلاقیں دے دی جائیں تو عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے اور علماء اس کو حرام بالطلاق یا حرام بالفراق کہتے ہیں۔"

○ حضرت امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ "تحریم" یعنی اپنی بیوی کو کہنا کہ "تو مجھ پر حرام ہے۔" سو بشرطِ نیت کنائے کا محض یہ ایک لفظ (اَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ یا تو مجھ پر حرام ہے) بمنزلہ تین طلاقوں کے سمجھا جائے گا۔

○ حضرت علامہ ابن بطالؒ نے بھی حضرت امام بخاریؒ کے اس فرمان کا مطلب یہی بیان فرمایا ہے کہ جس طرح تین طلاقوں سے عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے اسی طرح عورت کو اپنے اُوپر حرام قرار دے لینے کا مطلب بھی تین طلاقیں ہی ہیں۔

- نیز آپ نے مزید یہ بھی فرمایا کہ حضرت امام بخاریؒ نے اپنے مُدّعیٰ کو ثابت کرنے کے لیے دلیل میں سیدنا رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی الفاظِ کنایہ "بَتَّ" کے ساتھ دی ہوئی تین طلاقوں والی) حدیث پیش فرمائی ہے۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۱۳۷)
- حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت مروان بن الحکمؒ اُس شخص کے بارے میں تین طلاقوں کا فتویٰ دیا کرتے تھے جو اپنی بیوی کو بتّہ کے لفظ سے طلاق دیتا تھا۔ (مصفّیٰ شرح مؤطا امام مالکؒ ج ۲ ص ۵۱)
- حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بقول حضرت نافعؒ کے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ (بہ نیّتِ طلاق کنایۃً بولے جانے والے الفاظ) خلیۃ اور بریۃ یعنی تو آزاد ہے اور میں تجھ سے بیزار ہوں) میں سے ہر ایک تین طلاقیں ہوتی ہیں۔ (مصفّیٰ شرح مؤطا ج ۲ ص ۵۱)
- نیز آپ نے فرمایا کہ مجھ تک امیرالمؤمنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول پہنچا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اَنْتِ عَلَیَّ حَرَامٌ (یعنی تُو مجھ پر حرام ہے) کہے تو (اسی ایک کلمہ سے) تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔
- نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت امام محمد بن اسلم ابن شہاب زہریؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کو (طلاق کی نیت سے) بَرِئْتِ مِنِّی (یعنی تُو مجھ سے بری) اور بَرِئْتُ مِنْكِ (میں تجھ سے بری) کے الفاظ کہے تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، کیونکہ طلاق کے لیے بولے جانے والے یہ الفاظ "البتۃ" کے قائم مقام ہیں۔ (دیکھیے مصفّیٰ شرح مؤطا ج ۲ ص ۵۱)
- حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کتاب الام ج ۵ ص ۱۱۹ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابن جریج نے حضرت عطاء رحمہما اللہ تعالیٰ سے "البتۃ" کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عطاءؒ نے ارشاد فرمایا کہ "البتۃ" کہنے والے کو اس کے دین ایمان پر چھوڑ دو۔ سو اگر وہ کہے کہ میرا ارادہ تین کا تھا تو تین، اور اگر کہے کہ ارادہ ایک کا تھا تو ایک طلاق ہوگی۔

○ جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے شاگردان گرامی تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ کی روشنی میں یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ جب طلاق کی نیت سے کنایۃً بولے جانے والے الفاظ میں سے کسی ایک لفظ کے ساتھ بھی بیک وقت تین طلاقیں واقع ہو کر عورت حرام ہو جاتی ہے، تو پھر یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں رہتا کہ صراحۃً تین طلاقیں دے ڈالنے سے تینوں طلاقیں واقع نہ ہو سکیں۔ بلکہ ایک مجلس میں صراحۃً تین طلاقیں دینے سے بطریقِ اولیٰ تینوں طلاقیں واقع ہو کر عورت حرام ہو جائے گی۔

○ فرق صرف یہ ہے کہ صراحۃً "طلاق" کا لفظ ادا کرتے وقت نیت کا ہونا شرط نہیں ہے۔ جبکہ کنایات کا استعمال کرتے وقت نیت کا ہونا ضروری شرط ہے۔ البتہ مذاکرۂ طلاق کے دوران اگر کنایات کا استعمال ہو جائے، جن کا ذکر گزشتہ صفحات پر ہو چکا ہے تو پھر نیت بھی ضروری نہیں، کیونکہ مذاکرۂ طلاق ہی نیت کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

○ نیز یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ اَنْتِ عَلَیَّ حَرَامٌ کہنے سے بیک وقت تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

○ اسی طرح اگر کوئی شخص فِیْ کَلِمَۃٍ وَّاحِدَۃٍ یعنی ایک ہی کلمہ میں اکٹھی تین طلاقیں دیتے ہوئے انتِ طَالِقٌ ثلٰثًا یا "میں نے تجھے تین طلاقیں دیں" کا لفظ کہہ دے تو بھی تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ جیسے:

○ اگر کوئی شخص ایک مجلس میں دو گواہوں کے سامنے تین عورتوں کو کہے کہ میں نے تم تینوں سے نکاح کیا، اور وہ تینوں بھی دو گواہوں کے سامنے کہیں کہ ہم نے قبول کیا، تو تینوں سے بیک وقت نکاح ہو جائے گا۔ البتہ:

○ کنایات میں سے "بتہ" اور "البتۃ" کے الفاظ مفردہ ایسے ہیں کہ یہاں نیت شرط ہے۔ یعنی اگر ایک طلاق کی نیت ہو گی تو صرف ایک طلاق ہو گی اور اگر تین کی نیت ہو گی تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔[1]

---

[1] دیکھیے مصنف عبدالرزاق باب البتۃ والخلیۃ ج ۶ ص ۳۵۵ تا ۳۶۳

○ یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا رُکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ نے "البتۃ" کے لفظِ بائنہ کے ساتھ اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد حضرت نبی کریم ﷺ سے کہا تھا کہ "بتّہ" بول کر میری مُراد ایک طلاق کی تھی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس بات کی قسم لی۔ اور حضرت رُکانہؓ نے قسم کھا کر کہا کہ واللہ! میں نے بتّہ سے مُراد ایک طلاق ہی لی تھی، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ارادہ اور نیّت کا لحاظ رکھتے ہُوئے ایک طلاق قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت رکانہؓ کی نیت تین طلاقوں کی ہوتی تو صرف اسی ایک لفظ سے تین طلاقیں ہو جاتیں۔

حدیثِ رُکانہ کی سند

سیدنا رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ کی اپنی بیوی سُہیمہؓ کو لفظ "البتۃ" کے ساتھ دی گئی طلاق پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے متعلق یہ روایت حضرت امام ابوداؤدؒ تک تین سندوں سے پہنچی ہے، جن میں سے دو سندوں میں تو حضرت امام شافعیؒ راوی ہیں، اور خود انھوں نے یہ روایت کتاب الام ج ۳ ص ۲۶۰ میں نقل فرمائی ہے۔ نیز یہ حضرت امام شافعیؒ کا اپنا خاندانی مسئلہ ہے، کیونکہ سیدنا رکانہؓ ان کے بزرگوں میں سے ہیں، جبکہ سیدنا رکانہؓ کے والد عبد یزید جناب ہاشم بن مُطلب بن عبد مناف کے بیٹے تھے۔

○ عبد مناف جو کہ چوتھی پشت میں نبی آخرالزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں، ان کے چار بیٹے تھے۔ نوفل، عبد شمس، مُطلب اور ہاشم۔

○ اور ہاشم بن عبد مناف کے پانچ بیٹے تھے۔ عجاف، اسد، نضلہ، صیفی، اور عبد المطلب۔ جبکہ عبد المطلب کے بیٹوں میں حارث، غیداق، قثم، حجل، مقوم، عبد الکعبہ، ابوطالب، ابولہب، عبد اللہ (پدرِ رسول اللہ ﷺ) زبیر، عباس اور سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہم کے نام شامل ہیں۔

○ اور مُطلب بن عبد مناف کے پانچ بیٹوں میں سے بھی ایک کا نام ھاشم تھا۔

شجرۂ نسب حضرت امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی مطلبی
رحمہ اللہ تعالیٰ
مُطّلب بن عبد مناف
حارث
مغرمہ
ھاشم
عبادہ
عبد یزید
عبد یزید
رُکانہ
عُبید
عُجیر
یزید
سائب
نافع
علی
شافع
علی
عبد اللہ
عُثمان
علی
عبد اللہ
ادریس
محمد
زبیر بن سعد
جریر بن حازم
سلیمان بن داؤد
محمد بن ادریس شافعی مُطّلبی
روایت رُکانہ میں امام ابو داؤدؒ کی سند
عالم العصر ناصر الحدیث فقیہ الملۃ امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی قرشی مُطّلبی مکی
احمد بن عمرو بن السرح ابو طاہر
ابراہیم بن خالد ابو ثور کلبی
عبد اللہ بن زبیر بن عیسیٰ
سند اوّل
سند ثانی
محمد بن یونس نسائی
سند ثالث
شیخ السنن مقدم الحفاظ امام سلیمان بن الاشعث ابو داؤد الازدی السجستانی محدث بصرہ
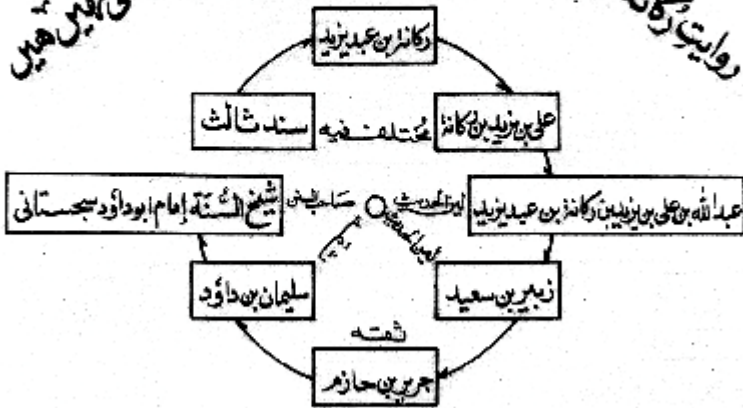
روایتِ رکانہ کی تینوں سندوں کا تعارف

حضرت امام ابوداؤد سجستانیؒ نے سنن ابی داؤد ص ۳۰۷ میں باب فی البتۃ کے تحت تین سندوں سے زیر بحث حدیثِ رکانہؓ کو نقل فرمایا ہے۔

اس حدیث کی دو سندوں میں عالم العصر ناصر الحدیث، فقیہ الملت حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی قرشی مطلبی مکی غزی صاحب کتاب الام رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام نامی آتا ہے۔ جن کے تفقہ، تدین اور تقویٰ میں کسی کو بھی انکار نہیں۔ بلکہ ان کو وہ مقام حاصل ہے کہ وہ جس حدیث کو اپنے دعویٰ کے اثبات میں پیش کریں اس کی سند کے قوی یا ضعیف ہونے کی بات نہ کی جائے۔

○ البتہ اس روایت میں حضرت امام ابوداؤدؒ کی ایک سند وہ بھی ہے جس میں حضرت امام شافعیؒ کا نام نہیں آتا، اور اسی ایک سند کو دیکھ کر بعض لوگوں کو مغالطہ ہوجاتا ہے اور اس سند میں موجود دو لیّن الحدیث راویوں کی وجہ سے اس روایت کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیے اب ان تینوں سندوں کے رواۃ کا مختصر حال لکھا جاتا ہے، تاکہ کوئی مغالطہ نہ رہے۔

پہلی سند

حدثنا ابن السرح و ابراهيم بن خالد كلبي نا محمد بن ادريس الشافعي حدثني عمي محمد بن علي بن شافع عن عبد الله بن علي بن السائب عن نافع بن عجير بن عبد يزيد بن هاشم بن المطلب المطلبي المكي۔

○ حضرت امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اس سند میں اُنھوں نے اپنے اُن دو استاذوں کے نام تحریر فرمائے ہیں جنھوں نے اپنے دُوسرے کئی ساتھیوں کی جماعت میں بیٹھ کر براہِ راست حضرت امام شافعیؒ سے حضرت رکانۃ بن عبد یزید کی طلاق سے متعلق یہ حدیث سُنی ہے۔

○ ان میں سے ایک محدّث کا نام "احمد بن عمرو بن السرح ابو طاہر مصری" ہے۔ اور انھیں اسماء الرجال والے ثقہ قرار دیتے ہیں۔

○ اور ان کے دُوسرے ساتھی کا نام "ابراہیم بن خالد ابو ثور کلبی ہے" اور انھیں اسماءُ الرّجال والوں نے ثقہ، فقیہ اور امام مجتہد قرار دیا ہے۔

○ حضرت امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ ائمۂ عالم میں سے ایک امام ہیں۔

دُوسری سند

حدثنا محمد بن يونس النسائي ان عبد الله بن الزبير حدثهم عن محمد بن ادريس الشافعي حدثني عمي محمد بن علي بن شافع ....

○ اس سند میں حضرت امام ابوداؤدؒ کے اُستاذ حضرت محمد بن یونس نسائی ہیں، ان کو بھی اسماء الرجال کے ماہر نقّادِ اہل حدیث ثقہ قرار دیتے ہیں۔

○ اور حضرت محمد بن یونس نسائیؒ کے استاذ حضرت عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ قرشی حمیدی ابوبکر مکی ہیں۔ اسماء الرجال کے ماہرین نے ثقہ، حافظ الحدیث اور فقیہ بتلایا ہے۔ انھوں نے حضرت امام شافعی سے کئی روایات حاصل کیں اور تفقہ کا فن بھی سیکھا۔ علاوہ ازیں ان کا شمار حضرت سُفیان بن عُیینہؒ کے جلیل القدر شاگردوں میں بھی ہوتا ہے۔

روایتِ رُکانہ میں امام شافعیؒ کی سند

حضرت امام ابو داؤدؒ اور حضرت امام شافعیؒ کے مابین راویوں کی ثقاہت ہے، میں تو کسی قسم کا شک نہیں اور ان میں کسی قسم کے علمی ضعف کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جبکہ حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے فقیہ، مجتہد، محدّث اور امام العصر ہونے میں بھی کسی کو کلام نہیں۔ اور شیخ السُنّت حضرت امام ابو داؤد سجستانیؒ کے علم وثقاہت کا بھی یہی حال ہے۔

اب دیکھیے کہ حضرت امام شافعیؒ کے اساتذہ میں کون لوگ ہیں ۔؟

- حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے اس روایت میں اُستاد کا نام ہے حضرت محمد بن علی بن شافع ۔ جو حضرت امام شافعی کے چچا یعنی انکے والد ماجد حضرت ادریس بن عثمان بن شافع کے چچیرے بھائی ہیں، اور خود حضرت امام شافعیؒ نے ثقہ کہہ کر ان کی توثیق فرمائی ہے۔
- پھر ان کے اُستاذ حضرت عبداللہ بن علی بن السائب کا نام آتا ہے، جو حضرت محمد بن علی بن شافع کے والد صاحب کے چچا زاد بھائی ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ، ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے بھی ان کی توثیق فرمائی ہے۔
- پھر ان کے استاذ حضرت نافع بن عجیر ہیں، جو کہ حضرت عبداللہ بن علی کے دادا حضرت سائب بن عبید بن عبد یزید کے چچا زاد بھائی ہیں۔ ان کو بعض نے تو صحابی بتلایا ہے۔ مگر ابن حبان وغیرہ نے انھیں تابعی بتایا ہے۔
- اور حضرت نافع نے اپنے سگے چچا حضرت رُکانہ بن عبد یزید کا واقعہ بتایا، جو کہ صحابیٔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔
- اس روایت میں حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے لیکر حضرت نافع بن عجیرؒ تک سب کے راویوں کا تعلق حضرت رکانہ بن عبد یزید کے خاندان سے ہے۔ اور حضرت امام شافعیؒ کی تصدیق کے باعث اس روایت کو زبردست قوت حاصل ہوگئی ہے۔

لہ مستدرک ج ۲ ص ۲۱۸

تیسری سند

حضرت امام ابوداؤد نے جس طرح دو سندوں سے سیدنا رکانہ کی طلاق کے متعلق حضرت امام شافعی کی سند سے حضرت نافع بن عجیر کی روایت نقل فرمائی ہے، جو کہ سنداً اور متناً ہر دو لحاظ سے صحیح ہے۔

○ اسی طرح اس روایت کی ایک تیسری سند بھی تحریر فرمائی ہے، جو یہ ہے:

حدثنا سُلیمان بن داؤد ثنا جریر بن حازم عن الزبیر بن سعید عن عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ عن ابیہ عن جدہ۔

○ اس سند میں حضرت امام ابوداؤد کے اُستاذ حضرت سلیمان بن داؤد ہیں۔ اور ان کے اُستاذ حضرت جریر بن حازم ہیں، اور یہ دونوں ثقہ ہیں۔ البتہ:

○ حضرت جریر بن حازم کے استاذ حضرت زبیر بن سعید بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب ہاشمی مدنی "لیّن الحدیث" ہیں، جو ضعف کی علامت ہے۔

○ اور ان کے استاذ حضرت عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانہ بن عبد یزید ہیں، محدثین کے نزدیک یہ بھی "لیّن الحدیث" یعنی حدیث کے معاملے میں نرم ہیں:

○ اور ان کے اُستاذ خود ان کے والد حضرت علی بن یزید بن رکانہ ہیں۔ جنھیں حضرت امام ابنِ حبان نے تو ثقہ قرار دیا ہے، لیکن حضرت امام بخاری کے نزدیک ان کی روایت نقل کرنا مناسب نہیں۔ لہٰذا یہ مختلف فیہ شخصیت ہیں۔

○ اور حضرت علی بن یزید بن رکانہ کے اُستاذ خود ان کے دادا اور صاحبِ واقعہ سیدنا رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب (رضی اللہ عنہ) ہی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اس سند میں دو راوی (زبیر بن سعید اور عبد اللہ بن علی بن یزید) "لیّن الحدیث" یعنی حدیث کے معاملے میں نرم سمجھے جاتے ہیں، جبکہ اس سند کے ایک راوی (علی بن یزید بن رکانہ) مختلف فیہ ہیں۔ اس لیے خاص اس تیسری سند کی رو سے اس روایت کو ضعیف سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ ضعف چنداں مضر بھی نہیں۔ کیونکہ اس کی پہلی دو سندیں قوی ہیں۔

ابن جریج کی روایت

حضرت امام داؤد کی وہ روایت جس میں حضرت رکانہ کی لفظ بتہ سے اپنی بیوی سُہیمہ کو ایک طلاق دینے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کا ذکر ہے، اس کے برعکس ابن جریج کی سند سے بھی ایک اور روایت حضرت امام ابو داؤد نے باب بقیة نسخ المراجعة بعد تطلیقات الثلاث۔ ص ۳۰۵ میں بیان فرمائی ہے۔ اس روایت میں طلاق دہندہ کا نام بجائے رکانہ کے ابو رکانہ، اور بجائے بتہ کے تین طلاقوں کا، اور بجائے سُہیمہ کے اُم رکانہ کا ذکر آیا ہے، جو خلاف واقعہ ہے۔ چنانچہ روایت ہے:

- حضرت رکانہ اور ان کے بھائیوں کے والد عبد یزید نے اُم رکانہ کو طلاق دے دی اور مُزینہ قبیلہ کی ایک عورت سے نکاح کرلیا۔ پھر اُس عورت نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکایت کی ... تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے عبد یزید کو حکم دیا کہ تو اس مُزنیہ کو طلاق دیدے تو اس نے طلاق دیدی۔ پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اُم رکانہ کو واپس گھر لے آ، اِس پر اُس نے کہا کہ میں نے اسے تین طلاقیں دیدی تھیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں۔ بس تو اُم رکانہ کو اپنے گھر واپس لے آ۔ (سنن ابی داؤد ص۳۰۵)
- اس روایت کی سند یہ ہے: حدثنا احمد بن صالح نا عبد الرزاق نا ابن جریج اخبرنی بعض بنی ابی رافع مولی النبی ﷺ عن عکرمہ مولی ابن عباس عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔
- اس سند میں حضرت امام ابو داؤد کے اُستاذ حضرت احمد بن صالح ہیں۔
- اور ان کے استاذ عبد الرزاق بن ہمام بن نافع حمیری مولاہم ابوبکر صنعانی ہیں۔
- اور ان کے استاذ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج اموی مولاہم مکی ہیں۔
- اور ابن جریج کے استاذ کا نام گو سنن ابی داؤد میں تو موجود نہیں، تاہم حضرت حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نے مستدرک ج ۲ ص ۲۱۸ میں

ابن جریج کے اُستاذ کا نام "محمد بن عُبید اللہ بن ابی رافع" بیان فرمایا ہے، جوکہ ضعیف ہے۔ حضرت امام بخاری اور ابو حاتم اسے منکر الحدیث کہتے ہیں، جبکہ ابن معین لیس بشئی کہتے ہیں۔ اور ابن عدی نے کہا کہ اس کا شمار کوفہ کی شیعہ جماعت میں ہوتا ہے۔ ذہبی نے کہا کہ اس کی منکر حدیثیں بہت ہیں، جو "موضوع" کے مشابہ ہیں۔ دار قطنی نے کہا کہ متروک اور صاحب معضلات ہے (تہذیب التہذیب) نیز یہ روایت مسلکِ روافض کی تائید کرتی ہے۔

○ بہرحال یہ روایت ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ غلط اور خلافِ واقعہ بھی ہے کیونکہ اس روایت میں ابو رکانہ عبد یزید کے بارے میں آیا ہے کہ اس نے اپنی بیوی اُم رکانہ کو طلاق دے دی تھی۔ حالانکہ وہ صحابی نہیں تھا۔ لم یدرك الاسلام یعنی اس نے اسلام قبول ہی نہیں کیا۔ اور نہ ہی اسماء الرجال کی کتب میں ان کا کہیں ذکر ہے، نہ اسماء میں اور نہ کنیٰ میں۔

○ حضرت حافظ شمس الدین ذہبیؒ نے تجرید اسماءُ الصحابہ میں تحریر فرمایا ہے

عبد یزید بن هاشم بن مطلب بن عبد مناف ابو رکانه طلق ام رکانه وهذا لا یصح . والمعروف ان صاحب القصة رکانه یعنی ابو رکانہ عبد یزید کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے اُمّ رکانہ کو طلاق دی تھی یہ بات صحیح نہیں ہے اور محدثین میں یہ بات مشہور ہے کہ طلاق دینے والے حضرت رکانہؓ تھے۔

○ حضرت امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: قلتُ محمد (بن عبید الله بن ابی رافع) واہٍ و الخبر خطأ وعبد یزید لم یدرك الاسلام کہ میں کہتا ہوں کہ محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع واہی روایات بیان کرنے والا ہے اور اس کی یہ روایت تو سرے سے ہے ہی غلط، کیونکہ عبد یزید نے اِسلام قبول ہی نہیں کیا۔ (غایۃ السعایہ کتابُ الطلاق ص ۳۶۹)

○ یاد رہے کہ "واہی" "موضوع" کی طرح من گھڑت روایت کو ہی کہتے ہیں، واہی اور موضوع میں بہت نازک سا فرق ہوتا ہے۔ (تنزیہ الشریعہ ج ا ص ۱۹۳، ۲۴۸، ۳۷۲)

امام ابوداؤد کا تبصرہ

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج کی روایت نقل کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

- ابن جریج کی اس روایت سے عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ اور نافع بن عجیر کی وہ روایت زیادہ صحیح ہے جو باب فی البتۃ میں ہے کہ "حضرت رکانہ نے لفظ "بتہ" کے ساتھ اپنی بیوی کو طلاق دیدی تھی، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قسم لی تھی، اور جب انھوں نے قسم کھائی کہ بتہ بول کر میری مراد ایک طلاق تھی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ اپنے گھر بسانے کی اجازت دے دی تھی"۔ اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ: نافع اور عبداللہ حضرت رکانہ کے اہل خاندان میں سے ہیں، اور ان کی اولاد ہیں، اس لیے انھیں اپنے گھریلو حالات کا علم بہ نسبت دوسروں کے زیادہ ہوسکتا ہے۔
- حضرت امام ابوداؤد کی اس بات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طلاق دینے والے کا نام ابورکانہ نہیں بلکہ رکانہ ہے۔ گو کہ امام ابوداؤد نے صراحتہ تو یہ نہیں فرمایا مگر انھوں نے یہ اصول بیان فرمادیا ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے خاندان والوں کی بات زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہوتی ہے۔ نیز انھوں نے خاندانِ رکانہ کی یہ روایت نقل کرنے کے بعد اس روایت پر کوئی جرح نہیں فرمائی جیساکہ ابن جریج کی روایت پر جرح فرمائی ہے۔ اس لیے خاندانِ رکانہ کی روایت ہی صحیح اور قابل احتجاج ہے۔ کیونکہ:
- حضرت امام ابوداؤدؒ نے مقدمہ سنن میں اپنا ایک اصول یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جس حدیث میں شدید کمزوری ہوگی تو میں اس کا ذکر کردوں گا، جس روایت کے بارے میں کچھ ذکر نہ کروں تو سمجھو کہ وہ روایت قابلِ عمل ہے اور وہ احتجاج کی صلاحیت رکھتی ہے۔

محمد بن اسحاق کی روایت

روایاتِ رکانہ و ابو رکانہ کے بعد اب حضرت رکانہ کی طلاق کے بارے میں سب سے مختلف محمد بن اسحاق سے مروی وہ روایت نقل کی جاتی ہے جس کی وجہ سے اہل السنّت والجماعت کو منکرِ حدیث ہونے کا الزام دیا جاتا ہے حالانکہ یہ روایت نہ متن کے لحاظ سے صحیح ہے، نہ سند کے لحاظ سے۔ چنانچہ:

○ مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۸ میں ہے: حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا سعد بن ابراھیم ثنا ابی عن محمد بن اسحاق حدثنی داؤد بن الحصین عن عکرمہ مولی ابن عباس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال طلق رکانۃ بن عبد یزید اخو بنی المطلب امرأتہ ثلثا فی مجلس واحد. فحزن علیھا حزنا شدیدا. قال فسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتھا؟ قال طلقتھا ثلاثا قال (ابن عباس) قال (علیہ السلام) فی مجلس واحد؟ قال (رکانۃ) نعم قال (علیہ السلام) فانما تلك واحدۃ فارجعھا ان شئت. قال (ابن عباس) فرجعھا. فکان ابن عباس یری انما الطلاق عند کل طھر.

○ یعنی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت رکانۃ بن عبد یزید مُطلبیؓ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیدی تھیں، پھر اپنے کیے پر سخت غمگین ہوئے، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے کس طرح طلاق دی؟ تو اس کے جواب میں حضرت رکانہ نے فرمایا کہ میں نے اسے تین طلاقیں دیں۔ اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دی تھیں؟ تو حضرت رکانہ نے فرمایا کہ جی ہاں۔ پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک ہی طلاق قرار دیکر اجازت دیدی کہ تم چاہتے ہو تو رجوع کرلو۔۔۔ الخ

روایتِ مُسْنَد کی سند

- مسند احمد کی اس روایت میں حضرت امام عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل کے اُستاذ خود ان کے والد حضرت امام احمد بن محمد بن حنبل ابوعبداللہ شیبانیؒ ہیں۔
- اور اُن کے اُستاذ حضرت سعد بن ابراہیم ہیں ۔ اور یہ ثقات میں سے ہیں۔
- اور اُن کے اُستاذ حضرت ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہیں، اور اُن کا شمار بھی ثقات ، صاحبُ الحدیث اور صدوق میں ہوتا ہے۔
- اور اُن کے اُستاذ کا نام محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار قرشی مطلبی مولاہم مدنی ہے
- اور اُن کے اُستاذ کا نام داؤد بن الحُصَین ابوسُلیمان الاموی مولاہم المدنی ہے
- اور اُن کے اُستاذ کا نام ابوعبداللہ عکرمہ قرشی بربری مولا ابن عباس ہے
- اور ان کے اُستاذ عمزادۂ رسول اللہ ﷺ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔

مُتکلَّم فیہ راویوں کا مختصر تعارف

- اس روایت کی سند میں محمد بن اسحٰق اور داؤد بن الحُصین ایسے دو نام ہیں جن کے بارے میں اکثر علماء کچھ اچھی رائے نہیں رکھتے۔ تاہم بعض علما نے ان کی توثیق بھی فرمائی ہے۔ سطورِ ذیل میں دونوں قسم کی آرا مختصراً لکھی جاتی ہیں۔

مُحمّد بن اسحٰق

محمد بن اسحٰق بن یسار بن خیار قرشی مطلبی مولاہم المدنی (متوفیٰ ۱۵۱ھ) کے متعلق علماء کی مختلف آراء ہیں۔ بعض تو اسے اچھا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

- محمد بن اسحٰق جب تک مدینہ میں رہے گا تب تک علم زوال پذیر نہ ہوگا۔ (زہری)
- محمد بن اسحٰق ان چھ آدمیوں میں سے ایک ہے جن پر حدیث کی مدار ہے۔ (علی بن مدینی)
- محمد بن اسحٰق دوسروں سے زیادہ حافظہ رکھتا تھا۔ (ابومعاویہ محمد بن خازم مرجئہ)
- محمد بن اسحٰق سب سے پہلا جامع المغازی اور اس فن میں اعلم الناس ہے۔ (سفیان)
- محمد بن اسحٰق کو مغازی (یعنی جہادِ نبویؐ کے مواقع سے متعلق احادیث کو جمع کرنے میں اتنی مہارت تھی کہ بڑے بڑے متبحر علماء مغازی بھی اس کے خوشہ چین ہیں۔ (امام شافعی)

- محمد بن اسحاق کے بارے میں کچھ علماء تو اچھے تاثرات کا اظہار کرتے ہیں، لیکن ان کے برعکس اکثر محققین اس کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے، مثلاً:
- حضرت محدث محمد بن عبداللہ بن نمیر فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق اگر معروف محدثین سے روایت کرے تو حدیث کے معاملے میں اچھا اور صدوق ہے، لیکن یہ عام طور پر مجہول اور غیر معروف راویوں سے باطل حدیثیں[1] بیان کرتا ہے۔
- حضرت محدث ابن ابی خثیمہ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ کبھی تو محمد بن اسحٰق کے بارے میں فرماتے تھے کہ اس کی حدیث نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور کبھی فرماتے کہ وہ ٹھیک نہیں، اور کبھی فرماتے تھے کہ میرے نزدیک محمد بن اسحاق سقیم اور کمزور ہے قوی نہیں۔
- حضرت محدث یحییٰ بن معین نے ایک دفعہ تو محمد بن اسحاق کے بارے میں یہ فرمایا کہ وہ ثقہ ہے مگر حجت نہیں، لیکن اکثر اوقات اُسے ضعیف کہتے تھے۔
- حضرت محدث حماد بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں اضطراری اور مجبوری کی حالت کے سوا کبھی محمد بن اسحاق کی حدیث بیان نہیں کیا کرتا۔
- حضرت محدث عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب اپنی مسند میں سے محمد بن اسحاق کی بیان کردہ حدیثیں تلاش کر کرکے نکالتے جاتے تھے، اور سنن میں اس کی حدیث کو قابلِ احتجاج نہیں سمجھتے تھے[2]۔
- نیز آپ نے فرمایا کہ جس حدیث میں محمد بن اسحاق منفرد ہو وہ مقبول نہیں[3]۔
- حضرت محدث ابو الحسن دارقطنی فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی بیان کردہ حدیث سے دلیل نہ پکڑی جائے۔ (خطیب بغدادی ج ۱ ص ۲۳۲)
- حضرت محدث ابن نمیر نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق کی روایات میں بہت سی قابلِ اعتراض باتیں ہوا کرتی ہیں۔
- حضرت محدث قاضی شوکانی نے ابن اسحاق کی روایت کو معلول قرار دیا۔
- حضرت امام احمد بن شعیب ابوعبدالرحمٰن نسائی نے ابن اسحاق کو غیر قوی قرار دیا[4]۔

---

[1] بغدادی ص۲۲۵ [2] تہذیب التہذیب ص۴۳ و سیر اعلام النبلاء ص— [3] بغدادی ص۲۳۲ [4] ضعفاء صغیر ص۵۲

- بہت سے عُلماء محمد بن اسحاق کی روایت کو حُجت نہیں مانتے، کیونکہ اس میں کئی قسم کے عیب ہیں۔ مثلاً: ① اہلِ کتاب اور روافض سے روایت لے لیتا تھا۔ ② تقدیر کا منکر تھا۔ ③ امتِ محمدیہ کو فساد میں مبتلا کرنے کے لیے چٹکلے سُنایا کرتا تھا۔ ④ مُرغ بازی کرتا تھا۔ ⑤ ورع اور تقویٰ اختیار نہ کرتا تھا۔ ⑥ کوئی اسے شیعہ کہتا ہے۔ ⑦ کسی کے نزدیک وہ معتزلی تھا۔ ⑧ روایتِ حدیث میں تدلیس سے کام لیتا تھا۔ ⑨ کئی علماء نے اسے کذاب کہا۔ ⑩ اور کئی دجال سمجھتے ہیں۔ چنانچہ:
- حضرت امام ابوداود نے محمد بن اِسحاق کو مُنکرِ تقدیر اور مُعتزلی کہا ہے۔
- حضرت امام احمد بن حنبل نے محمد بن اسحاق کو بیاضی کہا۔
- نیز آپ نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق کثیر التدلیس ہے۔
- نیز آپ نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق حجت نہیں۔ کیونکہ:
- محمد بن اسحاق (مدینہ سے نکالے جانے کے بعد) بغداد میں آکر کلبی جیسے کذاب لوگوں سے حکایت کرنے کی پرواہ نہیں کیا کرتا تھا۔
- حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ محمد بن اِسحاق کا بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ ہر سچے اور جھوٹے کی روایت لکھ لیا کرتا تھا اور اس بارے میں ورع اور تقویٰ اختیار نہ کرتا تھا۔
- حضرت امام مالک اور یحییٰ بن سعید انصاری اس پر جرح فرمایا کرتے تھے۔
- حضرت محدث محمد بن اسماعیل بن مسلم ابن ابی فدیک فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسحاق کو دیکھا ہے کہ وہ اہلِ کتاب سے اخذ کر کے حدیث لکھ دیتا ہے۔
- حضرت ابن ابی عدی فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق مُرغ بازی کیا کرتا تھا۔
- حضرت محدث ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام احمد اور دار قطنی کے علاوہ اور بھی بہت سے جیّد علماء محمد بن اسحاق کو مدلس کہتے ہیں۔ اور یہ ضعیفوں، مجہولوں، بلکہ ان سے بھی بُرے لوگوں سے تدلیس کیا کرتا تھا۔

- حضرت محدث ابوحاتم نے محمد بن اسحاق ضعیف کہا۔ (کتاب العلل ج ۱ ص ۴۳۳)
- حضرت وہیب بن خالد نے ابن اسحاق کو کذاب کہا۔ (تہذیب التہذیب ۴۱/۹)
- حضرت امام مالک نے محمد بن اسحاق کو کذاب کہا۔ (خطیب بغدادی ۲۳۲/۱)
- حضرت جریر بن حمید فرماتے ہیں کہ میرا خیال نہ تھا کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا جس وقت لوگ محمد بن اسحاق سے حدیث سنیں گے۔ (تہذیب ۳۰۶/۲)
- حضرت ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ بھلا محمد بن اسحاق کے بارے میں بھی کوئی صحیح نظریہ قائم کیا جا سکتا ہے؟ وہ تو لاشے ہے۔ (توجیہ النظر ص ۲۸۰)
- حضرت امام ترمذی نے فرمایا کہ اس کا حافظہ کمزور تھا۔ (کتاب العلل ج ۲ ص ۲۳۷)
- حضرت امام نووی نے فرمایا کہ جو راوی صحیح کی شرطوں کے مطابق نہیں ہیں ان میں سے ایک محمد بن اسحاق بھی ہے۔ (مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶)
- حضرت امام ذہبی فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی روایات درجۂ صحت سے گری ہوئی ہیں، اس لیے حلال و حرام کے معاملے میں اس کی روایات دلیل میں پیش کرنا درست نہیں ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۳)
- حضرت امام ابن حجر نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق کی روایات دلیل کے قابل نہیں خصوصاً جبکہ وہ منفرد اور اکیلا ہو۔ اور جب کسی ثقہ راوی کی روایت اس کے خلاف ہو تو پھر محمد بن اسحاق کی روایت قابلِ توجہ ہی نہیں ہو سکتی۔ (درایہ ۱۹۳)
- حضرت امام ابن تیمیہ کے شاگردِ خاص حضرت امام ابن قیم نے حضرت امام احمد کے حوالے سے بتلایا کہ محمد بن اسحاق کی روایت منکر ہے یعنی ثقہ نہیں،
- نیز آپ نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق ضعیف ہے۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۴۳)
- حضرت امام منذری و سخاوی نے امام احمد کے حوالے سے بیان فرمایا کہ: غزواتِ نبویہ کے متعلق روایت تو ابن اسحاق سے لی جا سکتی ہے، لیکن جب حلال و حرام کا مسئلہ ہو تو اس میں ثقہ اور ثبت راوی درکار ہیں، یعنی حلال و حرام کے معاملے میں ابن اسحاق کا کچھ مقام نہیں۔ (ترغیب و ترہیب صفحہ ۲۹۰/۴)

○ حضرت امام ذہبی نے فرمایا کہ ابن اسحاق کی روایت درجۂ صحت سے گری ہوئی ہے۔

○ نیز آپ نے فرمایا کہ بہت سے علماء اس کی حدیث کو حجت نہیں مانتے، کیونکہ محمد بن اسحاق میں کئی قسم کے عیب ہیں۔ مثلاً: ○ ایک تو وہ شیعہ تھا۔ ○ دوسرے یہ کہ وہ تقدیر کا منکر تھا۔ ○ اور تیسرے یہ کہ اپنی حدیث میں تدلیس کرنا اس کی عادت تھی، البتہ سچا ضرور تھا لیکن اس کی یہ سچائی اس کی مذکورہ بالا برائیوں کو اس سے دور نہیں کر سکتی[1]

○ حضرت محدث ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کذاب ہے۔

○ حضرت محدث یحییٰ بن سعید قطان نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق کذاب ہے۔
حضرت محدث سلیمان تیمی نے بھی محمد بن اسحاق کو کذاب کہا۔

○ حضرت یحییٰ بن سعید نے فرمایا کہ حجاج بن ارطاۃ (جس کی بحث آگے آرہی ہے) اور محمد بن اسحاق دونوں برابر ہیں۔ اور میں نے عمداً انھیں چھوڑ دیا ہے، اور ان کی ایک حدیث بھی نہیں لکھی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۵۳ و ۷۰)

○ حضرت محدث اعمش فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق بھی جھوٹا ہے اور اس کا استاذ ابن اسود بھی جھوٹا اور کذاب ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۵۲)

○ حضرت امام مالک بن انس اہل عراق سے کہا کرتے تھے کہ اے عراق والو! محمد بن اسحاق کے بعد فساد میں ڈالنے والے چٹکلے تمھیں کون سنایا کرے گا؟

○ نیز آپ نے محمد بن اسحاق کے بارے میں فرمایا: دجال من الدجاجلہ کہ یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ (سیر ص ۵۱ و میزان ص ۲۱ و تہذیب ص ۴۱)

○ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خود ہم نے اس دجال کو مدینہ سے نکالا ہے۔

○ حضرت امام بخاری نے محمد بن اسحٰق کی کوئی روایت صحیح بخاری میں نقل نہیں کی، البتہ بطورِ تعلیق کتاب المغازی میں اس کے بعض اقوال بلا سند نقل کیے ہیں۔

○ حضرت امام مسلم اس کی روایت تب تک نہیں لیتے جب تک اس کا متابع نہ ہو۔ دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، سیر اعلام النبلاء، تقریب التہذیب اور طبقات المدلسین وغیرہ۔

---

[1] سیر ص ۳۹

کیا امام مالکؒ نے ابن اسحٰق پر جرح سے رجوع کرلیا تھا

حضرت امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد سیواسی ثم سکندری ابن ہمام حنفیؒ نے شرح فتح القدیر ج ۱ ص ۱۵۹ میں محمد بن اسحٰق کی توثیق کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو جرح منقول ہے وہ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی، اور اگر واقعی حضرت امام مالکؒ کا اس پر جرح کرنا صحت کو پہنچ جائے تو دوسرے اہلِ علم نے اس جرح کو قبول نہیں فرمایا۔

○ نیز آپ نے تحریر فرمایا کہ حضرت امام مالکؒ نے محمد بن اسحاق پر کلام کرنے سے رجوع کرلیا تھا، اور اس کے ساتھ صلح کرکے اس کی طرف ھدیہ اور تحفہ بھی روانہ فرمایا تھا۔ (شرح فتح القدیر ج ۱ ص ۱۵۹)

○ لیکن حضرت امام ابن ہمام کی اس توثیق اور حضرت امام مالکؒ کے رجوع کا قول اور کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا، حتیٰ کہ حضرت علامہ ذہبیؒ نے بھی محمد بن اسحاق کے بارے میں جرح سے حضرت امام مالکؒ کے رجوع کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ جبکہ بقول حضرت علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے حضرت امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ ان علماء میں سے ہیں جن کو نقدِ رجال اور ان کے احوال کی معرفت میں مکمل طور پر تتبع اور انھیں تلاش کرنے میں پوری دسترس ہے۔ (نخبۃ الفکر ص ۱۱)

○ نیز حضرت امام ابنِ ہمام نے یہ بھی کہیں نہیں فرمایا کہ محمد بن اسحاق پر حضرت امام مالک کے رجوع کا قول ان تک کس ذریعہ سے پہنچا ہے۔ اس لیے حضرت امام ابن ہمام کا بلادلیل دعویٰ قابلِ التفات نہیں۔

○ نیز یہ بات تو سب علماء کے نزدیک مسلّم ہے کہ ابن اسحاق مدلّس تھا۔ اور **قاعدہ** ہے کہ اگر کوئی مدلس حدثنی کہہ کر روایت کرے اور اس کے شیوخ و تلامذہ میں ضعف نہ ہو تو مقبول ہے۔ اور اگر عن سے روایت کرے تو مقبول نہیں، جبکہ اس کے طبقہ کا کوئی ثقہ راوی بھی اس سے متفق نہ ہو۔

روایاتِ ابن اسحاق کے متعلق متقدمین علماء کی آراء

جس طرح محمد بن اسحاق کی شخصیت اور اس کے علمی مقام کے بارے میں علماء متقدمین میں سے بعض جلیل القدر محدثین اور ناقدین مختلف الخیال ہیں اور اکثر علماء کے نزدیک محمد بن اسحاق ایک ناقابلِ اعتماد شخصیت ہے۔ اسی طرح محمد بن اسحاق سے مروی روایات کے بارے میں بھی متقدمین علماء کرام مختلف الخیال ہیں۔ چنانچہ:

- حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ کی فتح الباری شرح صحیح البخاری کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ محمد بن اسحاق کی روایات کے بارے میں بھی متقدمین علماء مختلف آراء رکھتے ہیں۔ مثلاً:
- ابن مدینی اور بخاری وغیرہ کے خیال میں ابن اسحاق کی روایت حجت ہے۔ لیکن یہاں یہ بات ضرور ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ حضرت امام بخاریؒ نے صحیح البخاری میں تو کیا' اپنی کسی کتاب میں بھی محمد بن اسحاق کی سند سے کوئی ایک روایت بھولے سے بھی نقل نہیں فرمائی۔ فافھم وتدبر۔
- ہشام، مالک، سلیمان تیمی وغیرہ کے نزدیک ابن اسحاق کی حدیث حجت نہیں۔
- بعض علماء فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی روایات مغازی یعنی غزوات کے بیان میں تو حجت ہیں، لیکن احکام شریعت میں اس کی روایات حجت نہیں۔
- امام احمد فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی روایت اس وقت حجت ہے جب کوئی اور راوی اس کا متابع ہو' جس کے ذریعے محمد بن اسحاق کی روایت کو تائید حاصل ہو سکے۔ اور اگر وہ منفرد ہو تو حجت نہیں۔ اور
- بعض علماء فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی روایت اُس وقت منفرد ہونے کی صورت میں بھی حجت ہو سکتی ہے جبکہ اس کے خلاف اور کوئی روایت نہ ہو۔ اور اگر اس کی روایت کے خلاف کسی دوسرے راوی کی روایت موجود ہو تو پھر محمد بن اسحاق کی روایت حجت نہیں بن سکتی۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۱۶۸)

ابن اسحاق کی بعض ظاہر البطلان روایات

محمد بن اسحاق کی بعض روایات تو ایسی بھی ہیں جن کا باطل ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

○ نیز یہ وہ روایات ہیں جو کثیر التدلیس راوی محمد بن اسحاق سے عن کے ساتھ مروی ہونے کے باعث اصولِ حدیث کے قانون کی رُو سے حُجّت نہیں ہو سکتیں۔ (دیکھیے نخبۃ الفکر ص ۵۳)

○ اور یہ وہ روایات ہیں جن کا ذکر محمد بن اسحاق کے علاوہ اور کسی بھی راوی نے نہیں کیا۔ بلکہ ثقہ راوی اس کے خلاف روایت کرتے ہیں۔ مثلاً:

معراجِ جسمانی سے اِنکار والی روایت

محمد بن اسحاق نے سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نازک اور حسّاس ترین موضوع پر ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی، جس کا ذکر محدثین و ناقدین نے فرمایا ہے۔ محمد بن اسحاق نے اپنی اس کتاب میں اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور امیر المومنین سیدنا امام معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ایسی روایتیں نقل کی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو رُوحانی یا منامی طور پر معراج ہوئی تھی۔ اور ان روایات سے معراجِ جسمانی کا اِنکار ہوتا ہے۔ حالانکہ:

○ روایاتِ مشہورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد مُبارک اور رُوح اطہر کے ساتھ جیتے جاگتے بیتُ اللہ شریف سے بیتُ المقدس تک اور پھر بیتُ المقدس سے ساتوں آسمانوں سے اُوپر تک بہ نفسِ نفیس تشریف لے گئے تھے۔ اور تمام اہلِ سُنّت کا اس پر اتفاق ہے۔

○ اور جو روایات محمد بن اسحاق نے حضرت ام المومنینؓ اور سیدنا مُعاویہؓ کی طرف منسوب کر کے بیان کی ہیں انھیں علماء کرامؒ نے روایاتِ باطلہ میں شمار کیا ہے۔ (نبراس شرح شرح العقائد ص ۴۷۰ و بحر محیط ج ۶ ص ۵)

بکری کے قرآنی آیات کھانے سے متعلق روایت

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف محمد بن اسحاق نے ایک اور روایت بھی منسوب کی ہے، جس کی تائید اور کسی راوی نے نہیں کی۔ اور اس مدلس راوی کی یہ روایت بھی "عن" کے ساتھ ہی مروی ہے۔ چنانچہ:

○ محمد بن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رجم سے متعلق قرآن مجید کی آیت اور بڑے آدمی کی رضاعت کے بارے میں قرآنی آیاتِ مبارکہ ایک صحیفہ میں لکھی ہوئی میری چارپائی کے نیچے رکھی ہوئی تھیں، اسی حالت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ اور ہم ان کی وفات سے متعلقہ کاموں میں مصروف ہوگئے۔ اتنے میں ایک پالتو بکری آگئی اور اس بکری نے وہ صحیفۂ قرآنی کھا لیا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۴۱)

○ اس روایت کے متن میں جہاں اور کئی خرابیاں ہیں وہاں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُمّ المومنین بلکہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ حفاظتِ قرآن کے معاملے میں غفلت کا ارتکاب کیا، جس کے باعث قرآن مجید کا ایک اہم حصہ ضائع ہوگیا۔ جبکہ اہلِ بصیرت علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ ملحدین کی من گھڑت بات ہے۔ چنانچہ:

○ حضرت امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود حافظ الدین نسفی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر مدارکُ التنزیل ج ۳ ص ۸۲ سُورۂ احزاب کے شروع میں تحریر فرماتے ہیں: واما ما یحکی ان تلک الزیادۃ کانت فی صحیفۃ فی بیت عائشۃ فاکلتھا الداجن فمن تالیفات الملاحدۃ والروافض۔ کہ یہ جو کہانی بنی ہوئی ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایک صحیفہ میں رجم اور رضاعت کے متعلق احکام کا اضافہ تھا جسے بکری کھا گئی، سو یہ بے دین ملحدوں اور رافضیوں کی تالیفات میں سے ہے۔

روایۃ ابن ماجہ کی سند

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ام المومنین کی چارپائی کے نیچے رکھے ہوئے صحیفے کو بکری کے کھا جانے کے متعلق اس روایت کی سند میں صاحب السنن حضرت امام محمد بن یزید ابو عبداللہ

- ابن ماجہ قزوینی کے استاذ حضرت ابوسلمہ یحییٰ بن خلف ہیں۔ اور انھیں حضرت علامہ ابن حجر نے صدوق کہا ہے۔ (التقریب التہذیب ص ۳۹۰)
- اور ان کے استاذ کا نام عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ (متوفی ۱۸۹ھ) ہے۔ جس کے بارے میں حضرت محمد بن سعد نے تو لیس بالقوی کہا۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ یہ تقدیر کا منکر تھا۔ (میزان الاعتدال ۹۰/۲) اور رجال کشی ص۲۷ و تنقیح المقال ص۱۳۲/۲ میں ہے کہ یہ امام جعفر صادق کا شاگرد ہے۔
- اور عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کے اس روایت میں استاذ کا نام محمد بن اسحٰق ہے۔ جسے امام ابوداؤد نے تقدیر کا منکر اور معتزلی بتایا ہے (میزان ص۲۱/۳)
- اور محمد بن اسحاق کے استاذ حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام مخزومی ہیں، جنھیں صدوق کہا گیا ہے۔ (التقریب ص۱۹۴)
- اور ان کی استانی حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن سعید بن زرارہ انصاریہ مدنیہ فقیہہ سیدۃ نساء التابعین ہیں، جو ثقہ ہیں۔ (خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ص۴۹۵/۳)
- اور حضرت عمرہ کی استانی حضرت عائشہ بنت طلحہ بھی ثقہ ہیں۔ (التقریب ص۴۷۳)
- اور حضرت عائشہ کے استاذ حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم بھی ثقہ ہیں۔ (تقریب ۲۳۵)
- اور حضرت عبدالرحمٰن کے استاذ خود ان کے والد حضرت قاسم بن محمد ہیں، جو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں، جو نہ صرف ثقہ ہیں بلکہ انھیں احد الفقہاء بالمدینہ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ (تقریب ۳۰۴)
- اور حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق کی استانی ام المومنین و المومنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

- ماہرین اسماء الرجال کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سند میں سب راوی ستھرے ہیں، سوائے عبدالاعلیٰ اور محمد بن اسحاق کے۔ اور ممکن ہے کہ انہی دونوں میں سے کسی ایک نے یہ روایت گھڑ کر آگے بیان کر دی ہو۔ البتہ غالب گمان یہی ہے کہ بکری کے قرآن کھانے سے متعلق یہ غلط روایت محمد بن اسحاق کے ذہن کی اختراع ہے۔ کیونکہ:
- حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبدالاعلیٰ سے مروی روایات کو تو جگہ دی ہے لیکن انھوں نے محمد بن اسحاق کی روایات لینے سے پہلوتہی کی۔ البتہ محمد بن اسحاق کا قول بغیر کسی سند کے ایک دو جگہ صرف مغازی میں بطور تعلیق کے پیش کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام بخاری نے قصداً محمد بن اسحاق کی روایات کو ترک کیا ہے، اور حضرت امام بخاری کے پاس یقیناً اس کی کوئی معقول وجہ بھی ضرور تھی۔
- محمد بن اسحاق کی اس ظاہر البطلان روایت کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو تو جھوٹ بولنے کا سلیقہ بھی نہیں تھا۔ کیونکہ:
- محمد بن اسحاق نے اس روایت میں جس موقع پر بکری کے قرآن کھانے سے متعلق یہ بے بنیاد کہانی گھڑ کر اپنے جلیل القدر اساتذۂ کرام کی سند کے ساتھ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کی ہے، اس کے بارے میں ایک عام آدمی بھی اتنا تو ضرور جانتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر حجرۂ عائشہؓ کے باہر اور اندر ہزاروں کی تعداد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ تو اس موقع پر ڈرپوک ہونے میں ضرب المثل بکری کا قرآنی آیات کھا جانا کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ اور یہ چارپائی بھی یقیناً وہی ہے جس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ اطہر آپ کے جسدِ مبارک سے جُدا ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ بات ناممکن ہے کہ اسی چارپائی کے نیچے قرآن مجید کے صفحات رکھے ہوئے ہوں۔

قرآن مجید کی رُو سے یہ روایت باطل ہے

جیسا کہ عقلاً یہ روایت ظاہر البطلان ہے، اسی طرح قرآن مجید کی آیاتِ مُبارکہ بھی اس روایت کو باطل قرار دیتی ہیں۔ مثلاً:

- قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۹:۱۵) کہ خود ہم نے آپ ہی یہ قرآن مجید اُتارا ہے، اور بلاشبہ قیامت تک اس کی حفاظت کا اِنتظام بھی ہم ہی کرتے رہیں گے اور کوئی شخص بھی اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتا۔
- نیز اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (۲۹:۴۹) کہ قرآن مجید کی یہ کھُلی کھُلی آیتیں اُن لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم عطا فرمایا گیا ہے۔
- اور اس بات میں بھی کچھ شک نہیں کہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی قرآن مجید حفظ تھا، اور ان کے علاوہ دیگر متعدد صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم کو بھی قرآن مجید حفظ تھا۔ تو پھر اگر کوئی کاغذ بکری کھا بھی جاتی تو اس پر اُمّ المؤمنین کو کفِ افسوس ملنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ لہٰذا یہ واقعہ سراسر لغو اور بے بنیاد ہے۔
- لیکن محمد بن اسحاق کی اس من گھڑت روایت کو درست تسلیم کرنے والوں سے یہ کون پُوچھے کہ جس قرآن مجید کی حفاظت کا اِنتظام خود اللہ تعالےٰ نے اس طرح فرمایا کہ آج پندرھویں صدی میں بھی یہ لوگوں کے سینوں میں برابر محفوظ چلا آرہا ہے، اگر کوئی حافظِ قرآن ایک چھوٹی سی آیت بھی پڑھنی بھول جائے تو دُوسرے حُفاظ اس کی اِصلاح کو اپنا فرض سمجھتے ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ رجم اور رضاعتِ کبیر سے متعلق آیات کو بکری کے کھانے کے بعد کسی صحابی نے بھی اس کمی کو پورا نہیں کیا، تو وہ کونسی بکری ہے جس نے بشمول امام علیؓ تمام حفاظ صحابۂ کرامؓ کے دلوں سے بھی یہ آیات چٹ کر لیں۔؟

حدیثِ رسولؐ کی رُو سے بھی یہ روایت باطل ہے

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا:

انزلتُ علیک کتاباً لا یغسلہ الماء (مسلم ج ۲ ص ۳۸۵ ومشکوٰۃ ص ۔۳۶)

یارسول اللہ! میں نے آپؐ پر ایسی کتاب اُتاری ہے جسے پانی دھو نہیں سکتا۔

○ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جسے لوگ اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں، اس لیے یہ کسی طرح ضائع نہیں ہوسکتی، بلکہ زمانہ گزر جائے گا، مگر یہ کتاب محفوظ ہمیشہ باقی رہے گی۔ جیسا کہ حاشیہ میں امام نوویؒ نے لکھا ہے اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

○ لیکن اس کے برعکس محمد بن اسحاق کی یہ روایت جس میں بکری کے قرآنی اوراق کو کھا جانے کا ذکر ہے، اگر یہ بات درست ہوتی تو یہ روایت متعدد صحابۂ کرامؓ اور تابعین سے مروی ہونی چاہیے تھی۔ لیکن یہ بات اور کسی صحابی نے نہیں بتائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر یا اس کے بعد ایسا کوئی حادثہ ہرگز نہیں ہوا۔ اور یہ بات محض محمد بن اسحاق کی اپنی گھریلو ٹکسال میں گھڑی گئی ہے۔

○ اور اس روایت کو محمد بن اسحاق نے ثقہ راویوں کا نام لے کر اپنے شاگرد عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کے سامنے بیان کی، تو وہ چونکہ اس گروہ کے ساتھ بھی تعلق رکھتا تھا جو ہمیشہ اُمتِ محمدیہ کو فساد میں مُبتلا کرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں، تو گویا اس کے ہاتھ میں ایک ایسا ہتھیار آگیا جس کے ذریعے اسلام کے عظیم الشان قلعہ کے بنیادوں کو کھوکھلا کرکے معاذاللہ اسے نیست و نابود کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآنی وعدہ کے مُطابق ان بدباطن لوگوں کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود قرآن مجید کی حفاظت فرمائی، اور آج پندرھویں صدی ہجری تک کسی کمی بیشی کے بغیر اصلی حالت میں قرآن مجید موجود ہے اور قیامت تک اسی طرح محفوظ رہے گا۔

قبر نبی ﷺ پر سلام کے متعلق ابن اسحاق کی روایت

اُمت کو فساد میں مُبتلا کرنے والی دیگر ظاہر البطلان روایات کے علاوہ محمد بن اسحاق کی ایک من گھڑت روایت حضرت حافظ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ اس طرح بیان فرمائی ہے:

اخبرنی ابو الطیب محمد بن احمد (ابو عمرو بن حمدان) حیری حدثنا محمد بن عبدالوھاب ثنا یعلی بن عبید ثنا محمد بن اسحاق عن سعید بن ابی سعید المقبری عن عطاء مولی ام صُبیّۃ الجھنیۃ قال سمعت ابا ھریرۃ رضی اللہ عنہ یقول قال رسول اللہ ﷺ لیھبطن عیسی بن مریم (علیہ السلام) حکما عدلا واماما مقسطا ولیسلکن فجا حاجا او معتمرا او بنیتھما. ولیاتین قبری حتی یسلم علی ولارد ن علیہ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام عادل حاکم اور منصف امام کی حیثیت میں (آسمان سے) اُتریں گے، اور پھر مقام فج سے حج، عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے چلیں گے۔ اور میری قبر کے پاس آکر مجھے سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۶۵۱)

- اس روایت کی سند میں حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم کے اُستاذ حضرت امام ابو الطیب محمد بن احمد بن حمدان بن علی بن سنان الحیری (متوفی ۳۷۶ھ) ہیں۔ آپ کا شمار نحوی علماء میں بھی ہوتا ہے، اور ثقات مُحدثین میں بھی۔
- اور ان کے اُستاذ حضرت محمد بن عبدالوہاب بن حبیب بن مہران عبدی ابو احمد فراء نیشاپوری (متوفی ۲۷۲ھ) ہیں، جو ثقہ راوی تھے۔
- اور ان کے اُستاذ حضرت یعلے بن عبید بن ابی امیۃ کوفی ابو یوسف طنافسی بھی ثقہ ہیں۔ مگر جو حدیث ثوری سے روایت کریں اس میں نرم ہیں۔ لیکن اس روایت میں ان کے اُستاذ کا نام محمد بن اسحاق بن یسار ہے۔ اور

- اس روایت میں محمد بن اسحاق نے حضرت سعید بن ابی سعید مقبری ابو سعد مدنی کو اپنا استاذ بتلایا ہے۔ جو ثقہ راوی ہیں۔ ان کے حالات میں آتا ہے کہ وفات سے چار سال پہلے ان کے حافظے میں بگاڑ پیدا ہو گیا تھا۔
- اور ان کے اُستاذ مشہور تابعی حضرت عطاء مدنی مولیٰ ام ضبیہ جُہنیہ ہیں، ان کی روایت مقبول ہوتی ہے اور حضرت ابنِ حبان نے انھیں ثقہ کہا ہے۔
- اور ان کے اُستاذ مشہور صحابی سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔
- محمد بن اسحاق نے اس من گھڑت روایت کو سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرکے اُمّت میں فساد، تفرقہ اور بد اعتقادی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نزولِ عیسیٰ سے متعلق کسی روایت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مُبارک پر حاضر ہوکر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلام کرنے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انھیں سلام کا جواب دیے جانے کا قطعاً کوئی اشارہ تک نہیں فرمایا۔
- مشتے نمونہ از خروارے صرف مسند احمد میں سیّدنا ابوہریرہؓ کی درج ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں: ۷۲۲۷، ۷۲۳۱، ۷۶۲۲، ۷۶۲۳، ۷۶۲۴، ۷۸۴۳، ۷۹۱۰، ۷۹۱۱، ۷۹۱۸، اور ۸۲۲۶۔ (بخوفِ طوالت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔)

<u>خلاصہ</u> یہ کہ محمد بن اسحاق کی یہ من گھڑت روایت حلال و حرام کے قبیل سے نہیں، بلکہ اس کا تعلق عقائد سے ہے۔ جبکہ عقیدہ قطعی دلیل سے ثابت ہوتا ہے جو قطعی الثبوت ہونے کے ساتھ ساتھ قطعی الدلالۃ بھی ہو۔

- اور جیسا کہ قبل ازیں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حلال و حرام کے معاملے میں ابن اسحاق کی روایت حجت نہیں ہو سکتی، تو عقائد کا معاملہ تو اس سے بھی کہیں زیادہ نازک ہے، اس لیے ابن اسحاق کی یہ روایت کسی طرح بھی حجت نہیں بن سکتی، جبکہ صحاح ستہ میں بھی یہ روایت کہیں جگہ نہیں پا سکی۔

ضُعفِ راوی کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

مذکورہ بالا بحث کے بعد اب اس سے پیدا ہونے والی ایک غلط فہمی کے ازالہ کے لیے اس بات کی وضاحت بھی نہایت ضروری ہے کہ کسی راوی کے ضعیف یا کذّاب وغیرہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اُس کے مُنھ سے نکلنے والی ہر بات کو ہر حال میں واجب الترک ہی قرار دیا جائے اور اس کے ضُعف یا کذب کی وجہ سے اس کی بیان کی ہوئی ہر صحیح حدیث کو بھی ضعیف یا موضوع قرار دے کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔

- جیسا کہ اگر کوئی ضعیف یا کذّاب ہی نہیں بلکہ کوئی غیر مسلم یہودی یا نصرانی وغیرہ قرآن مجید کی کوئی آیت تلاوت کرے تو اس قرآنی آیت کو غلط نہیں کہا جاسکتا۔
- اسی طرح کسی کذّاب راوی کی بیان کردہ کسی صحیح حدیث کو محض راوی کے کذّاب ہونے کی وجہ سے موضوع اور من گھڑت کہنا مناسب نہیں۔ مثلاً:

امام کے بھُولنے پر اشارہ سے متعلق روایت

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر امام بھُول جائے تو مقتدی کو چاہیے کہ وہ سُبحَانَ اللہ کہے۔ اور مقتدیہ عورت کو چاہیے کہ وہ بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی مارے۔

- یہ حدیث کئی محدثین نے اپنی اپنی سندوں سے اپنے ذخیرۂ احادیث میں نقل فرمائی ہے۔ مثلاً:

❶ حضرت امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ نے الجامع للترمذی ص ۵۸ میں اس حدیثِ مبارک میں اپنے اُستاذ کا نام حضرت ہنّاد بتلایا ہے۔ جن کا پُورا نام ہناد بن سری بن مصعب بن ابی بکر بن شبر تمیمی دارمی کوفی ہے۔ جو ثقہ ہیں

- اور ان کے اُستاذ کا نام حضرت ابومعاویہ محمد بن خازم مولیٰ بنی سعد ہے۔ یہ بھی ثقہ ہیں
- اور ان کے اُستاذ کا نام حضرت سُلیمان بن مہران اعمش تابعی ہے۔ اور یہ بھی ثقہ ہیں
- اور ان کے اُستاذ حضرت ذکوان بن عبداللہ ابوصالح ہیں جو سیدنا ابوہریرہؓ کے شاگرد تھے۔

- حضرت امام ترمذی نے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی یہ فرمانِ نبویؐ نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہی فرمانِ نبویؐ پانچ دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے اور ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: ○ امیرالمؤمنین سیّدنا امام علی ○ سیّدنا سہل بن سعد ساعدی ○ سیّدنا جابر بن عبداللہ ○ سیّدنا سعد بن مالک ابوسعید خدری۔ اور ○ سیّدنا عبداللہ بن امیرالمؤمنین سیّدنا امام عمر رضی اللہ عنہم اجمعین۔
- نیز حضرت امام ترمذی نے فرمایا کہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہلِ علم کا اسی حدیث مبارک پر عمل ہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ
- نیز آپ نے فرمایا کہ امام احمد اور اسحاق بھی یہی فرماتے ہیں۔

۴ حضرت امام احمد بن شعیب بن علی بن سنان ابوعبدالرحمٰن نسائی خراسانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی سنن نسائی ج ۱ ص ۱۰۸،۱۰۷ میں اپنی پانچ سندوں سے یہی حدیث لکھی ہے۔

- پہلی سند میں امام نسائی کے دو اُستاذ ہیں: ○ حضرت قتیبہ ○ حضرت محمد بن مثنّیٰ ○ ان دونوں کے استاذ حضرت سفیان ثوری ہیں ○ ان کے استاذ حضرت ابن شہاب زہری۔ اور ○ ان کے استاذ حضرت ابوسلمہ تلمیذِ ابوہریرہؓ ہیں
- دُوسری سند میں امام نسائی کے استاذ ○ حضرت محمد بن سلمہ ہیں ○ ان کے استاذ حضرت ابن وہب ہیں ○ ان کے استاذ حضرت یونس ہیں ○ ان کے استاذ حضرت زہری ہیں۔ اور ○ ان کے استاذ اس حدیث میں حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن۔ اور ○ حضرت سعید بن المسیّب تلمیذان ابوھریرہ ہیں۔
- تیسری سند میں امام نسائی کے استاذ ○ حضرت قتیبہ ○ اور اُن کے اُستاذ حضرت فضیل بن عیاض ○ اور ان کے استاذ حضرت اعمش ○ اور اُن کے اُستاذ حضرت ابوصالح ہیں، جو سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔
- چوتھی سند میں امام نسائی کے استاذ ○ حضرت سوید بن نصر ہیں ○ اور اُن کے اُستاذ حضرت عبداللہ ○ اور ان کے اُستاذ حضرت اعمش ○ اور ان کے استاذ حضرت ابوصالح ہیں، اور یہ سیّدنا ابوہریرہؓ کے شاگردِ رشید ہیں۔

○ پانچویں سند میں امام نسائی کے اُستاذ ○ حضرت عبیداللہ بن سعید ○ اور ان کے استاذ حضرت یحییٰ بن سعید قطان ہیں ○ اور ان کے استاذ کا نام عوف بن ابی جمیلہ ○ اور ان کے استاذ حضرت محمد بن سیرینؒ تلمیذ ابوھریرہؓ ہیں۔

۳ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اپنی مسند میں پندرہ سندوں سے یہی حدیث نقل فرمائی ہے۔ بخوفِ طوالت اِختصار سے کام لیتے ہُوئے ان تمام سندوں میں حضرت امام احمد کے اساتذہ کرام کے نام بالترتیب لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے :

① عبیدۃ بن حمید ، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ، ابو الزبیر ، جابر بن عبداللہؓ (ص ۳۲۸/۳)
② وکیع ، سفیان ، ابوحازم ، سہل بن سعد ساعدیؓ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۹)
③ وکیع ، سفیان ، ابوحازم (سلمۃ بن دینار) ، عبدالرحمٰن (مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۹)
④ یزید ، مسعودی ، ابوحازم ، سہل بن سعد ساعدیؓ (〃 〃 〃 ۳۵۲)
⑤ حجین بن المثنی ، عبدالعزیز بن ابی سلمہ ، ابوحازم قاص ، سہل بن سعد ساعدیؓ (ص ۳۶۲/۹)
⑥ عبدالرزاق بن ہمام ، معمر ، ہمام بن منبہ ، ابوہریرہؓ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۰)
⑦ سفیان ، ابن شہاب زہری ، ابوسلمہ ، ابوہریرہؓ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۸)
⑧ یعلیٰ ، اعمش ، ابوصالح (ذکوان بن عبداللہ) ، ابوہریرہؓ (〃 ج ۲ ص ۵۱۴)
⑨ یحییٰ بن سعید قطان ، عوف ، محمد ، ابوھریرہؓ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۰)
⑩ محمد بن عبید ، اعمش ، ابوصالح ذکوان ، ابوہریرہؓ (〃 ج ۳ ص ۱۸۵)
⑪ یحییٰ (بن سعید قطان) ، محمد ، ابوہریرہؓ (〃 ج ۳ ص ۲۴۲)
⑫ یحییٰ بن سعید قطان ، محمد ، حسن بصری (〃 ج ۳ ص ۲۴۲)
⑬ یزید ، ہشام ، محمد ، ابوہریرہؓ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۵)
⑭ روح ، محمد بن ابی حفصہ ، زہری ، سعید بن المسیب ، ابوہریرہؓ (ج ۳ ص ۴۴۳)
⑮ روح ، محمد بن ابی حفصہ ، زہری ، ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن ، ابوہریرہؓ (ج ۳ ص ۴۴۳)

۴ حضرت امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسیؒ نے بھی یہی حدیث اپنی سات سندوں سے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۴۱ و ۳۴۲ میں نقل فرمائی ہے۔

① سُفیان بن عُیینہ، زہری، ابوسلمہ، ابوہریرہ۔ ② ہشیم، جریری، ابونضرہ، ابوہریرہؓ ③ ہشیم، عبدالحمید مدنی، ابوحازم، سہل بن سعد ساعدی ④ حمید بن عبدالرحمٰن ابوحمید عبدالرحمٰن، ابوالزبیر، جابر بن عبداللہ ⑤ عبیدۃ بن حمید، ابن ابی لیلےٰ، ابوالزبیر، جابر بن عبداللہ ⑥ ابوبکر بن عیاش، مغیرہ، حارث العکلی، عبداللہ بن یحییٰ، امام علیؓ اور ⑦ وکیع، جعفر بن برقان، عمرو بن دینار، عبداللہ بن عمر۔

⑤ حضرت امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ البیہقی خراسانی نے السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۲۴۵ سے ۲۴۸ تک صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے اپنی تین سندوں سے سیّدنا سہل بن سعد ساعدیؓ اور چھ سندوں سے سیّدنا ابوہریرہؓ اور دو سندوں سے امیرالمومنین سیّدنا امام علی رضی اللہ عنہم سے مروی یہی حدیث نقل فرمائی ہے۔ بخوفِ طوالت ان تمام سندوں کو لکھنے سے گریز کیا جا رہا ہے، تاکہ عام قارئین پر بوجھ نہ پڑے۔ اور اُوپر بیہقی کے صفحات کا حوالہ دے دیا گیا ہے، تاکہ شائقین کو سندیں دیکھنے میں دِقت نہ ہو۔

○ اس حدیثِ مُبارک کی مذکورِ بالا تمام سندوں کو لکھنے سے دراصل یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ حدیث مُختلف سندوں کے ساتھ پانچ صحابہؓ سے مروی ہے، اور ایسی حدیث کو محدثین کی اِصطلاح میں حدیثِ مشہور کہا جاتا ہے، اور ایسی حدیث صحیح اور قابلِ عمل ہوتی ہے۔ اور حضرت امام ترمذی نے تو اس کی تصریح اور وضاحت بھی فرما دی ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل ہے اور امام احمد و اسحٰق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔ (ترمذی ص ۳۳)

○ اب اگر یہی حسن صحیح حدیث کوئی ایسا راوی بھی بیان کر دے جس کا حافظہ کمزور ہو، بلکہ اگر کوئی تقدیر کا منکر، رافضی، ناصبی، خارجی یا معتزلی وغیرہ بھی یہی حسن صحیح حدیث روایت کر دے تو اس نامقبول راوی کی وجہ سے اس حدیث کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا دارقطنی ص ۱۹۵ میں محمد بن اسحاق کی سند کے باعث اس حدیثِ صحیح کو نامقبول اور مردود قرار دینا مناسب نہیں۔

خوب روشنی میں نمازِ فجر پڑھنے کی روایت

اسی طرح ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نَوِّرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ (شرح معانی الآثار ج ۱)

اسی طرح بعض روایات میں نَوِّرُوْا کی بجائے اَسْفِرُوْا کا لفظ بھی آیا ہے۔ یعنی فجر کی نماز خوب روشن کر کے پڑھا کرو، کیونکہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔

- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ ذی شان سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیدنا امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان فرمایا، اور انھوں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان فرمایا۔ اور پھر سیدنا جابر نے اپنے شاگرد حضرت محمد بن المنکدر کو، اور انھوں نے حضرت ایوب بن سیار کو، اور انھوں نے حضرت شبابہ بن سوار کو، اور انھوں نے حضرت علی بن معبد کو، اور انھوں نے حضرت امام ابوجعفر احمد بن محمد الازدی الطحاوی رحمہم اللہ تعالیٰ کو بتلایا۔
- اسی طرح سیدنا ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے سلامہ اور ان کے بیٹے سیار بن سلامہ کو، اور سیار نے عوف کو، اور انھوں نے سعید بن عامر کو، اور انھوں نے ابن مرزوق اور ابوبکرہ کو اور انھوں نے ابوجعفر طحاوی کو بتلایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز کا سلام پھیرتے تھے تو اس وقت اس قدر روشنی ہو جاتی تھی کہ آدمی اپنے ساتھ والے کا چہرہ بخوبی پہچان لیا کرتا تھا۔ (شرح معانی الآثار ص ۱۰۵ ج ۱)
- اسی طرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن محمد بن عقیل کو، اور انھوں نے سفیان کو، اور انھوں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو، اور انھوں نے یزید بن سنان کو، اور انھوں نے امام طحاوی کو بتایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کو خوب مؤخر فرماتے جیسا کہ اس کا نام ہے۔
- اسی طرح سیدنا طریف رضی اللہ عنہ نے ولید بن عبداللہ بن ابی سمرۃ کو، اور انھوں نے زکریا بن اسحٰق کو، اور انھوں نے بشر بن سری کو، اور انھوں نے یحییٰ بن معین کو، اور انھوں نے ابن ابی داؤد کو، اور انھوں نے امام طحاوی کو بتایا کہ فتح طائف کے موقع پر حضرت نبی کریم ﷺ نے فجر کی نماز اس وقت ختم کی کہ تیر پھینکنے والا نشانہ کی جگہ معلوم کر سکتا تھا۔ (ج ۱ ص ۱۰۵)

- اسی طرح سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن یزید کو اور انھوں نے ابو اسحٰق کو ... نے اسرائیل کو اور انھوں نے فریابی کو اور انھوں نے حسین بن نصر کو اور انھوں نے امام طحاوی کو بتلایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں دو نمازیں خلاف معمول دوسرے وقت میں پڑھی تھیں۔ ان میں سے ایک تو مغرب کی نماز تھی جو آپؐ نے عشاء کے وقت پڑھی تھی۔ اور دوسری فجر کی نماز تھی، جو آپؐ نے صبح صادق کے بعد غلس یعنی اندھیرے میں پڑھی تھی۔ (شرح معانی الآثار ص ۱۰۵ ج ۱)
- اسی طرح سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے محمود بن لبیدؓ کو اور انھوں نے عاصم بن عمر کو اور انھوں نے محمد بن عجلان کو اور انھوں نے سفیان ثوری کو اور انھوں نے ابو نعیم کو اور انھوں نے علی بن شیبہ کو اور انھوں نے امام طحاوی کو بتایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فجر کی نماز اُس وقت پڑھا کرو جب خوب روشنی ہو جائے کیونکہ جتنی زیادہ روشنی میں نماز پڑھو گے اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔ (ج ۱ ص ۱۰۵ و ۱۰۶)
- یہی حدیث سیدنا رافع بن خدیج نے محمود بن لبید کو اور انھوں نے عاصم بن عمر بن قتادہ کو اور انھوں نے ابن عجلان کو اور انھوں نے ابو خالد احمر کو اور انھوں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کو بتلائی ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۲)
- یہی حدیث بعض دیگر اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محمود بن لبید کو اور انھوں نے زید بن اسلم کو اور انھوں نے ہشام بن سعد کو اور انھوں نے اسباط بن محمد کو اور انھوں نے امام احمد بن حنبل کو بتلائی ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۵)
- یہی حدیث حضرت محمود بن لبید انصاری نے زید بن اسلم کو اور انھوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو انھوں نے اسحاق بن عیسیٰ کو اور انھوں نے حضرات امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کو بتائی ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۹۷)
- یہی حدیث سیدنا رافع نے محمود کو اور انھوں نے زید بن اسلم کو اور انھوں نے ابو داؤد کو اور انھوں نے شعبہ کو اور انھوں نے آدم کو اور انھوں نے بکر بن ادریس بن حجاج کو اور انھوں نے امام طحاوی کو بتائی۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۰۶)

○ یہی حدیث حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے مدینہ منورہ کے کئی انصار رضی اللہ عنہم نے عاصم کو اور انھوں نے زید بن اسلم کو اور انھوں نے ہشام بن سعد کو اور انھوں نے لیث کو اور انھوں نے عبداللہ بن صالح کو، اور انھوں نے محمد بن حمید کو اور انھوں نے طحاوی کو بتائی۔ (شرح معانی الآثار ص ۱۰۶ ج ۱)

○ یہی حدیث سیدنا رافع بن خدیج نے محمود بن لبید کو اور انھوں نے عاصم بن عمر بن قتادہ کو اور انھوں نے ابن عجلان کو اور انھوں نے سفیان کو اور انھوں نے محمد بن یوسف کو اور انھوں نے امام محمد دارمی کو بتائی۔ (مسند دارمی ص ۱۴۳)

○ یہی حدیث امام ابوعبداللہ محمد دارمی نے ابونعیم سے اور انھوں نے سفیان سے اور انھوں نے ابن عجلان سے اور انھوں نے عاصم سے اور انھوں نے محمود سے اور انھوں نے سیدنا رافع بن خدیج سے سُنی۔ (مسند دارمی ص ۱۴۳)

○ یہی حدیث امام احمد بن شعیب نسائی نے عبیداللہ بن سعید سے اور انھوں نے یحیی سے اور انھوں نے محمد بن عجلان سے اور انھوں نے عاصم سے اور انھوں نے محمود سے اور انھوں نے سیدنا رافع بن خدیج سے سُنی۔ (سنن نسائی ص ۹۴)

○ یہی حدیث امام نسائی نے ابراہیم بن یعقوب سے اور انھوں نے ابن ابی مریم سے اور انھوں نے ابوغسان نہدی سے اور انھوں نے زید بن اسلم سے اور انھوں نے عاصم سے اور انھوں نے محمود سے اور انھوں نے رافع سے سنی۔ (ایضاً)

○ یہی حدیث امام محمد بن یزید بن ماجہ نے محمد بن صباح سے اور انھوں نے سفیان بن عیینہ سے اور انھوں نے ابن عجلان سے اور انھوں نے عاصم سے اور انھوں نے محمود سے اور انھوں نے سیدنا رافع بن خدیج سے سُنی۔ (سنن ابن ماجہ ص ۴۹)

○ یہی حدیث امام سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی نے اسحاق بن ابراہیم بن اسمٰعیل سے اور انھوں نے سفیان سے اور انھوں نے ابن عجلان سے اور انھوں نے عاصم سے اور انھوں نے نعمان سے اور انھوں نے محمود بن لبید سے اور انھوں نے سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سُنی۔ (سنن ابی داؤد ص ۶۷)

- یہی حدیث امام ابوحاتم محمد بن حبان نے احمد بن علی بن مثنیٰ سے اور انھوں نے ابو خیثمہ سے اور انھوں نے یحییٰ بن سعید قطان سے اور انھوں نے ابن عجلان سے اور انھوں نے عاصم سے اور انھوں نے محمود بن لبید سے اور انھوں نے سیدنا رافع بن خدیج سے سُنی۔ (صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۲۲)
- یہی حدیث امام ابن حبان نے اسحاق بن ابراہیم بن اسمٰعیل سے اور انھوں نے ابن ابی عمر مدنی سے اور انھوں نے سفیان سے اور انھوں نے ابن عجلان سے اور انھوں نے عاصم سے اور انھوں نے محمود بن لبید سے اور انھوں نے سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔ (صحیح ابن حبان ص ۲۳/۴)
- یہی حدیث امام سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی نے علی بن عبدالعزیز سے اور انھوں نے ابونعیم سے اور انھوں نے سفیان سے اور انھوں نے محمد بن عجلان سے اور انھوں نے عاصم سے اور انھوں نے محمود بن لبید سے اور انھوں نے سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سُنی۔ (معجم کبیر طبرانی ج ۴ ص ۲۴۹)
- یہی حدیث امام طبرانی نے اسحاق بن ابراہیم الدبری سے اور انھوں نے عبدالرزاق سے اور انھوں نے ثوری اور ابن عیینہ سے اور انھوں نے محمد بن عجلان سے اور انھوں نے عاصم سے اور انھوں نے محمود بن لبید سے اور انھوں نے سیدنا رافع بن خدیج سے سُنی (معجم کبیر طبرانی ج ۴ ص ۲۴۹)
- یہی حدیث امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ نے ابوخالد احمر (سلیمان بن حیان) سے اور انھوں نے محمد بن عجلان سے اور انھوں نے عاصم بن عمر سے اور انھوں نے محمود سے اور انھوں نے رافع بن خدیج سے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۱)

خلاصہ یہ کہ مذکور بالا حدیث پانچ صحابۂ کرام ① سیدنا بلالؓ ② سیدنا طریفؓ ③ سیدنا جابر بن عبداللہؓ ④ سیدنا ابوبرزہؓ۔ اور ⑤ سیدنا رافع بن خدیجؓ سے مروی ہے۔ جبکہ سیدنا رافع بن خدیجؓ کے شاگرد صغار صحابہ میں سے حضرت محمود بن لبید ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

- اور پھر حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کے شاگرد ① حضرت نعمان ② حضرت زید بن اسلم۔ اور ③ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ ہیں۔ رَحِمَهُمُ اللهُ تعالیٰ۔
- اور پھر حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کے شاگرد حضرت محمد بن عجلان ہیں۔
- اور حضرت امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ (ترمذی ص ۲۸)
- نیز آپ نے فرمایا کہ بہت سے اہلِ علم صحابہ و تابعین فجر کی نماز خوب روشن کرکے پڑھنے کے قائل ہیں۔ اور حضرت سفیان ثوری بھی اسی کے قائل ہیں۔
- اب اگر یہی حسن صحیح حدیث کوئی ضعیف، قدری، رافضی، ناصبی، خارجی، یا معتزلی وغیرہ راوی بھی بیان کرنا شروع کردے تو بھی اس کی صحت پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑسکتا۔ اور اس نامقبول راوی کی وجہ سے اس حسن صحیح حدیث کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہوسکتا۔
- اس لیے شرح معانی الآثار ص ۱۰۶، صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۲۳، معجم کبیر طبرانی ج ۴ ص ۲۴۹ اور جامع ترمذی ص ۲۸ میں منقول بعض ایسی سندوں کی وجہ سے اس صحیح حدیث کی صحت پر بھی کوئی بُرا اثر نہیں پڑسکتا جن میں حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا شاگرد ایک ضعیف راوی محمد بن اسحاق بھی موجود ہے۔ البتہ جس روایت میں محمد بن اسحاق متفرد اور اکیلا ہو تو اس روایت کو حضرت امام ترمذیؒ عموماً حسن غریب کہتے ہیں۔ اور اگر محمد بن اسحاق کی روایت ایسی ہو جس میں وہ متفرد ہو اور دُوسرے ثقہ راوی اس کے خلاف روایت کریں تو اس صُورت میں محمد بن اسحاق کی روایت ناقابلِ عمل اور مردود ہوتی ہے۔

حجاج بن ارطاۃ

حجاج بن ارطاۃ بن ثور بن ہبیرہ ابو ارطاۃ نخعی کوفی (متوفی ۱۴۷ھ) ایک ظلم نہاد فقیہ ہوا ہے۔ اس کا مسلک تھا کہ اگر کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے تو ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوتی[1]۔ اور یہ ایک انوکھی بات ہے۔ اس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس کے حالات بھی مختصراً بیان کر دیے جائیں، چنانچہ:

- حضرت امام صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن معین نے حجاج بن ارطاۃ کے متعلق فرمایا کہ یہ صدوق تو ہے مگر مدلس بھی ہے۔
- حضرت امام ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ نے فرمایا کہ حجاج بن ارطاۃ صدوق تو تھا لیکن کثیر الخطاء اور کثیر التدلیس بھی تھا۔ (تقریب التہذیبؒ)
- حضرت امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ نے فرمایا کہ حجاج بن ارطاۃ ضعفاء سے تدلیس کیا کرتا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۷۰) نیز:
- آپ نے فرمایا کہ حجاج بن ارطاۃ کے حافظے میں کمزوری اور کمی تھی۔ (ص ۶۹)
- حضرت ابن عدی نے فرمایا کہ یہ بعض احادیث کی روایت میں خطا کر جاتا تھا۔
- نیز آپ نے فرمایا کہ یہ واہی الحدیث تھا، اور اس کی احادیث میں اضطراب ہے۔
- حضرت امام دارقطنی وغیرہ نے کہا کہ حجاج کی حدیث حجت نہیں۔ (ص ۶۹)
- نیز آپ نے فرمایا کہ حجاج بن ارطاۃ متکبر اور مغرور بھی تھا۔ (ص ۶۹)
- حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ یہ نماز باجماعت چھوڑ دیا کرتا تھا، اور وجہ پوچھنے پر کہتا تھا کہ مسجد میں مزدور اور کنجڑے مجھے تنگ کرتے ہیں۔ بصرہ میں رشوت لینے والا پہلا قاضی یہی ہے۔ سیاہ خضاب لگایا کرتا تھا۔ حضرت یحییٰ بن معین اور نسائیؒ نے لیس بالقوی کہا۔ امام مسلم اس کے ساتھ دوسرے راوی کی روایت بھی لاتے ہیں۔
- حضرت عبداللہ بن مبارکؒ یحییٰ بن سعید قطانؒ یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل وغیرہؒ نے اس کی روایت لینا چھوڑ دیا تھا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے حجاج بن ارطاۃ کی حدیث لکھ کر اس کی تصحیح کر کے اچھا نہیں کیا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۷۲)

[1] شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۴۷۸

داؤد بن الحُصَین

محمد بن اسحاق کا اس روایت میں اُستاذ داؤد بن الحُصَین ابو سُلیمان الاموی مولاہم المدنی ہے۔ ایک آدھ کے علاوہ اکثر محدثین کے نزدیک یہ بھی غیر ثقہ اور ضعیف راوی ہے، خصوصاً جبکہ یہ حضرت عکرمہ کی سند سے روایت کرے۔ مثلاً:

- حضرت مُحدِّث یحییٰ بن معین اور ابن ادریس نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔
- حضرت علی بن مدینی اور امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عکرمہ سے اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ بلکہ:
- حضرت علی بن مدینی نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر داؤد بن الحصین حضرت عکرمہ کے واسطے سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت بیان کرے تو اس کی نسبت تو شعبی کی مرسل روایت ہی بہتر ہے۔ اس لیے حق یہی ہے کہ جس روایت میں داؤد بن الحُصَین متفرد ہو وہ نامقبول ہے۔
- حضرت امام ترمذی نے داؤد بن الحصین کے حفظ میں کلام کیا ہے۔
- حضرت سفیان بن عُیینہ اس کی روایت نقل کرنے سے گریز کرتے تھے۔
- حضرت عباس دوری اور ابو حاتم نے داؤد بن الحصین کو ضعیف کہا۔
- حضرت ابن حبان فرماتے ہیں کہ داؤد بن الحُصَین مذہب خوارج کا پابند تھا۔
- نیز آپ نے فرمایا کہ وہ لوگوں کو مذہب خوارج کی پیروی کی دعوت دیتا تھا۔
- حضرت امام ابوبکر جصاص اور ابن ہمام وغیرہ نے داؤد بن الحصین کو منکر کہا، کیونکہ یہ غیر ثقہ راوی ہے۔ جو کہ ثقات اور اثبات کی روایات کے خلاف روایت کرتا ہے اور اصولِ حدیث کی اِصطلاح میں اسی کو منکر کہتے ہیں۔
- حضرت سید امیر علی نے حاشیہ تقریب میں لکھا ہے کہ یہ تقدیر کا بھی منکر تھا۔

دیکھیے: تقریب التہذیب اور سیر اعلام النبلاء، اور دیگر کتب اسماء الرجال۔

خلاصہ یہ کہ محمد بن اسحاق کی یہ روایت حضرت امام شافعیؒ کی صحیح روایت کے بھی خلاف ہے اور زبیر بن سعید سے مروی خاندانِ رکانہ، اور ابن جریج کی روایتوں کے بھی خلاف ہے، جس کی نسبت سیّدنا عبداللہ بن عباسؓ کی طرف کی گئی ہے، جبکہ محمد بن اسحاق نے بھی اپنی روایت کو حضرت ابن عباس کی طرف ہی منسوب کیا ہے۔

- ابن جریج کی روایت میں ہے کہ طلاق دینے والے کا نام ابورکانہ عبد یزید تھا، اور محمد بن اسحاق کہتا ہے کہ طلاق دہندہ کا نام رُکانہ بن عبد یزید تھا۔
- اسی طرح محمد بن اسحاق کی روایت زبیر بن سعید کی روایت کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ زبیر بن سعید کی روایت میں ہے کہ حضرت رُکانہ نے بتہ طلاق دی تھی، جبکہ محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت رُکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں۔
- زبیر بن سعید کی روایت کے مُطابق حضرت رکانہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کیا تھا کہ واللہ بتہ سے میری نیت ایک طلاق دینے کی تھی، جبکہ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت رُکانہ تین طلاقیں دے کر غمگین ہُوئے۔
- زبیر بن سعید کی روایت میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے قسم لی تھی کہ واقعی بتہ کے لفظ سے ایک طلاق کی نیت تھی، تو جب رُکانہ نے کہا کہ واللہ! میں نے بتہ بول کر ایک طلاق ہی مُراد لی تھی، تب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ کو رجوع کر کے بیوی کو گھر لانے کا حکم دیا، لیکن محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت رکانہ نے جب طلاق دینے کا ذکر کیا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے طلاق دینے کی کیفیت دریافت کرتے ہُوئے فرمایا: کیف طلقتہا، کہ آپ نے کس طرح طلاق دی، یا طلاق دیتے ہُوئے کونسا لفظ مُنہ سے ادا کیا، تو اس کے جواب میں طلاق کی کیفیت بتلانے کی بجائے حضرت رکانہ نے کمیت بتلائی کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ ایک عرب جو قریشی مطلبی ہو، کیفیت دریافت کرنے پر کمیت بتلانا شروع کر دے۔

○ زبیر بن سعید کی روایت کے مُطابق حضرت رُکانہ نے ایک لفظ بتہ بولا تھا جس میں نیت کا لحاظ ہوتا ہے، اور چُونکہ یہ لفظ ایک ہی ہے اس لیے ظاہر ہے کہ یہ لفظ ایک ہی مجلس میں ادا کیا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ "ب" ایک مجلس میں، اور "ت" دُوسری میں اور "ۃ" تیسری مجلس میں بولا جائے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ عام طور پر "بتہ" کے لفظ سے تین طلاقیں مُراد لی جاتی تھیں، لیکن دربارِ نبویؐ میں بات شروع کرتے ہی حضرت رکانہ نے قسم کھا کر عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک بتہ طلاق دیدی ہے۔ لیکن چونکہ لفظ "بتہ" سے عمومًا تین طلاقیں بھی جاتی تھیں، اس لیے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دوبارہ حلفًا بتاؤ کہ بتہ سے آپ کی مُراد واقعی ایک طلاق تھی، تو حضرت رُکانہ نے دوبارہ قسم کھا کر بتلایا کہ واللہ! بتہ سے میری مراد ایک طلاق تھی۔ لیکن محمد بن اِسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ نے ایک ہی مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دی ہیں، یا الگ الگ تین مجلسوں میں؟ تو اس پر انھوں نے کہا کہ جی ہاں ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں۔ اور اس کے جواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر اگر چاہتے ہو تو رجوع کر لو۔

○ یہ روایت بیان کرنے کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ محمد بن اسحاق یہ کہتا کہ فی مجلس واحد کے لفظ سے یہ مسئلہ مُستنبط ہوتا ہے کہ ایک مجلس میں اگر تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک طلاق متصوّر ہوگی۔ لیکن اس کی بجائے محمد بن اسحاق نے یہ کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ طلاق ہر طُہر میں دینی چاہیے۔ حالانکہ خود محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فی مجلس واحد کے لفظ سے سوال کیا تھا کہ کیا ایک ہی مجلس میں تین بار الگ الگ یا ایک ہی لفظ سے تین طلاقیں دی تھیں۔ ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ محمد بن اِسحاق نے مجلس سے طُہر کا مسئلہ کس طرح کشید کر لیا۔

○ بہر حال خواہ روایت ابنِ جریج کی ہو یا محمد بن اسحاق کی، یہ دونوں ہی غلط اور خلاف واقعہ ہیں۔ کیونکہ :

○ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے طلاق کا لفظ نہیں بلکہ بتہ کا لفظ بولا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ابو داؤدؒ نے اپنی تین سندوں سے بتہ والی خاندانِ رکانہ کی متفقہ روایت بیان کر کے خود اپنے ہی اصول کے مطابق اس روایت پر تبصرہ اور جرح نہ کر کے اس کی تصحیح کر دی، بلکہ ابنِ جریج کی روایت نقل کرنے کے بعد تو واضح لفظوں میں اس بات کا برملا اعلان کر دیا کہ ابنِ جریج کی اس روایت کی بہ نسبت وہ روایت زیادہ صحیح اور اصح ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے "بتہ" کے لفظ سے اپنی بیوی سُہیمہ کو ایک طلاق دی تھی۔

○ نیز حضرت امام ابنِ حبان اور حضرت امام حاکم رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی بتہ والی روایت کو صحیح اور تین طلاقوں والی روایت کو غلط قرار دیا۔

○ اسی طرح حضرت امام ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ اس روایت میں بتہ کا لفظ ہی صحیح ہے، اور بتہ کی جگہ طلقتہا ثلثا کا لفظ راویوں کی زیادتی اور اضافہ ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طلاق کا فیصلہ

❺ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدی تھی، اور ارادہ تھا کہ آئندہ دو طہروں میں مزید دو طلاقیں دیدوں گا۔ تو جب یہ بات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ:

○ اے ابن عمر! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس طرح حکم نہیں فرمایا۔ آپ نے طلاق دینے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ غلط ہے۔ پھر طلاق دینے کا صحیح طریقہ بتلانے کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔

○ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت میں

عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بتائیں کہ اگر میں ایک کی بجائے اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا تو کیا پھر بھی رجوع کرنے سے وہ میرے لیے حلال ہو سکتی تھی؛ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: نہیں، وہ عورت اکٹھی تین طلاقیں دینے کی صورت میں تم سے ہمیشہ کے لیے جُدا بھی ہو جاتی اور تمہیں اس کا گناہ بھی ہوتا۔ (دارقطنی ص ۴۳۸ ج ۲)

تین طلاقوں پر نبی کریم ﷺ کا ایک اور فیصلہ

۶ ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس مطلقہ نے کسی دُوسرے مرد سے نکاح کر لیا۔ پھر اس دُوسرے خاوند نے بھی اس عورت کو طلاق دے دی۔

○ اس کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ کیا اب وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہُوئی یا نہیں۔ تو اس کے جواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کا وہ دوسرا خاوند پہلے خاوند کی طرح اس عورت سے لطف اندوز نہ ہو لے۔

○ حضرت امام بخاریؒ نے یہ واقعہ باب من اجاز طلاق الثلاث ہی میں نقل فرمایا ہے۔ اور اس واقعہ کو اس باب میں درج کرنے سے حضرت امام بخاریؒ کا مطلب یہی ہے کہ تین طلاقیں جس طرح بھی دی جائیں خواہ ایک مجلس میں الگ الگ، خواہ ایک ہی کلمہ کے ساتھ، اسی طرح چاہے تو تین طہروں میں الگ الگ، یا ایک ہی طہر کے مختلف اوقات میں طلاق دے، یا اسی طرح چاہے حیض کی حالت میں تین طلاقیں دے یا حمل میں، وہ تین طلاقیں ہی شمار ہوں گی۔ اور وہ عورت طلاق دینے والے کے لیے کبھی حلال نہیں ہو سکتی حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ جب تک کہ دُوسرے شخص سے نکاح کر کے ہمبستری نہ کر لے۔ (بخاری ص ۷۹۱)

تین طلاقوں پر نبی کریم ﷺ کا ایک اور فیصلہ

- سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں۔ پھر اس مطلقہ عورت نے کسی دُوسرے شخص سے نکاح کرلیا۔ پھر اس مرد اور عورت نے کمرے میں داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا اور پردہ لٹکا دیا۔ مگر اس مرد نے کسی وجہ سے اس منکوحہ عورت کے ساتھ جماع نہیں کیا اور جماع سے پہلے ہی اس عورت کو طلاق بھی دے دی۔ تو کیا اس صُورت میں وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہوسکتی ہے یا نہیں۔؟ تو اس کے جواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب تک دُوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ جماع نہ کرلے' اس وقت تک وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوسکتی۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۰۱)
- حضرت امام احمد بن شعیب ابوعبد الرحمٰن نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ روایت دو سندوں سے نقل فرمائی ہے۔
- <u>پہلی سند:</u> عمرو بن علی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبه عن علقمة بن مرثد قال سمعت سلم بن زرير يحدث عن سالم بن عبد الله عن سعيد بن المسيب عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم۔
- <u>دُوسری سند:</u> محمود بن غيلان ثنا وكيع ثنا سفيان عن علقمه بن مرثد عن رزين بن سليمان الأحمری عن ابن عمرؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم۔
- اور یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں۔ اور حضرت امام نسائی نے یہ روایت نقل فرمانے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ دُوسری سند پہلی سند سے اولیٰ بالصواب ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ پہلی سند میں کوئی عیب تھا جو دُوسری سند سے ختم ہوگیا ہے یا اس کی تائید سے وہ ہوگئی، بلکہ خود یہ دونوں سندیں صحیح اور قابلِ احتجاج ہیں اور ان میں کوئی نقص، کمی اور عیب نہیں ہے۔

طلاق بدعی کے متعلق نبی کریم ﷺ کا فیصلہ

❽ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: یامعاذ من طلق فی بدعۃ واحدۃ او اثنتین او ثلاثا الزمناہ بدعتہ (دارقطنی ص ۴۳۳) کہ جو شخص بدعت اور خلافِ سُنّت طریقے سے ایک، دو یا تین طلاقیں دیدے تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں وہی بدعت اس پر لازم کردیں گے۔

○ یعنی اگر کوئی شخص حیض کی حالت میں، یا ایسے طہر میں جس میں جماع کر چکا ہو، یا عورت حاملہ ہو، تو ان حالات میں طلاق دے تو جتنی طلاقیں بھی دے گا، بس وہ اُتنی ہی شمار ہوں گی۔ مثلاً اگر کوئی ان حالات میں ایک طلاق دے گا تو وہ طلاق واقع ہوجائے گی، اور عورت تین حیض مکمل ہونے تک عدت گزارے گی، اور پھر اپنی مرضی کی مالک ہوگی۔

○ اسی طرح اگر کوئی ایسے حالات میں ایک مجلس میں یا دو مختلف مجلسوں میں الگ الگ یا ایک ہی کلمہ میں اکٹھی دو طلاقیں دیدے تو دو طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ اور عدت کے بعد عورت اپنی مرضی کی مالک ہوگی۔

○ اسی طرح اگر کوئی شخص ایسے حالات میں ہی تین مختلف مجلسوں میں، یا دو مجلسوں میں یا ایک ہی مجلس میں الگ الگ یا اکٹھی تین طلاقیں دیدے تو اس صورت میں بھی تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ اور وہ عورت تین طلاقیں دینے والے اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائے گی اور اسے رجوع کا کوئی حق نہ رہے گا۔ حتیٰ تنکح زوجًا غیرہ۔

○ اس روایت میں سب راوی ثقہ ہیں۔ البتہ اسماعیل بن اُمیہ ابوالصلت الذارع القرشی الکوفی کے بارے میں خود امام علی بن عمر دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متروک الحدیث ہے، جبکہ شیخ عبدالحق اُسے ضعیف کہتے ہیں۔ لیکن جب صحیح احادیث سے اس کی تائید ہو تو بلحاظ متن یہ روایت صحیح کہلائے گی۔

طلاقِ بتّہ پر تین طلاقوں کا فیصلہ

❾ امیر المومنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو بتّہ کے لفظ سے طلاق دیتے ہوئے سُنا تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ان لوگوں نے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ اور پھر فرمایا:

من طلق البتة الزمناه ثلاثًا لا تحل له حتیٰ تنکح زوجًا غیره

کہ جو بتّہ کہہ کر اپنی بیوی کو قاطع طلاق دے گا تو ہم حکم الٰہی کے موافق اس پر تینوں طلاقیں جاری کریں گے اور اس کے لیے وہ عورت اُس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے۔ (دارقطنی ۳۳)

○ جیسا کہ سیدنا رکانہؓ بن عبدیزید نے ایک طلاق کی نیت سے بتّہ کا لفظ بول کر سُہیمہ کو طلاق دی تھی، تو چونکہ بتّہ کے لفظ سے عام طور پر تین قطعی طلاقیں ہی مُراد لی جاتی ہیں، اس لیے جب تک خود طلاق دینے والا یہ نہ کہے کہ بتّہ کے لفظ سے میری مُراد ایک طلاق تھی، اُس وقت تک بتّہ کے لفظ سے تین طلاقیں ہی تصوّر ہوں گی، اور طلاق دینے والے پر وہ عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔ حتیٰ تنکح زوجًا غیره۔

○ حالانکہ بتّہ کا ایک لفظ تین مجلسوں کا محتاج نہیں ہے۔ یہ تو ایک لمحہ میں زبان سے ادا ہو جاتا ہے، اور جو شخص یہ تین حرفی کلمہ یک لخت زبان سے ادا کرتا ہے تو مذکورہ بالا حدیثِ مُبارک کی رُو سے اور اس سے پہلے تحریر کی جانے والی سنداً و متناً صحیح احادیث کی رُو سے تین کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ البتہ اگر نیت ایک طلاق کی ہو اور طلاق دینے والا حلفاً کہے کہ میری نیت ایک طلاق کی تھی تو ایک طلاق ہو گی۔

○ بہر حال اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہو گیا کہ اگر ایک مجلس میں، بلکہ ایک ہی کلمہ میں اکٹھی تین طلاقیں دے دی جائیں تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور وہ عورت اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔

اکٹھی تین طلاقوں کے متعلق فیصلہ

⓾ امیر المومنین سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد امیر المومنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ انھوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

ایما رجل طلق امرأته ثلاثا عند كل طهر تطليقة او عند رأس كل شهر تطليقة او طلقها **ثلثا جميعا** لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره (سنن دارقطنی ص ۴۲۷، ۴۳۸)

کہ جس مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، خواہ ہر طُہر کے وقت ایک ایک طلاق دے کر، یا ہر ماہ کے شروع میں ایک ایک طلاق دیکر یا اکٹھی تینوں طلاقیں دے دیں، تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔

○ اس حدیثِ مبارک میں اس بات کی صاف لفظوں میں وضاحت ہے کہ نہ صرف ایک مجلس میں بلکہ ایک ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو وہ تین طلاقیں ہی شمار ہوں گی اور ان تین اکٹھی ایک لفظ کے ساتھ دی ہُوئی طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا دینِ محمدی کے ساتھ بھونڈا مذاق ہے، اور اگر کوئی اکٹھی دی ہُوئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیتا ہے تو وہ زناکاری کا رستہ ہموار کرتا ہے۔ اور جو شخص اکٹھی تین طلاقیں دینے کے بعد کسی جاہل اور بے دین رافضی وغیرہ کے بہکائے میں آکر رجوع کرلیتا ہے، یعنی اس مطلقہ عورت کو اپنے گھر بسا لیتا ہے تو وہ حدیث بالا کی رُو سے زنا کا مرتکب ہوگا

○ اور اگر کوئی شخص مسئلہ معلوم ہونے کے بعد پھر بھی اس گناہِ کبیرہ پر عمل کرتا رہے گا اور اس عورت سے جُدا نہ ہوگا تو نماز روزہ کا اسے کچھ فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ گناہِ کبیرہ پر اصرار کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

بیک کلمہ تین طلاقوں پر نبی کریم ﷺ کا فیصلہ

⓫ حضرت ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا
ان رجلا من اسلم طلق امرأته على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
ثلث تطليقات جميعا کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی تھیں۔ فقال له بعض اصحابه ان لك عليها رجعة تو اس طلاق دہندہ کو اس کے دوستوں میں سے کسی دوست نے کہا کہ اس صورت میں تجھے رجوع کر لینے کا حق حاصل ہے۔
فانطلقت امرأته حتى دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم پھر اس طلاق دہندہ کی مطلقہ بیوی حضرت رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ فقالت پھر وہ مطلقہ عورت عرض گزار ہوئی:
ان زوجي طلقني ثلث تطليقات في كلمة واحدة کہ میرے شوہر نے مجھے ایک ہی کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دیدی ہیں۔

○ مقصد یہ تھا کہ آپ اس بات کا فیصلہ فرمائیں کہ کیا ایک ہی کلمہ میں اکٹھی تین طلاقیں دے دی جائیں تو وہ تینوں واقع ہوجاتی ہیں یا نہیں، نیز آپ یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ میں اور طلاق دہندہ شرعاً ایک دوسرے کی میراث کے حق دار رہے یا نہیں۔

○ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم قد بنت منه ولا ميراث بينكما۔ تو اس کے جواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ تیرے شوہر نے ایک ہی کلمہ میں تجھے اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالی ہیں، اور اس طرح اکٹھی تین طلاقیں دینا اچھا نہیں ہے تاہم تُو طلاق دہندہ سے جدا ہو چکی ہے، اور تم دونوں طلاق دہندہ اور مطلقہ کے درمیان وراثت بھی نہیں ہے۔ (مدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۳۲۱)

اکٹھی تین طلاقوں پر نبی کریم ﷺ کا ایک اور فیصلہ

⓬ سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: أخبر رسول اللہ ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعًا ۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسے شخص کے بارے میں اطلاع دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دے دی تھیں۔ فقام غضبانا یہ بات سُن کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت غضبناک ہُوئے، اور غصّے کی حالت میں اپنی مسندِ مبارک سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

ثم قال علیہ السلام أيلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غصّے کی حالت میں فرمایا کہ کیا میری زندگی میں ہی کتاب اللہ کے ساتھ اس طرح سے کھیلا جا رہا ہے۔؟

حتی قام رجل وقال يا رسول الله الا اقتله. (سنن نسائی ج۲ ص ۹۹) یہاں تک کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غصّے کو دیکھ کر اور آپ کا یہ فرمان سُن کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! کیوں نہ اس شخص کو میں قتل ہی کر دوں، جس نے آپ کی زندگی میں کتابُ اللہ کے احکام کا مذاق اُڑاتے ہُوئے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔

○ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سُن کر جس قدر غصے کا اِظہار فرمایا ہے، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے ایک ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دی تھیں اس نے اپنا خانہ خراب کر لیا تھا اور ایک مجلس میں دی ہوئی تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اور احکامِ الٰہی کے مذاق اڑانے کا گناہ اس کے سر پہ علیحدہ ہُوا۔ ورنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر غضبناک ہونے کا اور کوئی مطلب نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ ایک طلاق رجعی ہوتی تو اس پہ اتنا غصّہ کرنے کا تو کوئی مطلب ہی نہیں تھا۔

فائدہ: جب ایک حدیث صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہوجائے، اور کوئی فقیہ و مجتہد اہل سنت اس حدیث کو سند میں پیش کرے تو وہ شرعی دلیل بن جاتی ہے۔

- اور اگر یہی حدیث کوئی کذّاب روایت کرے، یا متروک الحدیث یا رافضی داعیہ یا معتزلی اور خارجی بھی روایت کرے، تو صحیح سند سے ثابت شدہ اس روایت پر اس راوی کے ضعف کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ جیسا کہ:
- اہل السنّت والجماعت کی بے شمار حدیثیں ایسی بھی ہیں جو صحاح ستہ میں مروی ہیں اور اہل السنّت والجماعت کا ان پر عمل ہے۔ اور وہی حدیثیں روافض کی کتب میں بھی مروی ہیں۔ لیکن صحاحِ ستہ کی ان احادیث کو محض یہ کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا کہ یہ روایات روافض کی کتب میں بھی ہیں اور ان کے راوی رافضی ہیں، اس لیے ہم ان کو نہیں مانتے۔
- بلکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی متعدد شیعہ، معتزلی اور خارجی راوی ہیں اور ان دونوں شیخین نے اپنی صحیحین میں ان کی روایات نقل فرمائی ہیں، اور اہل سنّت کا ان پر عمل بھی ہے۔ اس لیے اگر زیرِ بحث مسئلہ سے متعلق احادیث میں اتفاق سے کوئی شیعہ راوی بھی آجائے تو اس حدیث کو محض یہ کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا راوی رافضی ہے۔ کیونکہ:
- جب احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوگیا کہ ایک ہی مجلس میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں، تو اس کے بعد اگر کچھ اور روایتیں ایسی بھی مل جائیں جن میں شیعہ، معتزلی یا خارجی وغیرہ راوی ہوں تو ان کا رافضی وغیرہ ہونا اس صحیح روایت پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ رافضی وغیرہ کی روایت اس صحیح روایت کی مؤیّد بن جائے گی، خصوصاً جبکہ رافضی کی روایت خود اس کے اپنے مذہب کی تردید کرتی ہو۔ کیونکہ:
- ہم قبل ازیں کتبِ روافض سے ثابت کرچکے ہیں کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق تصور کرنا روافض کا مذہب ہے، اہل سُنّت کا نہیں۔

- اب اگر کوئی رافضی اپنے مذہب کے خلاف روایت کرے تو اس سے اس کے اپنے مذہب کی تردید اور اہل سُنّت کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً:
- حضرت امام علی بن احمد بن مہدی ابو الحسن بغدادی دارقطنی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سُنن دارقطنی ص ۲۳۷، ۲۳۸ میں عمرو بن شمر جعفی کوفی رافضی کی سند سے امیرالمومنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے جو اہل سُنّت کی روایاتِ صحیحہ کے موافق ہے اور اس سے روافض کے مذہب کی تردید ہوتی ہے۔
اس لیے اس رافضی راوی کی روایت کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور اگر عمرو بن شمر کی روایت کو محض اس کے رافضی ہونے کی وجہ سے رد کرنا ضروری سمجھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی رافضی قرآن مجید کی آیت پڑھے تو اس کا بھی انکار کر دیا جائے کیونکہ اس کا راوی رافضی ہے۔ نعوذ باللہ۔
- اور اگر یہی اصول بنالیا جائے کہ قرآن مجید کی ہر وہ آیت یا ہر وہ روایت جس کا راوی رافضی، یا معتزلی یا خارجی اور قدری وغیرہ ہو تو اسے ہر حال میں رد کرنا ہی ضروری ہے تو یہ قانون تو بہت ہی خطرناک ہوگا، جس سے انسان دائرۂ اسلام سے نکل کر دائرۂ کفر میں داخل ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ۔
- اس سلسلہ میں اصل قانون یہ ہے کہ: "مُبتدع راوی ایسی روایت بیان کرے جو اس کے بدعی مذہب کی تائید کرتی ہو تو وہ روایت مردود ہے اور اگر وہ مُبتدع ایسی روایت بیان کرے جو اس کے بدعی مذہب کی تائید نہ کرتی ہو تو وہ بلاشبہ مقبول ہے۔" (دیکھیے: نخبۃ الفکر ص ۷۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے فتوے اور فیصلے

امیر المومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

❶ امیر المومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جم غفیر میں اعلان فرمایا: یایھا الناس! قد کانت لکم فی الطلاق اناۃ وانہ من تعجل اناۃ اللہ فی الطلاق الزمناہ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج۲ ص۲۹)

کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے طلاق کے بارے میں یہ گنجائش تھی کہ اس معاملے میں سنجیدگی سے کام لیتے ہوئے خوب اچھی طرح غور و فکر کرنے کے بعد حوصلے کے ساتھ سوچے سمجھے طلاق دی جائے۔ یعنی ایک یہ دیکھے کہ وہ عورت حیض کی حالت میں نہ ہو، اور پھر یہ بھی دیکھے کہ جس طہر میں طلاق دینی چاہے اس میں جماع نہ کیا ہو، اور یہ کہ جب طلاق دینا چاہے تو صرف ایک طلاق دے۔ لیکن اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے خلاف جلد بازی سے کام لیتے ہوئے ایک مجلس میں یا ایک ہی کلمہ میں اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے گا، یا حیض کی حالت میں طلاق دے گا یا ایسے طہر میں طلاق دے گا جس میں جماع کر چکا ہو، یا حاملہ کو طلاق دے گا تو ہم بھی اس پر حکم الٰہی کے مطابق وہی حکم جاری کریں گے۔ یعنی اس نے جس حالت میں اور جتنی طلاقیں دی ہیں وہ سب اس پر جاری کریں گے۔ خواہ اس نے حیض کی حالت میں تین طلاقیں اکٹھی ایک لفظ کے ساتھ ہی کیوں نہ دی ہوں۔

○ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے بھری محفل میں جب یہ اعلان فرمایا تھا تو اس مجلس میں صحابہ کبارؓ کی کثیر تعداد موجود تھی۔ اور کسی ایک نے بھی مخالفت نہیں کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنینؓ کا یہ حکم قرآن و سنت کے عین مطابق تھا، ورنہ کوئی نہ کوئی صحابی ضرور بول اٹھتا کہ اے امیر المومنین! آپ ایسا نیا حکم کیوں نافذ فرما رہے ہیں جو نہ عہد نبویؐ میں تھا نہ عہد صدیقیؓ میں۔

- امیر المومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم شرعی سُن کر تمام صحابہ کی طرف سے اس کی تائید میں خاموش رہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو لوگ عہدِ نبوی یا عہدِ صدیقی میں حکمِ الٰہی کے خلاف بار بار طلاق دے کر رجوع کر لینے کو جائز سمجھتے تھے تو دراصل انھیں حکمِ الٰہی اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ (۲:۲۲۹) کا علم ہی نہ تھا، کیونکہ اوّل تو تمام صحابہؓ کو قرآن مجید حفظ نہیں تھا، دُوسرے یہ کہ تمام صحابہؓ تک قرآن مجید کے تمام احکام بھی پوری طرح نہیں پہنچے تھے۔ پھر جس جس صحابی یا تابعی کو جس وقت بھی جن جن احکامِ الٰہی کا علم ہوتا چلا گیا وہ فوراً پہلے جاہلانہ طریقہ کو چھوڑ کر صحیح شرعی حکم پر عمل شروع کر دیتا تھا۔
- چنانچہ بڑے بڑے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں مجمع عام کے سامنے امیر المومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان سے تمام صحابہ و تابعین کو حکمِ الٰہی اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کا علم بھی ہو گیا اور اس پر سب کا اجماع ہو گیا، جبکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع حُجّتِ قطعیہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (۴: ۱۱۵)
کہ جو کوئی راہِ ہدایت کا بخوبی علم ہو جانے کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا، یا مومنین کی راہ کے علاوہ کسی اور راستے کو اختیار کرے گا تو اس طرح وہ جو کچھ کرتا ہے ہم اسے کرنے دیتے ہیں۔ اور پھر آخرت میں ہم اسے ان کارستانیوں کے بدلے جہنم میں جھونکیں گے جو بُرا ٹھکانا ہے۔
- اس فرمانِ الٰہی سے معلوم ہُوا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کی اتباع کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جو کوئی ان دونوں میں سے کسی ایک کی بھی مخالفت کرے گا تو وہ آخرت میں جہنم کی سزا کا مستحق ہوگا، جبکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ: "میری اُمت گمراہی پر متفق نہیں ہوگی۔"

سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کا ہزار طلاقوں پر فیصلہ

❷ امیر المومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کلمہ میں اکٹھی ایک ہزار طلاقیں دینے والے شخص سے فرمایا کہ عورت کو جدا کرنے کے لیے ان ہزار طلاقوں میں سے صرف تین طلاقیں ہی کافی تھیں۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۴)

امام عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاقوں پر فیصلہ

❸ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ ج ۲ ص ۷۱ میں سنن سعید بن منصور کے حوالے سے لکھا ہے کہ امیر المومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے دخول سے پہلے اکٹھی تین طلاقیں دینے والے شخص سے فرمایا کہ تیری تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں اور وہ مطلقہ تجھ پر حلال نہیں رہی۔ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

○ اس اثر کے تمام راوی ثقہ اور پختہ ہیں۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۴)

○ حضرت امام ابن قیم رحمہ اللہ نے یہ روایت اغاثۃ اللھفان میں نقل فرمائی ہے، اور اس پر کوئی جرح نہیں فرمائی۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۱۶۲)

اکٹھی تین طلاقوں کے متعلق امام عمر رضی اللہ عنہ کا حکمنامہ

❹ امیر المومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک حکم نامہ تحریر فرما کر ارسال فرمایا، جس میں یہ مسئلہ بھی تھا کہ جو شخص اپنی بیوی کو اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا کہے۔ یعنی "تجھے تین طلاقیں" کہ دے تو وہ تین طلاقیں ہی شمار ہوں گی۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۱۷۷ بحوالہ ابو نعیم اصبہانی)

اکٹھی تین طلاقیں دینے والے کی پٹائی

❺ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص غیر مدخولہا بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیتا تھا تو امیر المومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ اس کی پٹائی بھی کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اب یہ عورت تجھ پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو چکی ہے، جب تک وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۴ و مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱/۵)

مذاق میں ہزار طلاقیں دینے والے کی پٹائی

❻ حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک مسخرے نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں۔ پھر امیر المومنین سیدنا امام عمرؓ سے کہنے لگا کہ میں نے تو یونہی کھیل اور مذاق کے طور پر ایسا کیا تھا۔ حضرت امیر المومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے درّے سے اس مسخرے کی خوب پٹائی کی، اور ان دونوں میاں بیوی کے درمیان جدائی بھی کروا دی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲)

تین طلاقوں کے بعد حلالہ کرواکر نکاح کرنے والے کو رجم کا حکم

❼ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالے۔ اور کوئی دوسرا شخص اس مطلقہ بثلاث سے نکاح کرلے اور پھر کسی وجہ سے قبل از دخول ہی اس عورت کو طلاق دیدے (تو وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہو سکتی، اس لیے) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر دخول سے پہلے ہی دوسرا خاوند اسے طلاق دیدے اور پھر وہ پہلا خاوند اگر اس عورت سے نکاح کرلے (تو وہ زنا ہوگا، جس کی سزا محصن کے لیے رجم ہے)، تو اگر امیر المومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں وہ شخص ایسا کرتا تو یقیناً حضرت امیر المومنین اس شخص کو سنگسار کرنے کا حکم دیتے، جس نے پہلے تو اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور اس کی مطلقہ کو دوسری جگہ نکاح کرکے دخول سے پہلے ہی طلاق ہونے کی صورت میں اسی عورت سے دوبارہ نکاح کرلیا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۴۸)

○ یاد رہے کہ رجم یعنی سنگسار اسی شخص کو کیا جاتا ہے جو محصن ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب کرے۔ اور رجم کا یہ حکم اس صورت میں ہے

جبکہ وہ عورت دُوسرے خاوند سے قبل از دخول طلاق لے کر پہلے شوہر سے نکاح کرے ۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص تین طلاقوں کو ایک سمجھ کر مطلقہ بہ ثلاث کو بدستور بسائے رکھے تو وہ بطریق اولیٰ رجم کا مستحق ہوگا ۔

ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے والے سے صحابہؓ کا برتاؤ

❽ مشہور تابعی اور محدث حضرت حسن بن یسار ابو سعید بصریؒ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایسے شخص کو عبرتناک سزا دیتے تھے جو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالتا تھا ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۱)

امیر المومنین سیدنا امام عثمانؓ کا ہزار طلاقوں پر فیصلہ

❾ اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۵۳۰ میں ابن حزم کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں اکٹھی دے دیں تو امیر المومنین سیدنا امام عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تیری بیوی تو تین طلاقوں کے ساتھ ہی تجھ سے جُدا ہوگئی تھی ۔ یعنی ۹۹۷ طلاقیں فضول ہیں ۔

امیر المومنین سیّدنا امام علیؓ کا ہزار طلاقوں پر فیصلہ

❿ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دیں تو امیر المومنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیری عورت کو صرف تین طلاقوں نے تجھ پر حرام کر دیا اس لیے زیادہ طلاقیں دینے کا کوئی فائدہ نہیں ۔ (بیہقی ج ۷ ص ۳۳۴ بطریق شعبہ)

سو طلاقوں پر سیّدنا امام علیؓ کا فیصلہ

⓫ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں تو امیر المومنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین طلاقوں کے ساتھ وہ عورت ہمیشہ کے لیے تجھ سے جُدا ہوگئی اور اُوپر والی ستانوے طلاقیں تیری گردن میں نافرمانی کا طوق ہے ۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۵۴۰ بحوالہ المجموع الفقہی بطریق زید بن علی)

تین طلاقوں پر سیّدنا امام علیؓ کا فیصلہ

⓬ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو امیر المومنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کہ اب وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہی حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷، ص ۳۳۵ بطریق عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ و جعفر بن محمد)

○ یاد رہے کہ یہ ہزار طلاقیں، سو طلاقیں یا اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالنا سخت گناہ کا کام ہے۔ اور اگر کوئی شخص غیر مشروع طریقے سے اکٹھی تین، یا تین سے زیادہ طلاقیں دیتا ہے تو اس کی بیوی تین طلاقوں سے جدا ہو جاتی ہے۔ اور اسی کا نام بدعی طلاق ہے۔ نیز سو طلاق یا ہزار طلاق کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس نے سو یا ہزار طہروں میں طلاق دی ہو، یہ تو ایک لمحہ کی بات ہے۔

اُونٹ کے بوجھ جتنی طلاق کے متعلق فتویٰ

۱۳ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ تجھے اُونٹ کے بوجھ جتنی طلاق ہے، اس پر امیرالمؤمنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اب وہ عورت اس مرد پر حلال نہیں رہی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵ ج ۷)

ایک مجلس کی تین طلاقوں پر امام علیؓ کا فتویٰ

۱۴ حضرت سلیمان بن مہران ابو محمد اسدی کوفی اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک بابا رہتا تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ میں نے امیرالمؤمنین علیؓ سے یُوں سُن رکھا ہے کہ "جب کوئی شخص ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت اسی طلاق دہندہ کو لوٹا دی جاتی ہے یعنی ایسی طلاق کا کچھ اعتبار نہیں اور وہ ایک طلاق بھی نہیں ہوتی"۔

○ یہ عجیب و غریب بات سُن کر کئی لوگ اس بُوڑھے کے پاس آتے تھے، اور اس کی یہ حیران کُن روایت کان لگا کر بڑے غور سے سُنتے تھے۔

○ ایک دن میں بھی اس بوڑھے کے یہاں چلا گیا، تاکہ اس کی روایت کی کھوج لگاؤں اور دیکھوں کہ اس کی کچھ حقیقت بھی ہے یا مسلمانوں کے خلاف کوئی گہری سازش ہے، کیونکہ نہ صرف حضرت علیؓ بلکہ تمام صحابہؓ کا مشہور مذہب تو یہ ہے کہ ایک مجلس تو کیا، ایک کلمہ کے ساتھ یک دم

دی ہُوئی تین طلاقوں سے بھی عورت طلاق دہندہ پر حلال نہیں رہتی۔)

- حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بوڑھے سے دریافت کیا کہ کیا یہ مسئلہ تم نے خود امیرالمومنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ کی زبان محفوظ سے سُنا ہے یا ویسے ہی من گھڑت بات عوام میں مشہور کر رکھی ہے؟
- اس بوڑھے نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا کہ: جی ہاں! یہ مسئلہ خود میں نے امیرالمومنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ سے سُنا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ: "جب کوئی مرد ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالے تو وہ تینوں طلاقیں ایک طلاق کی طرف لوٹائی جائیں، یعنی اس طلاق دہندہ کو رجوع کرکے اس عورت کو دوبارہ اپنے گھر بسانے کا اختیار ہے۔"
- میں (اعمش) نے دریافت کیا کہ: کیا یہ بات خود اپنے کانوں سے تم نے امیرالمومنین سے سُنی ہے، یا کسی سے اُڑتی ہُوئی سُن کر آگے بیان کرنی شروع کر دی ہے؟
- حضرت اعمشؒ کے اس سوال پر اس بوڑھے نے کہا کہ "امیرالمومنین کا یہ فرمان تو میرے پاس موجود ایک کتاب میں بھی لکھا ہُوا ہے، ذرا ٹھہرو تو میں وہ کتاب اندر سے لاکر آپ کو دکھاتا ہوں تاکہ آپ کو یقین آجائے۔ اور پھر اس بوڑھے نے وہ کتاب نکال کر حضرت اعمش کو دکھائی۔ اور امیرالمومنین کا فرمان دکھایا، جس میں لکھا ہُوا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ وہ حدیث ہے جو میں نے امیرالمومنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ سے سُن رکھی ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ: "جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالے تو وہ عورت اس طلاق دہندہ مرد سے جُدا ہوگئی۔ اور اب وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہی۔ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔"

○ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ امیر المومنینؓ کا یہ فرمان ذیشان پڑھ کر میں نے حضرت امیر المومنین کی طرف جھوٹا فتویٰ منسوب کرنے والے اس بوڑھے کذاب سے کہا کہ، تو برباد ہو، یہ تحریر تو تیری اس بات کی مخالف ہے جو تو لوگوں کے سامنے بیان کرتا رہتا ہے۔

○ حضرت اعمشؒ نے جب اس انداز میں اس کی تحریر سے اس کے قول کو جھٹلا دیا، تو وہ اپنے جھوٹ کا اقرار کرتے ہوئے کہنے لگا کہ: یہ بات تو ٹھیک ہے مگر یہ (رافضی) مجھ سے یہ اُلٹی بات کہلواتے ہیں۔ (بیہقی ج ۷ ص ۳۳۹ و ۳۴۰)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا فتویٰ

⓯ ایک شخص نے غیر مدخول بہا منکوحہ کو اکٹھی تین طلاقیں دیدیں تو اس کے متعلق سیدنا ابوہریرہ، سیدنا ابن عباس اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم یعنی ان تینوں نے فتویٰ دیا کہ وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہی۔ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۳)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا فتویٰ

⓰ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اس طرح طلاق دی کہ: "تجھے ایک طلاق ہے جیسے ہزار ہوں"۔ اس پر حضرت ام المؤمنینؓ نے فرمایا کہ وہ عورت اس مرد پر حلال نہیں رہی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۷۹)

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ کا فتویٰ

⓱ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی غیر مدخول بہا منکوحہ کو اکٹھی تین طلاقیں دیدیں تو اُمّ المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اب وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہی حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ (مصنف ابن شیبہ ج ۵ ص ۲۲)

ننانوے طلاقوں پر سیدنا ابن مسعودؓ کا فتویٰ

⓲ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دیدی تھیں۔ اس پر فقیہ اُمت

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین طلاقیں تو عورت کو مرد سے جُدا کر دیتی ہیں اور باقی سب کی سب مرد کا اس عورت پر ظلم اور زیادتی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۵۵۷ بحوالہ عبدالرزاق بطریق ابراہیم بن علقمہ)

سو طلاقوں پر سیدنا ابن مسعودؓ کا فتویٰ

(۱۹) ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی لفظ سے اکٹھی سو طلاقیں دے کر قصہ تمام کر دیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں نے تو ایک مرتبہ ہی سو طلاق کا لفظ کہا ہے اس پر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے شرعی حکم کے مُطابق فتوےٰ دیتے ہُوئے اِرشاد فرمایا کہ وہ عورت تو اُن سو میں سے صرف تین طلاقوں کے ساتھ ہی تجھ سے جُدا ہوگئی۔ اور باقی طلاقیں عورت پر تیرا ظلم اور زیادتی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۵۴۷ بحوالہ بیہقی بطریق اعمش عن مسروق)

تین طلاقوں پر سیدنا ابن عمرؓ کا فتویٰ

(۲۰) ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو سیدنا عبداللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما نے فتویٰ دیا کہ اب وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہی حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۵)

حیض کی حالت میں طلاق کے متعلق ابن عمرؓ کا فتویٰ

(۲۱) ایک شخص نے خلافِ شرع حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص کو فتویٰ دیا کہ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی بھی تجھ سے جُدا ہوگئی ہے۔ (بیہقی ج۷ ص۳۳۶)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا طلاقوں کے متعلق مدلل فتویٰ

(۲۲) صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۶ میں ہے کہ جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے طلاق کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا تو آپؓ فرمایا کرتے تھے:

اما انت ان طلقت امرأتك مرة او مرتين فان رسول الله صلی الله علیه وسلم امرني بهذا وان كنت طلقتها ثلاثا

فقد حرمت علیك حتیٰ تنکح زوجاً غیرك وعصیت الله فیما امرك من طلاق امرأتك. کہ اگر تو نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تب تو تجھے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے، کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رجوع کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ اور اگر تو نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، تو پھر وہ عورت تجھ پر حرام ہو چکی ہے، جب تک کہ وہ تیرے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے۔ اور اس طرح تین طلاقیں دے کر تو نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی جو نافرمانی کی ہے وہ مزید برآں۔

○ یاد رہے کہ اسلام میں طلاق دینے کا معروف طریقہ تو وہی ہے جو قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کہ طہر کی حالت میں طلاق دی جائے اور وہ بھی صرف ایک اور طہر بھی وہ کہ جس میں جماع نہ کیا ہو۔ لیکن کوئی ان شرعی قیود کا لحاظ کیے بغیر طلاق دے گا تو اس کا گناہ بھی ہوگا اور جتنی طلاقیں دے گا وہ سب کی سب نافذ ہو جائیں گی۔ کیونکہ جتنی احادیث اور آثار اس بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں ان میں سے کسی میں بھی یہ نہیں آیا کہ بدعی طریقہ سے اکٹھی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق سمجھنا چاہیے۔ بلکہ جہاں بھی آیا ہے وہ مطلق آیا ہے کہ خواہ کسی طریقہ سے کسی بھی موقع پر جو شخص تین طلاقیں دے ڈالے گا تو وہ عورت حرام ہو جائے گی، جبکہ ایک یا دو طلاقوں کی صورت میں رجوع یا تجدیدِ نکاح کی سہولت موجود رہتی ہے۔ اور اس فرمان میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اس طلاق سے رجوع کا ذکر فرمایا ہے جو انھوں نے حیض کی حالت میں دی تھی اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم فرمایا تھا۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

سو طلاقوں کے متعلق ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ

۴۳ حضرت سعید مقبریؒ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی

خدمت میں بیٹھا ہُوا تھا، اسی دوران ایک آدمی آیا، اور عرض کرنے لگا اے ابو عبدالرحمٰن (یعنی سیدنا عبداللہ بن عمرؓ) میں نے اپنی بیوی کو سو بار طلاق دے دی ہے۔ اب بتائیے کہ میرے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ سیدنا ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تین طلاقوں کے ساتھ تو تیری بیوی تجھ سے جُدا ہو گئی، اور باقی ستانوے کے بارے میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھ سے محاسبہ اور باز پرس کرے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۴)

ننانوے طلاقوں پر سیدنا ابن عمرؓ کا فتویٰ

۶۴ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو ننانوے بار طلاق دی ہے، اب مجھے اس بارے میں شرعی حکم بتلائیے۔ آپؓ نے پوچھا کہ دیگر صحابۂ کرامؓ نے کیا جواب دیا ہے؟ اس نے کہا کہ تمام صحابہؓ نے یہی فرمایا ہے کہ وہ عورت تجھ پر حرام ہو گئی ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ واللہ! انھوں نے تجھ پر شفقت کی ہے، ورنہ اصل بات تو یہ ہے کہ بیوی تو تجھ سے جُدا ہو ہی گئی اور باقی طلاقیں زیادتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی سزا دے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲)

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کا فتویٰ

۶۵ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں تو سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک طلاق تو عورت کو مرد سے جُدا کر دیتی ہے، مگر تین طلاقیں عورت کو مرد پر حرام کر دیتی ہیں، اور وہ مطلقہ بہ ثلاث عورت اس طلاق دہندہ مرد کے لیے حلال نہیں رہتی، حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ۔ (مؤطا امام مالک ص ۲۰۷ وبیہقی ج ۷ ص ۳۳۵)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا فتویٰ

۶۶ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مشہور تابعی حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی صحبت میں بیٹھے ہُوئے تھے

اسی دوران ایک آدمی نے آکر مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص نے اپنی باکرہ بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت عطاء بن یسارؒ نے فرمایا کہ باکرہ کو تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک طلاق ہی ہُوا کرتی ہے۔

○ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عطاء بن یسارؒ کے اس قول کی تردید کرتے ہُوئے ان سے مخاطب ہو کر غصّے کے ساتھ فرمایا:

○ "تمھیں اس مسئلے کا علم نہیں، تم تو کوئی قصہ گو معلوم ہوتے ہو، اور تم مفتی تو ہو ہی نہیں۔" اس کے بعد شرع شریف کے مُطابق آپؓ نے فتویٰ دیتے ہُوئے ارشاد فرمایا کہ: اگر باکرہ یعنی غیر مدخول بہا منکوحہ کو ایک طلاق دی جائے تو وہ بائن یعنی جُدا ہو جاتی ہے، اور اگر اکٹھی تین طلاقیں دے دی جائیں تو اس مرد پر اس عورت کو ہمیشہ کے لیے حرام کر دیتی ہیں۔ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۲)

سیدنا مغیرۃ بن شعبہ کا فتویٰ

⓱ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں ایک ساتھ دے دی تھیں تو اس پر سیدنا مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں، ان سو میں سے تین طلاقوں کے ساتھ تو اس مرد پر وہ عورت حرام ہو گئی اور باقی ستانوے فضول ہیں۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۶)

سیدنا عُبادۃ بن الصامت کا فتویٰ

⓲ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی ایک ہزار طلاقیں دے دیں تو سیدنا عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ اس شخص کی تین طلاقیں تو نافذ ہو گئیں اور باقی نو سو ستانوے طلاقیں دینا اس کا ظلم اور زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۵۲، بحوالہ طبرانی)

○ یاد رہے کہ اگر کوئی شخص ہر طہر میں ایک ایک طلاق دے اور اس طرح سو طہروں میں ایک سو طلاقیں پوری کرنے کے بعد مسئلہ دریافت کرنے چلے

تو یہ ناممکن سی بات ہے۔ کیونکہ عام حالات میں سو طہروں کے لیے سو ماہ درکار ہیں، جبکہ سو ماہ آٹھ سال چار ماہ میں پُورے ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ بات ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص طلاق دینے کے عمل کو برابر آٹھ سال جاری رکھ سکے اور اتنے طویل عرصہ تک وہ عورت کو گھر بٹھائے رکھے۔ اسی طرح ہزار ماہ تقریباً ۸۳ سال میں پورے ہوتے ہیں۔ فافہم۔

سیدنا سعد بن مالک ابوسعید خدریؓ کا فتویٰ

(۲۹) ایک شخص نے رخصتی سے پہلے ہی اپنی منکوحہ کو اکٹھی تین طلاقیں دیدیں، اس پر سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عورت اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۲)

سیدنا عبد اللہ بن مغفلؓ کا فتویٰ

(۳۰) ایک شخص نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو رخصتی سے پہلے ہی اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو اس پر سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۳)

○ یاد رہے کہ مذکورہ بالا روایات میں جمیعًا یا متفرقۃ کا لفظ گو موجود نہیں ہے لیکن دیگر متعدد روایاتِ صحیحہ سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اگر غیر مدخول بہا کو متفرقۃ یعنی الگ الگ توطلاق والی ہے، توطلاق والی ہے، توطلاق والی ہے کہا جائے تو پہلی مرتبہ توطلاق والی ہے یا تجھے طلاق دیتا ہوں کہنے سے وہ عورت جدا ہو جاتی ہے اور باقی طلاقیں لغو ہوتی ہیں، اور ان دونوں کے درمیان پھر سے خطبہ اور نکاح جائز ہوتا ہے اور وہ عورت اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوتی۔ لیکن مذکورہ بالا روایات میں صحابۂ کرامؓ فتویٰ دیتے ہیں کہ تین طلاقوں کے بعد غیر مدخول بہا اس مرد پر حلال نہیں رہتی، تو یقیناً ان کا مطلب یہی ہے کہ اکٹھی، ایک ہی کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دے دی جائیں تو وہ عورت اس مرد پر حلال نہیں رہتی۔

سیدنا ابوھریرہ کا فتویٰ

(۳۱) ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں تو اس کے متعلق سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک طلاق تو عورت کو مرد سے جُدا کر دیتی ہے جبکہ تین طلاقیں اس کو حرام کر دیتی ہیں، اور اس کے بعد وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہتی، حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ (مؤطا امام مالک ص ۲۰۸ و بیہقی ج ۷ ص ۳۳۵)

غیر مدخول بہا کے متعلق فتویٰ

(۳۲) سیدنا ابوہریرہ، سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے غیر مدخول بہا کے بارے میں دریافت کیا گیا، جس کے شوہر نے رُخصتی سے پہلے ہی اکٹھی تین طلاقیں دے دی تھیں، تو ان تینوں صحابۂ کرامؓ نے یہی فتویٰ دیا کہ وہ عورت اس مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ کسی دُوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔ (سنن ابی داؤد ص ۳۰۶)

سیدنا عمران بن حصین کا فتویٰ

(۳۳) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے، ایک شخص نے آکر آپ سے دریافت فرمایا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اب بتائیے کہ کیا کیا جائے۔ تو اس پر سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور اس کی بیوی بھی اس سے جُدا ہوگئی۔ (بیہقی ج ۷ ص ۳۳۲)

سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ کا فتویٰ

(۳۴) جس شخص نے سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پُوچھا تھا، وہ شخص یہی مسئلہ لے کر سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہُوا کہ شاید وہ حضرت عمرانؓ کے خلاف فتویٰ دیں۔ مگر انھوں نے اس فتویٰ کی تائید فرمائی اور حضرت عمرانؓ کے حق میں دُعا بھی فرمائی۔ (بیہقی ج ۷ ص ۳۳۲)

سیدنا انس بن مالکؓ کا فتویٰ

(۳۵) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں دینے سے تینوں پڑجاتی ہیں (خواہ الگ الگ دی جائیں یا اکٹھی)، اور عورت جُدا ہو جاتی ہے پھر اس کے لیے حلال نہیں رہتی۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۲ ص ۳۴)

امیرالمؤمنین سیدنا امام حسن بن علیؓ کا فعل

(۳۶) حضرت سوید بن غفلہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ بنت فضل خثعمیہؒ امیرالمومنین سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، تو جب امیرالمومنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تو حضرت عائشہ بنت فضلؒ نے سیدنا امام حسنؓ کو امامت کے عہدے پر سرفراز ہونے کی مُبارک بادی، تو سیدنا امام حسنؓ حضرت عائشہ بنت فضل سے کہنے لگے کہ آپ امیرالمومنین (سیدنا امام علیؓ) کے قتل ہونے پر خوشی منارہی ہیں، اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا، جاؤ میں نے تمھیں تین طلاقیں دیں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اچانک پیش آیا اور یہ تینوں طلاقیں امیرالمومنین سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک ہی کلمہ میں دے دی تھیں، اور پھر باقی ماندہ مہر اور دس ہزار درہم بھی متعۂ طلاق کے طور پر انھیں دیے۔

○ حضرت امیرالمومنینؓ کی طرف سے یہ رقم ملنے پر حضرت عائشہ بنتِ فضلؒ نے فرمایا کہ طلاق دینے والے حبیب سے یہ متاعِ قلیل ملا ہے۔

○ امیرالمومنین سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب اپنی مطلقہ بثلاث بیوی حضرت عائشہ بنتِ فضل خثعمیہؒ کے یہ الفاظ سُنے تو رو پڑے۔ (جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عائشہؒ نے مبارک باد دی تھی تو یہ بات امیرالمومنینؓ کو اس قدر نامناسب معلوم ہوئی کہ انھوں نے فوراً ایک سانس میں انت طالق ثلاثًا کے الفاظ ادا فرما کر اپنی بیوی کو ہمیشہ کے لیے اپنے اُوپر حرام کرلیا تھا، ورنہ اس طرح رونے کا کوئی مطلب نہ تھا)، پھر

امیر المومنین سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں نے اپنے والد ماجد سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہ سنا ہوتا کہ جو شخص اپنی بیوی کو الگ الگ طہروں میں تین طلاقیں دے یا مبہم طریقے سے اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے تو وہ طلاق دہندہ کے لیے حلال نہیں رہتی حتیٰ تنکح زوجا غیرہ، تو میں ضرور اس کی طرف رجوع کرلیتا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۶)

○ حضرت ابن رجبؒ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۷۵۰)

سیدنا زید بن ثابتؓ کا غیر مدخول بہا کی طلاق کے متعلق فتویٰ

(۲۷) حضرت حکم بن عتیبہؒ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا امام علی، سیدنا ابن مسعود اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے غیر مدخول بہا کو دی گئی تین طلاقوں کے بارے میں فتویٰ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر اکٹھی تین طلاقیں دیجائیں تب تو وہ عورت حلال نہیں رہتی، اور اگر الگ الگ کرکے دی جائیں تو پہلی کے ساتھ وہ عورت جدا ہوجائے گی اور بعد والی کوئی چیز نہیں۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۶ ص ۳۳۶)

غیر مدخول بہا کی طلاق کے متعلق صحابہؓ کا مشترکہ فتویٰ

(۲۸) سیدنا عبد اللہ بن زبیر اور سیدنا عاصم بن عمر رضی اللہ عنہم اکٹھے تشریف فرما تھے کہ حضرت محمد بن ایاس بن ابی بکیرؒ نے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ ایک بادیہ نشین نے دخول سے پہلے ہی اپنی منکوحہ کو اکٹھی تین طلاقیں دیدی ہیں تو اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ اس پر سیدنا عبد اللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ

○ یہ مسئلہ سیدنا ابن عباس اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے دریافت کریں، اور وہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما ہیں۔ پھر حضرت محمد بن ایاسؒ نے وہاں پہنچ کر سیدنا ابن عباسؓ سے مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے سیدنا ابو ہریرہؓ سے اس کا جواب دینے کے لیے فرمایا، تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ:

○ ایک طلاق تو عورت کو جدا کر دیتی ہے جبکہ اکٹھی تین طلاقیں حرام کر دیتی ہیں حتیٰ تنکح زوجا غیرہ۔ (موطا امام مالک ص ۲۰۸ و بیہقی ج ۷ ص ۳۵۵)

رأس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوے

○ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جہلاء ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے کے بعد اپنا اُجڑا ہُوا گھر دوبارہ بسانے کے لیے کوئی نہ کوئی جواز کی صُورت تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

○ اسی دَوران بعض آزاد خیال علماء کی طرف سے انھیں حضرت طاؤسؒ کی طرف منسوب ایک روایت دکھا کر رجوع کر لینے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ حضرت طاؤس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہُوئے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص تمھیں یہ بتائے کہ طاؤسؒ تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی سمجھتے تھے تو اسے کہنا کہ تو جُھوٹ کہتا ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۵۵۷ بحوالہ ادب القضاء)

○ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے حضرت طاؤسؒ کی زندگی میں ہی ان پر یہ بہتان لگا دیا تھا کہ حضرت طاؤسؒ تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن طاؤسؒ کو اصل بات بتلا دی' تاکہ کوئی شخص شریر لوگوں کی باتوں میں نہ آئے۔

○ حضرت طاؤسؒ کے اس وضاحتی بیان سے معلوم ہُوا کہ وہ تین طلاقوں کو تین ہی سمجھتے تھے۔ اسی طرح سیدنا ابن عباسؓ کے دُوسرے تمام شاگردوں کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں مرد پر عورت کو حرام کر دیتی ہیں، چنانچہ

ایک لفظ کے ساتھ سو طلاقوں کے متعلق فتویٰ

(۳۹) حضرت ہارون بن عنترہ سے ان کے والد حضرت عنترہؒ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی صحبت میں بیٹھا ہُوا تھا کہ ایک آدمی آگیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک ہی لفظ کے ساتھ ایک سو طلاقیں دیدی ہیں' کیا وہ عورت تین طلاقوں کے ساتھ مجھ سے جُدا ہو گئی ہے یا وہ ایک ہی طلاق سمجھی جائے گی ؟ اس پر سیدنا ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تین طلاقوں سے تو عورت تجھ سے جُدا ہو گئی اور باقی ۹۷ تجھ پر بوجھ ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳/۵)

اکٹھی تین طلاقوں کے متعلق فتویٰ

(۲۰) سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ "تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے"۔ اور پھر اُسے شرمندہ کیا اور کوئی گنجائش نہ دی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۱ و درمنثور ج ص ۶۶۶)

سَو طلاقوں کے مُتعلق فتویٰ

(۲۱) حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی تھیں، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ستانوے طلاقیں دے کر احکام الٰہی کے ساتھ مذاق کیا ہے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۲ و ۳۳۷)

اکٹھی تین طلاقوں کے متعلق فتویٰ

(۲۲) سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد حضرت مجاھد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا ابن عباسؓ کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں، تو آپؓ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے تو گنجائش رکھی تھی لیکن تُو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور تیری بیوی بھی تجھ سے جُدا ہوگئی"۔ (ابوداؤد بسند صحیح ص ۳۰۶ و فتح الباری ج ص ۹ و بیہقی ج ۷ ص ۳۳۱ و درمنثور ج ص ۶۶۷)

سَو طلاقوں کے متعلق فتویٰ

(۲۳) حضرت مجاھدؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی سو طلاقیں دیدیں تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے، اور تیری بیوی بھی تجھ سے جُدا ہوگئی۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۱ و ۳۳۷)

ہزار طلاقوں کے متعلق فتویٰ

(۲۴) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت سعید بن جُبیرؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دی تھیں، تو اس کے متعلق پوچھنے پر

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تین طلاقوں نے تو تیری بیوی کو تجھ پر حرام کردیا۔ اور باقی (نوسوستانوے) تجھ پر بوجھ ہیں، کیونکہ تُو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ مذاق کیا ہے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۲)

تین طلاقوں کے متعلق فتویٰ

⑦⑤ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے بارے میں پُوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ عورت اُس پر حرام ہوگئی۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۷)

ستاروں کی تعداد جتنی طلاقوں کے متعلق فتویٰ

⑦⑥ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے آکر پُوچھا کہ میں نے اپنی بیوی کو ستاروں کی تعداد جتنی طلاقیں دے دی ہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ تجھے تو صرف جُوزاء ستارے کا سرا ہی کافی تھا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۷)

تین طلاقوں کے متعلق فتویٰ

⑦⑦ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد حضرت مالک بن حارثؒ فرماتے ہیں کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، جب میں نے مسئلہ پُوچھا تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اِرشاد فرمایا کہ تمہارے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور پھر مجھے شرمندہ کیا اور فرمایا کہ تمہارے چچا نے شیطان کا کہا مانا اس لیے اب کوئی گنجائش نہیں۔

○ حضرت مالک بن حارثؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ کیا میرے چچا کے لیے کوئی دُوسرا شخص اس کی بیوی کا محلل بن سکتا ہے؟ تو اس کے جواب میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ (بزعم خویش) دغا اور فریب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس دغابازی کی سزا دے گا۔ (بیہقی ج ۷ ص ۳۳۷ بسند صحیح)

قبل از رُخصتی تین طلاقوں سے متعلق فتویٰ

(۷۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت محمد بن ایاس بن ابی بکیرؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دُخول سے پہلے یعنی باکرہ بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اسے خیال آیا کہ میں اپنی اسی مطلقہ بیوی سے نکاح کرلوں۔ لہٰذا وہ اس بارے میں شرعی حکم معلوم کرنا چاہتا تھا، تو میں بھی اس کے ساتھ ہولیا تاکہ اس کے بارے میں صحابۂ کرامؓ سے مسئلہ دریافت کروں۔

○ پھر ہم نے سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ مسئلہ دریافت کیا تو ان دونوں نے فرمایا کہ ہم تجھے اس سے نکاح کرنے کی شرعاً اجازت نہیں دے سکتے۔ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ پھر اس شخص نے عرض کی کہ: "اجی میں نے تو ایک مرتبہ ہی (تین طلاق کا لفظ) کہا تھا" تو اُس کی اِس وضاحت کا جواب دیتے ہُوئے سیدنا ابن عباسؓ نے اِرشاد فرمایا کہ: "جو کچھ فضل تیرے لیے تھا، وہ سب کا سب خود تُو نے اپنے ہاتھ سے ہی چھوڑ دیا ہے تو بھلا اب کیا ہوسکتا ہے۔" (بیہقی ج ۷ ص ۳۳۵ و ۳۳۸)

تین طلاقوں کے متعلق فتویٰ

(۷۹) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت عکرمہ رحمہُ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پہلے یعنی عہدِ جاہلیت میں ایسا ہُوا کرتا تھا کہ کوئی شخص جب بھی اپنی بیوی کو طلاق دیتا تھا تو وہ رجوع کا حق رکھتا تھا، اگرچہ تین طلاقیں ہی دے دی ہوں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے الطلاق مرتان (۲: ۲۲۹) کے حکمنامے سے اس جاہلی عمل کو منسوخ کردیا جس میں فرمایا گیا ہے کہ رُجوع کا حق دو طلاقوں تک ہی ہے، اور اس کے بعد رجوع کا کوئی حق نہیں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۷)

○ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے براہِ راست شاگردوں کے بعد اب اُن کے بالواسطہ شاگردوں کی تین طلاقوں کے بارے میں روایات بھی ملاحظہ فرمائیے۔

قبل از رُخصتی تین طلاقوں کے متعلق فتویٰ

⓹⓪ حضرت معاویہ بن ابی عیاش انصاریؒ فرماتے ہیں کہ مَیں سیّدنا عبداللہ بن زبیر اور سیّدنا عاصم بن امیر المومنین سیّدنا امام عمر رضی اللہ عنہم کی صحبت میں بیٹھا تھا اسی دَوران حضرت محمد بن ایاس بن ابی بکیرؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ اہلِ بادیہ میں سے ایک شخص نے دُخول سے پہلے ہی اپنی منکوحہ کو اکٹھی تین طلاقیں دیدی ہیں تو اس بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟ سیّدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسی بات ہے جس کے بارے میں ہم کوئی بات کہنا نہیں چاہتے اس لیے آپ اِس مسئلہ کے بارے میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِستفسار فرمائیں۔ میں ان دونوں کو ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بیٹھا چھوڑ آیا ہوں۔

○ پھر حضرت محمد بن ایاس بن ابی بکیرؒ نے وہاں پہنچ کر اس مسئلہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو سیّدنا عبداللہ بن عباسؓ نے سیّدنا ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ اس بارے میں آپ فتویٰ صادر فرمائیں۔ چنانچہ:

○ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ "ایک طلاق تو عورت کو مرد سے جُدا کر دیتی ہے، لیکن تین طلاقیں عورت کو مرد پر حرام کر دیتی ہیں، حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ"۔

○ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ سُن کر سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس فتویٰ کی تائید کرتے ہُوئے فرمایا کہ "یہ مسئلہ اسی طرح ہے"۔ (مؤطا امام مالک ص ۲۰۸ و درمنثور ج ۲ ص ۶۶۶ وبیہقی ج ۷ ص ۳۵۵)

تین طلاقوں کے متعلق فتویٰ

⓹⓵ حضرت علی بن ابی طلحہؒ نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مُرسلاً روایت نقل فرمائی ہے کہ (متفرق یعنی الگ الگ ہوں یا ایک ساتھ اکٹھی ہوں ہر حال میں) تین طلاقوں کے بعد مرد پر عورت حلال نہیں رہتی۔ (بیہقی ج ۷ ص ۳۵۱)

قبل از رُخصتی تین طلاقوں کے متعلق فتویٰ

۵۲ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت عامر بن شراحیل شعبیؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے دُخول سے پہلے اپنی منکوحہ کو اکٹھی تین طلاقیں دیدیں تو سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اِرشاد فرمایا کہ "اس شخص کے ہاتھ میں طلاقوں کی گٹھڑی تھی جسے اس نے ایک دم کھول دیا۔ (بیہقی ج ۷، ص ۳۳۹)

خلاصہ یہ کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نو بلاواسطہ شاگردانِ گرامی
① حضرت عنترہ ② حضرت عطاء بن رباح ③ حضرت مجاھد بن جبیر، ④ حضرت سعید بن جبیر ⑤ حضرت عمرو بن دینار ⑥ حضرت مالک بن حارثؒ ⑦ حضرت محمد بن ایاس بن ابی بکیر ⑧ حضرت عکرمہ ابوعبداللہ بربری، ⑨ حضرت عامر بن شراحیل شعبی۔ اور دو بالواسطہ ⑩ حضرت معاویہ بن ابی عیاش انصاری۔ اور ⑪ حضرت علی بن طلحہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی روایات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ عمزادۂ رسول اللہ ﷺ راس المفسرین سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اکٹھی تین طلاقوں کو تین ہی سمجھتے تھے۔

○ نیز سیدنا ابن عباسؓ کے مذکورِ بالا شاگردوں کے علاوہ ⑫ حضرت طاؤس بن کیسان ابوعبدالرحمٰن فارسی یمنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی یہی تھا، جیسا کہ قبل ازیں حضرت حسین بن علی کرابیسیؒ کی کتاب "ادب القضاء" کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ حضرت طاؤس نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن طاؤس ابو محمد یمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھنے کی نسبت میری طرف کی جائے تو راوی کی تکذیب کرنا۔

○ نیز حضرت عطاء بن ابی رباح سے ابن جریج نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے سیّدنا عبداللہ بن عباسؓ سے یہ سُنا ہے کہ "بکر" کو اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک رجعی طلاق ہوتی ہے۔ تو حضرت عطاء نے نفی میں جواب دیا، پھر ابن جریج نے فرمایا کہ حضرت عطاء دُوسروں کی نسبت ابنِ عباسؓ کو زیادہ جانتے ہیں۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۵۵۹)

طاؤسؒ کی روایت

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا روایاتِ متواترہ کے برعکس سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حضرت طاؤس بن کیسان ابو عبدالرحمٰن الفارسی ثم الیمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ایک روایت صحیح مسلم ص ۴۷۷ میں ہے۔

کان الطلاق علی عھد رسول اللہ ﷺ وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ طلاق الثلاث واحدۃ۔ یعنی سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین سیدنا امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور امیر المؤمنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں شروع کے دو یا تین سال تک تین طلاقیں ایک ہی جاتی تھیں۔

- سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے دس شاگردوں اور خود حضرت طاؤسؒ کے اپنے مسلک کے بظاہر خلاف حضرت طاؤسؒ ہی سے مروی اس روایت میں مطلق تین طلاقوں کا ذکر ہے کہ ان ادوار میں تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا۔
- لیکن تین طلاقوں کو ایک طلاق کون سمجھتا تھا، اس روایت میں اس بات کی کوئی وضاحت نہیں، اور نہ ہی اس بات کی کوئی وضاحت ہے کہ اکٹھی تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا یا ایک مجلس کی الگ الگ تین طلاقوں کو بھی ایک طلاق سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ اس روایت سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ الگ الگ تین طہروں میں ایک ایک کر کے صحیح شرعی طریقے سے دی ہوئی تین طلاقوں کو بھی ایک طلاق ہی سمجھا جاتا ہوگا۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں۔

روایتِ طاؤسؒ کا اصل مطلب

حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ تعالیٰ نے دراصل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بات سُنی تھی کہ دورِ جاہلیت میں لوگ بار بار طلاق دے کر رجوع کرلیا کرتے تھے، اور پھر یہی جاہلی طریقہ مسلمانوں کے یہاں بھی جاری رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس جاہلی طریقہ کو منسوخ کر کے اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ (۲:۲۲۹)

کا حکم نازل فرمایا۔ جس میں مُسلمانوں کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ طلاق دینے کے بعد صرف دو مرتبہ رجوع کیا جا سکتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص تیسری بار بھی طلاق دے ڈلے گا تو اب اسے رجوع کا کوئی حق نہ رہے گا۔ اور وہ عورت طلاق دینے والے پر حرام ہو جاتی ہے اور جب تک وہ عورت کسی اور شخص سے نکاح کر کے ہمبستری نہ کر لے اس وقت تک وہ عورت طلاق دینے والے مرد کے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم محض اس لیے دیا تھا کہ لوگ طلاق دینے کے عمل کو بار بار نہ دُھرائیں،

- اور اگر کوئی شخص طلاق دینا بہت زیادہ ضروری سمجھے تو صرف ایک مرتبہ طلاق دے۔ پھر اگر صلح کی کوئی صُورت پیدا ہو جائے تو رجوع کر سکتا ہے۔
- اور اگر کوئی شخص دوبارہ طلاق دے بیٹھے تو پھر بھی رجوع کر سکتا ہے۔ لیکن یہ طلاق دینا اور رجوع کر لینا کوئی کھیل تماشا نہیں، اگر کوئی شخص تیسری بار پھر طلاق دے گا تو اسے رجوع کا کوئی حق نہ رہے گا۔
- اب رہا یہ کہ اگر کوئی شخص ایک ساتھ اکٹھی ایک ہی مجلس میں یا ایک ہی کلمہ میں تینوں طلاقیں دے ڈالے تو پھر بھی وہ عورت اس مرد پر حرام ہو جاتی ہے یا نہیں، تو اس سلسلے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کے فیصلوں اور فتووں کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی ایک ساتھ تینوں طلاقیں دے ڈالے تو پھر بھی وہ عورت اس مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔
- لیکن یہ حکمِ الٰہی تمام صحابۂ کرام اور دُوسرے مُسلمانوں تک کما حقہٗ پہنچ نہ سکا، کیونکہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابۂ کرام سب کے سب اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُوْنَ کے دائرے میں داخل ہونے کے باوجود تمام شرعی احکام کے عالم نہیں تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام ایک دُوسرے سے دینی مسائل پُوچھتے رہتے تھے۔

- ایسے صحابۂ کرام کی تعداد بہت زیادہ ہے جنھوں نے صحبتِ نبویؐ کا شرف تو ضرور حاصل کیا ہے لیکن براہِ راست حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پورے شرعی احکام سیکھنے کا انھیں موقع نہیں مل سکا۔ جبکہ صحابۂ کرام میں سے ایسے لوگوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں جنھوں نے صحبتِ نبویؐ میں رہ کر قرآنی تعلیم حاصل کی۔ تاہم بہت سے مسائل ایسے بھی تھے جو کسی کو معلوم ہوتے اور کسی سے مخفی رہے۔ اور جب کسی کو ایسے مسائل سے سابقہ پڑتا تو وہ ایسے صحابۂ کرام سے اس کا شرعی حکم دریافت فرمالیا کرتے تھے جنھیں ہمیشہ صحبتِ نبویؐ میں حاضرباش رہنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔
- اور یہ زیرِ بحث مسئلہ بھی انھی مسائل میں شامل ہے جو تمام صحابۂ کرام نہیں جانتے تھے، اور بہت سے مسلمانوں پر یہ مسئلہ مخفی رہا۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ نبویؐ میں بعض صحابۂ کرام طلاق دینے میں عُجلت سے کام لیتے رہے۔ مثلاً:
- سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا منع ہے۔ اس لیے انھوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ہی طلاق دے دی، تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔
- سیدنا حفص بن عمرو بن المغیرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنتِ قیسؓ کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دی تھیں، حالانکہ طلاق دینے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ ایک طہر میں صرف ایک طلاق دی جائے۔ لیکن اس کے باوجود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو نافذ فرمایا۔
- سیدنا عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو لعان کے بعد اکٹھی تین طلاقیں دیں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تین ہی قرار دیا۔
- سیدنا رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بتّہ طلاق کو بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کے قائم مقام قرار دیا۔ اور فرمایا کہ یہ عورت رفاعہ کے لیے حلال نہیں رہی، جب تک کہ دوسرا مرد اس سے لطف اندوز نہ ہولے۔

- امیرالمومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت و امامت میں جب خلافِ شرع بدعی طلاق دینے کے واقعات کثرت سے سامنے آنے لگے، اور لوگوں نے حضرت امیرالمومنینؓ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور انھیں یہ بات بتلائی گئی کہ طلاق کے بارے میں لوگ ابھی تک جاہلانہ طریقہ اختیار کیے ہُوئے ہیں، ایک وقت میں اکٹھی تین طلاقیں تو کیا' بعض تو سو طلاقیں' بلکہ ہزار' اور اس سے بھی زیادہ ستاروں کی تعداد میں طلاقیں دیکر بھی کہتے ہیں کہ یہ قابلِ رجوع ایک رجعی طلاق ہے، کیونکہ عام طور پر متعدد طلاقیں دے کر رجوع کر لینے والوں کا موقف یہ ہوتا ہے کہ ہم نے تو ایک ہی کلمہ میں بیک زبان طلاقیں دی ہیں' اس لیے ان طلاقوں کو ایک طلاق ہی تصور کرتے ہُوئے رجوع کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ:
- امیرالمومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دَور کے بڑے بڑے اور جلیل القدر فقیہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور سب کے سامنے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہُوئے شرعی حکم کی تشریح کرتے ہُوئے اس مسئلہ کی وضاحت فرمادی۔
- حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بیٹے کے سامنے دراصل اسی واقعہ کو بیان کرتے ہُوئے وضاحت فرمائی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ عہدِ نبویؐ، عہد صدیقیؓ اور عہدِ فاروقیؓ کے ابتدائی دو تین سال تک "طلاق دینے کا شرعی طریقہ" معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اکٹھی دی ہُوئی تین طلاقوں کو ایک طلاق ہی سمجھا جاتا تھا، تب امیرالمومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر فقیہ صحابۂ کرامؓ کو جمع کرکے ان سے فرمایا کہ لوگوں نے شرعی حکم معلوم کیے بغیر طلاق دینے کا غلط طریقہ جاری کر رکھا ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہُوئے طریقہ کے خلاف جلد بازی سے کام لیتے ہُوئے ایک ہی مجلس میں' یا ایک ہی

کلمہ میں اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے گا، یا حیض کی حالت میں طلاق دے گا یا ایسے طُہر میں طلاق دے گا جس میں جماع کر چکا ہو، یا حاملہ کو طلاق دے گا تو ہم بھی اس پر حکمِ الٰہی کے مُطابق وہی حکم جاری کریں گے۔ یعنی اس نے جس حالت میں اور جتنی طلاقیں دی ہیں وہ سب اس پر نافذ کریں گے۔ تو اس حکمِ عام کو سُن کر تمام موجود صحابۂ کرامؓ نے اس کی تائید فرمائی۔

- حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ کی روایت کا اصل مطلب یہی ہے، اور انھوں نے در اصل یہی واقعہ بیان فرمایا ہے کہ امیر المؤمنین سیّدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے کس طرح اور کن حالات میں قرآن مجید کے حکمِ الٰہی کے نفاذ کے لیے بڑے بڑے جلیل القدر فقیہ صحابۂ کرام کی مجلس میں اعلان کیا کہ عہدِ نبوی، عہدِ صدیقی اور خود میرے عہدِ خلافت میں اب تک جو لوگ قرآن مجید کے اس حکمِ الٰہی سے ناواقفیت کی وجہ سے تین طلاقوں کو بھی ایک طلاق کی طرح قابلِ رجوع سمجھتے ہُوئے ایک ہی مجلس میں اکٹھی، یا متفرق تین طلاقیں دے کر اسے ایک رجعی طلاق سمجھتے ہیں تو یہ اُن کی سراسر غلطی اور لاعلمی ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرت طاؤسؒ کی مذکورہ بالا روایت کے متعلق بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہُوئی کہ شاید حضرت طاؤس نے یہ فرمایا ہے کہ "ایک مجلس کی متفرق یا اکٹھی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق سمجھنا چاہیے۔"

- اور یہ غلط فہمی خود حضرت طاؤسؒ کی زندگی میں ہی بعض لوگوں کو ہوگئی اور جب حضرت طاؤسؒ کو اِس غلط فہمی کا علم ہُوا تو اُنھوں نے اس کی تردید فرمائی اور اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ جو لوگ یہ کہیں کہ طاؤسؒ تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھتا ہے، تو تم اس کی تکذیب کر دینا، کیونکہ میرا مطلب تو اس روایت سے ہرگز یہ نہیں تھا جو بعض لوگوں نے سمجھ لیا ہے۔

روایتِ طاؤسؒ کو بخاریؒ کے نظرانداز کرنے کی وجہ

حضرت طاؤسؒ کی اس روایت کو حضرت امام مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد ابوالحسین قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے مجموعۂ احادیث صحیح مسلم میں بیان فرمایا ہے، لیکن بعض آزاد خیال لوگوں نے اس سے غلط مطلب مراد لے کر وہی کچھ کر دکھایا جس کا خطرہ حضرت طاؤسؒ نے محسوس کر کے اپنے بیٹے کو متنبہ فرمادیا تھا کہ جو شخص یہ کہے کہ طاؤس تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیتا تھا تو اس کی تکذیب کر دینا۔ اور ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے محض اسی خطرہ کے پیشِ نظر حضرت طاؤس کی اس روایت کو نظرانداز کر دیا ہو کہ بعض جہلا اور آزاد خیال لوگ اس سے غلط مطلب لے کر تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق سمجھنا شروع کر دیں گے لیکن حضرت امام بخاریؒ کا اس روایت کو نظرانداز کرنے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

○ یہ تو تھی اس روایت کی وہ توجیہ جو ہمارے نزدیک انسب و اصح ہے۔ اور اب دیگر **علماء کی توجیہات** بھی آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ چنانچہ:

توجیہ ۱: اِس حدیث میں غیر مدخول بہا کا حکم ہے

حضرت محدث امام احمد بن شعیب ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دراصل حضرت طاؤسؒ کی روایت میں جن تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دینے کی بات کی گئی ہے وہ غیر مدخول بہا کو الگ الگ کر کے طلاقیں دینے کے متعلق ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو رخصتی سے پہلے ہی اَنْتِ طَالِقٌ. اَنْتِ طَالِقٌ. اَنْتِ طَالِقٌ یا اردو میں کہے کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔ تو اس طرح پہلی ایک طلاق تو واقع ہو گی لیکن بعد والی دو طلاقیں واقع نہ ہوں گی، کیونکہ غیر مدخول بہا تو صرف ایک طلاق سے ہی بائن ہو جاتی ہے، اور اس کی عدت بھی نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ ایک طلاق سے ہی اجنبیہ ہو جاتی ہے اور کسی اجنبیہ پر طلاق کا کوئی اثر

نہیں ہوتا، خواہ وہ گنتی کر کے سو یا ہزار طلاقیں ہی کیوں نہ دے ڈالے،

○ البتہ اگر کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہا منکوحہ بیوی کو رخصتی سے پہلے ہی یکدم اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا یا اردو میں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں۔ تو اس صورت میں ایک رجعی طلاق نہیں بلکہ ایک دم تینوں طلاقیں ہی واقع ہوجاتی ہیں۔ اور وہ عورت اس مرد پر حرام ہوجاتی ہے۔ چنانچہ:

○ حضرت امام نسائی نے سنن نسائی ج ۲ ص ۱۰۰ میں باب طلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول بالزوجة۔ یعنی اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے الگ الگ کر کے تین طلاقیں دینے سے متعلق ایک مستقل باب قائم کر کے حضرت طاؤس کی روایت نقل فرمائی ہے: عن ابن طاؤس عن ابیہ ان ابا الصہباء جاء الی ابن عباس فقال: یا ابن عباس! الم تعلم ان الثلاث کانت علی عہد رسول اللہ ﷺ وابی بکر وصدرا من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہما ترد الی الواحدۃ؟ قال: نعم!
یعنی حضرت عبداللہ بن طاؤس ابو محمد یمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت طاؤس بن کیسان ابو عبدالرحمٰن فارسی یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حضرت ابو الصہباء رحمہ اللہ تشریف لائے، اور عرض کیا کہ: اے ابن عباس! کیا آپ نہیں جانتے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امیر المومنین سیدنا امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور امیر المومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں تین طلاقوں کو ایک کی طرف لوٹایا جاتا تھا؟ تو اس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں، اسی طرح ہوا کرتا تھا۔

○ حضرت امام نسائی رحمہ اللہ اس ترجمۃ الباب کے تحت یہ حدیث بیان فرما کر دراصل بتانا چاہتے ہیں کہ اس حدیث میں الثلاث سے مراد وہ تین طلاقیں ہیں جو غیر مدخول بہا منکوحہ کو الگ الگ کر کے دی جائیں۔ مثلاً:

- کوئی شخص رُخصتی سے پہلے ہی اپنی غیر مدخول بہا منکوحہ کو کہے کہ "تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔"
- تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ پہلی بار طلاق کا لفظ کہتے ہی نکاح ختم ہوگیا اور وہ عورت اجنبیہ ہوگئی، جس کی عدّت بھی نہیں ہے۔
- اور عدّت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جونہی طلاق دینے والے نے اپنے مُنہ سے "تجھے طلاق ہے" کا لفظ نکالا تو اُسی وقت وہ عورت کسی دُوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے۔ اور طلاق دینے والے مرد کو اس عورت سے کوئی تعلق واسطہ نہیں رہتا، وہ اس کے لیے اجنبی ہوگئی۔ اِس لیے اب دُوسری اور تیسری طلاق بھی اگر دے ڈالے تو اس اجنبیہ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اس لیے غیر مدخول بہا کو دی ہُوئی مُتفرق اور الگ الگ تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھا جاتا ہے۔
- یاد رہے کہ صحیح مسلم ص ۴۷۸ پر اسی روایت میں ترد الی الواحدۃ کی جگہ تجعل واحدۃ کے الفاظ آئے ہیں، اور مطلب دونوں کا ایک ہے۔
- حضرت امام نسائیؒ کی یہ توجیہ حضرت شعبیؒ کی سیدنا ابن عباسؓ سے مروی اس روایت کے موافق ہے جس میں آتا ہے کہ "دخول سے پہلے اپنی منکوحہ کو ایک ہی کلمہ کے ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دینے والے شخص کے بارے میں سیدنا ابن عباسؓ نے فرمایا تھا کہ اس کے ہاتھ میں طلاقوں کی ایک گٹھڑی تھی، جو اس شخص نے ایک دم کھول دی تھی۔ اور جب الگ الگ کرکے طلاقیں دی جائیں تو اس طرح نہ ہوتا۔
- حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ الگ الگ کرکے طلاق دینے کا مطلب یہ ہے کہ اَنْتِ طَالِقٌ. اَنْتِ طَالِقٌ. اَنْتِ طَالِقٌ. یا اردو میں تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے کے الفاظ تین بار کہے۔ اور اس صورت میں پہلی بار اَنْتِ طَالِق یا تجھے طلاق ہے کا لفظ کہنے سے ایک طلاق واقع

ہو کر عورت جُدا ہو جائے گی اور بعد والی دو طلاقیں کوئی چیز نہیں۔ نیز:

○ حضرت امام شافعیؒ نے کتاب اختلاف العراقیین میں تحریر فرمایا ہے کہ جو آدمی غیر مدخول بہا کو اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ. اَنْتِ طَالِقٌ کہے تو پہلی طلاق واقع ہوگی اور باقی دو واقع نہ ہوں گی۔ (بیہقی ج ۷ ص ۳۵۵)

توجیہ۲: یہ روایت حضرت ابن عباسؓ کی دیگر روایات کے خلاف ہے

حضرت حافظ ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت طاؤسؒ کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث ان حدیثوں میں سے ہے جن میں امام مسلمؒ اور امام بخاریؒ کا باہم اختلاف ہے، یعنی مسلمؒ نے اخراج کیا اور بخاریؒ نے اسے خارج کر دیا۔

○ اس کے بعد حضرت امام بیہقیؒ نے تحریر فرمایا: "میرا خیال ہے کہ امام بخاریؒ نے حضرت طاؤسؒ سے مروی سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت محض اس لیے چھوڑ دی ہے کہ یہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی دوسری تمام روایات کے مخالف ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۳۷)

توجیہ۳: حضرت طاؤسؒ کی یہ روایت شاذ ہے

زیرِ بحث یہ روایت کہ عہدِ نبویؐ، عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی میں ابتدائی دو تین سال تک تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھا جاتا تھا، حضرت طاؤسؒ کے علاوہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے باقی شاگردانِ گرامی میں سے کوئی ایک بھی بیان نہیں کرتا، بلکہ اس کے برعکس سیّدنا ابنِ عباسؓ کے آٹھ، بلکہ دس شاگردوں کی روایات میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عباسؓ بھی دیگر جلیل القدر رفقیہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح الگ الگ یا اکٹھی ایک ہی جملے میں دی ہوئی تین طلاقوں کو تین ہی سمجھتے تھے۔ تو اس وجہ سے حضرت طاؤسؒ کی یہ روایت اُصولِ حدیث کی رُو سے "شاذ" ہوگی، کیونکہ حضرت طاؤسؒ رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ ہیں، جبکہ

شاذ کی تعریف یہ ہے کہ "کوئی ثقہ راوی" ضبط و حفظ میں اپنے سے بڑے ثقہ راوی کے مخالف روایت بیان کرے"۔ حضرت علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ "اصطلاحاً" شاذ "کی معتمد علیہ تعریف یہی ہے۔ (نخبۃ الفکر ص۳۹) کیونکہ:

قانون ہے کہ "جب کوئی ثقہ راوی" ان راویوں کے مخالف روایت بیان کرے جو حفظ میں، ضبط میں، تعداد میں یا اور کسی بات میں اس سے اولیٰ ہوں، تو ایسے ثقہ راوی کی روایت کو "شاذ" کہتے ہیں۔ جبکہ "شاذ" کے خلاف دوسرے ثقہ راویوں کی روایت کو "محفوظ" کہا جاتا ہے۔ (نخبۃ الفکر ص ۳۹ و ۴۰) نیز:

قانون ہے کہ: "محفوظ" روایت "راجح"، اور "شاذ" روایت "مرجوح" ہوتی ہے۔ یعنی اگر شاذ روایت کے خلاف محفوظ روایت موجود ہو تو شاذ کو چھوڑ کر محفوظ روایت پر عمل کیا جائے گا۔ کیونکہ:

قانون ہے کہ "شاذ میں خطأ کا احتمال ہے، جبکہ محفوظ روایت میں غالب گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ خطأ سے محفوظ ہوگی۔ (نخبۃ الفکر مع حاشیہ ص ۳۹)

- اب چونکہ حضرت طاؤسؒ ثقہ راوی ہیں، اور ان کی زیر بحث یہ روایت بظاہر ان متعدد روایات کے مخالف ہے جو حضرت طاؤس کی نسبت حفظ و ضبط اور تعداد وغیرہ میں اولیٰ ہیں، اس لیے حضرت طاؤسؒ کی اس روایت کو کئی علماء نے شاذ بتلا کر ناقابل احتجاج قرار دیا ہے۔ مثلاً:
- حضرت حافظ جوزجانیؒ نے فرمایا کہ: حضرت طاؤسؒ کی یہ حدیث "شاذ" ہے۔
- نیز آپ نے مزید یہ بھی فرمایا کہ: میں مدت دراز تک اس حدیث کی اصل تلاش کرنے میں سرگرداں رہا، لیکن مجھے اس کی اصل کہیں نہیں ملی۔ لہٰذا حضرت طاؤسؒ سے مروی یہ حدیث ناقابل استدلال ہے۔ (اعلاء السنن ۱۱/۱۹۴)
- حضرت حافظ ابن عبدالبر مکیؒ نے فرمایا کہ: حضرت طاؤسؒ نے اس حدیث میں دوسرے تمام راویوں سے شذوذ اختیار فرمایا ہے اور کوئی ایک راوی بھی اس کے متابع نہیں بلکہ سب کے سب اس کے خلاف روایت کرتے ہیں

- حضرت علامہ ابنِ رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ مکّہ مکرمہ کے تمام علماء کرام حضرت طاؤسؒ کی اس روایت کا انکار کرتے ہیں، جس میں وہ منفرد ہیں، اور یہ روایت حضرت طاؤسؒ کے شاذ اقوال میں سے ہے۔
- حضرت ایوب سختیانیؒ حضرت طاؤسؒ کی کثرتِ خطأ پر تعجب فرمایا کرتے تھے۔ (احکام القرآن جصّاص)
- حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے ابنِ منصور کی روایت میں فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ کے تمام شاگردوں کی روایت حضرت طاؤسؒ کے خلاف ہے۔
- حضرت محدّث ابن عبد الهادیؒ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔
- حضرت محدث ابن ترکمانیؒ نے فرمایا کہ حضرت طاؤسؒ جو فرماتے ہیں کہ یہ بات حضرت ابو الصہباء مولیٰ ابنِ عباسؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت فرمائی تھی، تو حضرت ابن عباسؓ سے ان کا یہ روایت نقل کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ دُوسرے تمام ثقہ راوی اس کے خلاف روایت نقل کرتے ہیں۔ اور اگر بالفرض یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے صحیح بھی ہو تو حضرت ابنِ عباسؓ کی یہ بات ان بڑے بڑے جلیل القدر صحابۂ کرامؓ پر حجت نہیں ہوسکتی جو کہ حضرت ابنِ عباسؓ سے زیادہ بڑے عالم ہیں، مثلاً: ○ امیر المومنین سیّدنا امام عمرؓ، ○ امیر المومنین سیدنا امام عثمانؓ، ○ امیر المومنین سیدنا امام علیؓ، ○ سیّدنا عبد اللہ بن عمرؓ، ○ سیّدنا ابن مسعودؓ، اور ان کے علاوہ اور بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین۔

توجیہ ۴: حضرت طاؤسؒ کی روایت منکر ہے

اگر کوئی غیر ثقہ یا ضعیف راوی کسی ثقہ راوی کے خلاف روایت بیان کرے تو اسے محدثینِ کرامؒ کی اصطلاح میں "منکر" کہا جاتا ہے، جو مردود ہے، اور ایسی منکر و مردود روایت سے استدلال کرنا جائز نہیں، خصوصاً جب معاملہ حلال وحرام کا ہو تو منکر روایت پر عمل کرنا حرام ہے۔

- اور منکر روایت کے مقابلے میں ثقہ راوی کی روایت کو محدثین کی اصطلاح میں معروف کہا جاتا ہے۔ اور معروف روایت قابلِ استدلال ہوتی ہے۔
- اب چونکہ حضرت طاؤسؒ پختہ اور ثقہ راوی ہیں، اور ان کی زیرِ بحث یہ روایت جس میں تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھے جانے کی بات بتلائی گئی ہے تو جن علماء کے نزدیک یہ بات خلافِ واقعہ ہے اور وہ اس روایت کو ان سے بڑے راویوں کی روایات کے خلاف سمجھتے ہیں تو وہ بھی حضرت طاؤس کی اس روایت کو زیادہ سے زیادہ شاذ ہی کہہ سکتے ہیں، لیکن منکر کہنا مناسب نہیں۔ جبکہ یہ حدیث صحیح ہے، جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔
- اور جو علماء "شاذ" پر "منکر" کا اطلاق کر کے شاذ اور منکر دونوں کو برابر اور ساوی قرار دیتے ہیں تو وہ محدثین کی اصطلاحات سے غافل ہیں، جیسا کہ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نخبۃ الفکر ص۲۱ میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔
- بایں ہمہ کئی علماء کرام حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ کی زیرِ بحث اس روایت کو منکر روایات میں شمار کرتے ہیں۔ مثلاً:
- حضرت قاضی اسماعیلؒ نے احکام القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت طاؤسؒ صاحبِ فضل وصلاح ہونے کے باوجود منکر حدیثیں بیان کرتے ہیں، اور انہی منکرات میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔ (اعلاء السنن ص۶۵ ج۱۱)
- حضرت علامہ کرابیسیؒ نے ادب القضاء میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت طاؤسؒ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے بہت سی منکر روایات بیان فرماتے ہیں۔
- نیز آپ نے مزید فرمایا کہ ہمارا خیال ہے کہ واللہ اعلم حضرت طاؤسؒ نے یہ منکرات شاید حضرت عکرمہؒ سے لی ہیں کیونکہ سعید بن المسیبؒ، عطاءؒ اور ایک جماعت ان سے کتراتی تھی اور حضرت عکرمہؒ حضرت طاؤسؒ کے پاس آتے تھے۔ عموماً ابن عباسؓ کی روایات طاؤسؒ نے عکرمہؒ سے لی ہیں۔ (غایۃ السعایہ ص۳۶۲)

توجیہ ۵: طاؤسؒ مدلّس ہیں اور عنؔ سے روایت کرتے ہیں

حضرت محدّث حسین بن علی کرابیسیؒ نے حضرت طاؤس بن کیسان فارسیؒ کو مدلّسین میں شمار کیا ہے۔ اور اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں فرماتے ہیں کہ:

- حضرت طاؤسؒ نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بے شک بہت کثیر علم حاصل کیا ہے، لیکن اس کے باوجود حضرت طاؤس بن کیسانؒ سیّدنا ابن عباسؓ سے کئی روایتیں مُرسلاً بھی بیان فرمایا کرتے تھے۔ نیز:
- حضرت طاؤسؒ نے کئی احادیث اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت فرمائی ہیں۔ مگر مشہور مُحدّث و نقاد حضرت یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ: "میں نہیں سمجھتا کہ انھوں نے اُمّ المومنین سے کچھ سُنا ہو۔" نیز:
- حضرت محدّث سُلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "مجھے اس بات کا علم نہیں کہ حضرت طاؤسؒ نے ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کچھ سُنا ہو۔" (دیکھیے: طبقات المدلسین لابن حجر عسقلانیؒ ص ۵)
- اب چونکہ حضرت طاؤس بن کیسان ابوعبدالرحمٰن فارسی یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ ثقہ اور پختہ ہونے کے باوجود مُدلّس ہیں اور عن کا لفظ بول کر روایت کرتے ہیں، اور زیرِ بحث روایت بھی انھوں نے عن کے ساتھ ہی بیان کی ہے، اس لیے ان کی یہ روایت غیر معتبر بھی جائے گی، کیونکہ اصولِ حدیث کا قانون ہے کہ اگر کوئی مُدلّس "عن" کے ساتھ روایتِ حدیث کرے تو وہ معتبر نہ ہوگی، جب تک کہ وہ اپنی روایت میں حدثنا یا حدثنی کا لفظ نہ کہے۔
- اور چونکہ زیرِ بحث روایت بھی انھوں نے عن کے ساتھ بیان فرمائی ہے اس لیے اس روایت کا کوئی اعتبار نہیں، اور نہ ہی یہ قابلِ استدلال ہے۔

توجیہ ۶: اس روایت میں حضرت طاؤسؒ کو وہم ہُوا

حضرت امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عبدالبرؒ نے فرمایا کہ حضرت طاؤسؒ کی روایت غلط اور ان کا وہم ہے۔ اور کسی نے اسے قبول نہیں کیا۔

توجیہ ۵: حضرت طاؤسؒ کی یہ روایت مضطرب ہے

حضرت طاؤس سے مروی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت سنداً و متناً ہر دو لحاظ سے مضطرب اور ناقابلِ استدلال ہے۔ کیونکہ:

❶ کہیں تو آتا ہے: طاؤس عن ابن عباس (مسلم ص ۴۷۷ و مستدرک حاکم ص ۲۱۴ ج ۲)
○ کہیں آتا ہے: طاؤس ان ابا الصہباء عن ابن عباس (مسلم ص ۴۷۸) اور
○ کہیں آتا ہے: عن ابی الجوزاء عن ابن عباس (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۱۴)
❷ اسی طرح ایک روایت میں ہے: سنتین من خلافۃ عمر (مستدرک حاکم ص ۲۱۴ ج ۲)
○ جبکہ ایک روایت میں آتا ہے: ثلاثا من خلافۃ عمر (نووی بر مسلم ص ۴۷۷)
❸ اسی طرح ایک روایت میں ہے: امضاہ (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۱۴)
○ جبکہ دوسری جگہ امضاہ کی بجائے اجازہ آتا ہے۔ (مسلم ص ۴۷۸)
❹ اسی طرح ایک روایت میں تو جملہ خبریہ ہے: طلاق الثلاث واحد (مسلم ص ۴۷۷)
○ جبکہ ایک جگہ استفہام اقراری کے طور پر جملہ استفہامیہ انشائیہ ہے (مسلم ص ۴۷۸)
○ اور ایک جگہ حضرت ابن عباسؓ کو ابو الصہباء استفہام انکاری کے ضمن میں اطلاع دے رہے ہیں، جس کی تصدیق حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی۔
○ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے ان دونوں کے درمیان کچھ اور گفتگو ہو رہی ہوگی، جس پر ابو الصہباء نے بطور الزام کے کہا: الم تعلم....
❺ اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے: ھات ھناتك (مسلم ص ۴۷۸)
○ جبکہ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ موجود ہی نہیں (مسلم ص ۴۷۸)
❻ اسی طرح ایک جگہ تو آتا ہے: الم یکن طلاق الثلاث واحدۃ (مسلم ص ۴۷۸)
○ جبکہ دوسری جگہ ہے: اتعلم انما کانت الثلاث تجعل واحدۃ (ابوداؤد ص ۳۰۶ و مسلم ص ۴۷۸)
○ کسی میں آتا ہے: الم تعلم ان الطلاق الثلاث کان علیٰ عہد رسول اللہ ﷺ و ابی بکر وصدرًا من خلافۃ عمر واحدۃ (ابوداؤد ص ۳۰۶)
○ کسی میں آتا ہے: اما علمت الرجل کان اذا طلق امراتہ ثلاثًا

قبل ان یدخل بہا جعلوھا واحدۃ (سنن ابی داؤد ص ۳۰۶) اور

- کسی روایت میں آتا ہے: یردون الی واحدۃ (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۱۳)
- جبکہ یردون الی واحدۃ والی روایت کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے، جس کے بارے میں نقاد محدثین کی آراء سطور ذیل میں درج کی جاتی ہیں، جس کا نام عبداللہ بن مؤمل بن وہبۃ مخزومی مکی (متوفی سنہ ۱۶۰ھ) ہے۔

عبداللہ بن مُؤمَّل

- حضرت امام ابوعبداللہ حاکم فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مؤمل سیئ الحفظ ہے۔
- حضرت امام علی بن جنید فرماتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث کے مشابہ ہے۔
- حضرت امام ابوزرعہ اور حضرت امام ابوحاتم کے نزدیک یہ قوی نہیں۔
- حضرت امام نسائی، امام دارقطنی اور ابن معین کے نزدیک ابن مؤمل ضعیف ہے۔
- حضرت امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ ابن مومل کی حدیث پر ضعف ظاہر ہے۔
- حضرت امام ابوداؤد سجستانی کے نزدیک عبداللہ بن مؤمل متروک الحدیث ہے۔
- حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مؤمل کی احادیث منکر ہیں۔
- اس لیے زیر بحث یہ حدیث ضعیف اور ناقابل استدلال قرار دی جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں جب بھی کسی نے بدعی طریقے سے ایک ہی مجلس میں اکٹھی یا متفرق تین طلاقیں دیں تو حضرت نبی کریم ﷺ نے اور ان کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اسے ایک رجعی طلاق قرار نہیں دیا، البتہ

- حضرت طاؤس سے مروی سیدنا ابن عباسؓ کی زیر بحث روایت سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں تین طلاقوں پر ایک کا اطلاق کیا جاتا تھا، لیکن یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ: ① اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ اس دور میں نادانی اور جہالت کی وجہ سے جہلا تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھا کرتے تھے، ② دوسرا مطلب یہ ہے کہ غیر مدخول بہا کو الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو ان میں سے صرف پہلی ایک طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

فائدہ: کتاب الوثائق میں ابوجعفر احمد بن محمد بن مغیث الطلیطلی (م ۴۵۹ھ) نے حضرت محدث محمد بن وضاح بن بزیع ابوعبداللہ مروانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ امیرالمومنین سیدنا امام علی، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف اور سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھتے تھے۔ حالانکہ ان کی یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ:

- امیرالمومنین سیدنا امام علی اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے فتوے قبل ازیں آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ دونوں حضرات تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دیتے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا سراسر بے بنیاد ہے کہ یہ حضرات تین تین طلاقوں کو ایک طلاق ہی قرار دیتے تھے۔
- اسی طرح مبشر بالجنۃ سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کی طرف بھی اس بات کی نسبت غلط ہے کہ وہ تین کو ایک سمجھتے تھے۔ کیونکہ گزشتہ اوراق میں یہ بات گزر چکی ہے کہ جب سیدنا ابن زبیرؓ سے غیر مدخول بہا کو دی گئی ایک مجلس کی تین طلاقوں کے بارے میں شرعی حکم پوچھا گیا تو انھوں نے سائل کو سیدنا ابوہریرہؓ اور سیدنا ابن عباسؓ سے اس بارے میں فتویٰ لینے کا مشورہ دیا، اور جب سائل نے ان دونوں سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو ان دونوں نے تینوں طلاقوں کے نافذ ہونے کا فتویٰ دیا، لیکن سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے اس فتویٰ سے اختلاف نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا مسلک بھی یہی تھا کہ تین طلاقیں اگر ایک مجلس میں دی جائیں تو وہ تینوں واقع ہوجاتی ہیں۔
- اور اگر سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھتے تو حضرت ابن زبیرؓ سب سے پہلے سائل کو اپنے والد کا قول بتلاتے کہ ہمارے والد حضرت زبیرؓ کا مسلک تو یہ تھا کہ ایک ساتھ دی ہوئی اکٹھی تین طلاقیں ایک طلاق ہی ہوتی ہیں۔ لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔

- اسی طرح یہ کہنا بھی سراسر جھوٹ اور بے بنیاد بات ہے کہ مُبشّر بالجنة سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھتے تھے، اور کتب احادیث و آثار میں کوئی ایسی روایت موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کبھی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وسیع ذخیرۂ احادیث میں کوئی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ تقریباً سوا لاکھ صحابۂ کرامؓ میں سے کسی ایک صحابیؓ نے بھی کبھی مغالطے سے بھی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا ہو، اور وہ روایت صحیح سند کے ساتھ کہیں موجود ہو۔
- البتہ محمد بن وضاح کی طرف منسوب ابوجعفر طلیطلی کا یہ زیرِ بحث قول بعض آزاد خیال علماء کے ہاتھ آگیا ہے، اور وہ اس کو تین طلاقوں کے ایک ہونے پر بطورِ دلیل پیش کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ طلیطلی نے اس موضوع اور من گھڑت روایت میں تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی قرار دینے کی نسبت جتنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف کی ہے وہ صریح غلط، بے بنیاد اور بے سند بات ہے۔ کیونکہ:
- ابن مُغیث ابوجعفر احمد بن محمد بن مغیث طلیطلی (متوفی ۴۵۹ھ) ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو علماء کی عبارات نقل کرنے میں امانت و دیانت سے کام لینے میں مشہور و معروف اور نیک نام ہوں اور نہ ہی ان لوگوں میں سے ہے جو دین کی سمجھ، تفقہ اور فہم میں جیّد ہوں۔
- نیز اس ابن مغیث ابوجعفر طلیطلی نے تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے سے متعلق ان روایات کو محمد بن وضاح اندلسی کی طرف منسوب کیا ہے، اور سند کا ذکر تک نہیں کیا۔ جبکہ ابن مغیث اور محمد بن وضاح کے درمیان ایک زمانۂ دراز حائل ہے، اور ان دونوں کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں، اور نہ ہی ان کی ملاقات ممکن ہے۔ کیونکہ:

مُحمّد بن وضاح بن بزیع ابو عبداللہ مروانی

حضرت محدّث محمد بن وضاح بن بزیع علم حدیث میں حضرت امام ابوبکر بن ابی شیبہ صاحبُ المصنّف رحمۃُ اللہ تعالیٰ کے شاگرد اور مغرب میں پہلے اموی خلیفہ حضرت عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک ابوالمطرب اموی قرشی صاحبُ الاندلس کے غلام تھے۔ حضرت یحییٰ بن معین جیسے نقاد محدّث کی شاگردی کا شرف بھی انھیں حاصل ہے۔

○ حضرت محمد بن وضاح بڑے عابد و زاہد اور پاکدامن تھے' اور ان سے اہلِ اندلس کو بڑا نفع پہنچا۔ لیکن آپ بہت سخت مزاج تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آپ نے بہت سی صحیح احادیثِ نبویہ کو رد کر دیا تھا۔ اور آپ سے بہت سی غلطیاں بھی سرزد ہوئیں، اور بہت سی احادیث میں تصحیف اور رد و بدل کر دیا کرتے تھے۔ اور یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضرت محمد بن وضاح کو عربیت اور فقہ کی کچھ واقفیت نہیں تھی۔

○ حضرت ابن وضاح ۱۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کی وفات ۲۸۷ھ میں ہوئی۔ جبکہ:

ابوجعفر احمد بن مُحمد بن مغیث طُلیطُلی

ابن مغیث طلیطلی پانچویں صدی میں ہوا ہے، اس کی وفات ۴۵۹ھ میں ہوئی، اور اہلِ علم کے نزدیک یہ شخص نہ نقل میں مامون ہے، اور نہ جُودۃ فہم میں معروف ہے، اور یہی وہ شخص ہے جس نے ان روایات کو محمد بن وضاح کی طرف بغیر کسی سند کے منسوب کر کے لکھ دیا ہے۔ حالانکہ ان دونوں کے درمیان ملاقات بھی ناممکن اور زمانہ کے لحاظ سے بونِ بعید ہے۔

○ حضرت ابوبکر ابن العربیؒ نے فرمایا کہ مغرب میں مُبتدع لوگوں نے فقہاءِ کرام کے منصب پر کچھ اس طرح قبضہ جما لیا کہ جاہل عوام نے بھی ان نام نہاد علماء کو اپنا پیشوا اور سردار مان لیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ:

- وہ عالم نما لوگ بغیر علم کے لوگوں کو فتوے دیا کرتے تھے، اور جیسا کہ وہ خود گمراہ تھے، دُوسروں کو بھی گمراہی اور بے راہ روی میں مُبتلا کرتے تھے۔
- اور پھر لوگوں نے ان نام نہاد علماء کے انہی جاہلانہ فتووں کو استدلال میں پیش کرتے ہُوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ فلاں "مفتیِ اعظم" طلیطلی نے یُوں کہا ہے، اور فلاں مجریطی نے یہ مسئلہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔ حالانکہ:
- ابن مغیث طلیطلی نے تو فقہ اور فہم کی بُو تک نہیں سُونگھی۔ اور یہ شخص جہالت میں ضربُ المثل ہے۔ اور ملک مغرب میں اندلس کے باشندے ناقدین علماء کے درمیان یہ شخص علمی مقام سے گرا ہُوا ہے۔ کیونکہ یہ شخص ہمیشہ کوئی اُلٹا کام ہی کرتا ہے اور اُلٹے پاؤں چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فریاد نہ سُنے اور اس کی خواہشاتِ بد کو کبھی پُورا نہ کرے۔[1]
- تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے متعلق ابن مغیث طلیطلی کا یہ قول مالکی مسلک کے اکابرین میں سے ایک عالم کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے زندگی بھر ایک مُرغی بھی ذبح نہیں کی، لیکن ابن مغیث طلیطلی کے ذبح کرنے کو میں بالکل جائز قرار دیتا ہوں جس نے اس اہم ترین مسئلہ میں جمہور علماء سلف کی مخالفت کی ہے۔ (غایۃ السعایہ ص ۳۴۳)
- بہرحال یہ طلیطلی ایک جاہل اور نام نہاد عالم اور جعلی مفتی مُسلمانوں کو غلط مسئلے بتا کر انھیں بے راہ روی میں مُبتلا کرنے میں مشہور ہے، اور اس نے محمد بن وضاح کے زہد و تقویٰ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہُوئے من گھڑت روایات بغیر کسی سند کے نقل کرکے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے، تاکہ عوام کالانعام یہ سمجھیں کہ تین طلاقوں کا یہ مسئلہ صحابۂ کرامؓ کے عہد میں بھی مختلف فیہ تھا حالانکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اس مسئلہ میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا۔
- اور پھر سند کا ذکر نہ کرنا طلیطلی کی چالاکی ہے، اگر وہ اس کی سند بیان کرتا تو لوگ راویوں کے حالات کو دیکھ کر اس روایت کی صحت و سقم معلوم کر لیتے۔

---

[1] اعلاء السنن ص ۶۵۹

طُلَیطُلی کی جہالت

ابوجعفر احمد بن محمد بن مغیث طلیطلی کی جہالت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا کے لفظ کو بے معنی قرار دیتے ہُوئے کہتا ہے کہ:

"اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا بے معنی لفظ ہے، کیونکہ اس میں خبر دی گئی ہے کہ تُو تین طلاقوں والی ہے، حالانکہ اس سے پہلے اس نے اس عورت کو کوئی ایک طلاق بھی نہیں دی ہوتی، لہٰذا یہ جھوٹی خبر دینے سے طلاق نہیں پڑتی"

- ابن مغیث ابوجعفر طلیطلی نے اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا کے لفظ کو جملہ خبریہ بنا کر اسے جُھوٹ اور بے معنی بات قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلیطلی نے فقہ اور فہم کی بو تک نہیں سونگھی، کیونکہ انت طالق ثلاثا جملہ خبریہ نہیں بلکہ جُملہ انشائیہ ہے۔ کیونکہ شریعت نے اسے "اِنشاء" بنایا ہے۔ جیسا کہ دیگر تمام عقود "عبارت میں تو جُملہ خبریہ ہوتے ہیں، مگر شریعت ان کو "اِنشاء" بناتی ہے۔ جیسا کہ:

- بیچنے والا کہتا ہے: بِعْتُ کہ میں نے یہ چیز بیچی ہے، اور خریدنے والا کہتا ہے اِشْتَرَیْتُ کہ میں نے یہ چیز خریدی ہے۔ جبکہ بِعْتُ اور اِشْتَرَیْتُ یہ دونوں ماضی کے صیغے ہیں، جسے دیکھ کر طلیطلی جیسے عقل کے اندھے کہ سکتے ہیں کہ چونکہ بِعْتُ اور اِشْتَرَیْتُ میں بھی ماضی کی خبر ہے، اِس لیے بائع اور مشتری کے درمیان ہونے والی یہ گفتگو بے معنی اور مجہول ہے۔ کیونکہ اس بات سے پہلے نہ بائع نے یہ چیز بیچی ہوتی ہے اور نہ ہی مشتری نے خریدی ہوتی ہے، لیکن شرعی لحاظ سے بیچنے اور خریدنے کے لیے یہی الفاظ بولے جاتے ہیں۔ اور بعتُ و اشتریتُ کہتے ہی سودا ہوجاتا ہے۔ یعنی جب بیچنے والا کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز بیچ دی ہے اور خریدنے والا کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز خرید لی ہے۔ اور وہ بِکنے والی چیز بائع کے مِلک سے نکل کر مشتری کے مِلک میں آجاتی ہے۔ اور بائع کو دام دینا مشتری پر واجب ہوجاتا ہے۔

- اسی طرح طلاق کا جملہ (انت طالق ثلاثا) شریعت میں انشاء طلاق ہے اور یہ لفظ کہتے ہی عورت تین طلاقوں سے مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔
- اور طلیطلی کے بقول انت طالق ثلاثا کہنا جھوٹ ہے' اس لیے وہ عورت مرد پر حرام نہیں ہوتی۔ لیکن اس لفظ کو جھوٹ کہنے کے باوجود یہ جھوٹا اور جاہل شخص کہتا ہے کہ اس طرح کہنے سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے حالانکہ اگر یہ کہنا جھوٹ ہے تو ایک طلاق بھی واقع نہیں ہونی چاہیے۔ کیونکہ:
- طلاق دہندہ نے جو لفظ اپنے مُنہ سے نکالا ہے' اور طلیطلی کے بقول وہ محض ایک جھوٹی خبر ہے' جس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ جھوٹی خبر اور افواہ اڑانے والا شرعاً مستوجب سزا ہوتا ہے، تو جو لفظ سرے سے اس نے ادا ہی نہیں کیا تو وہ بطریقِ اولیٰ واجبُ الرد اور ناقابلِ التفات ہے۔
- کیونکہ معدوم چیز پر تو شرعاً کوئی حکم صادر نہیں ہوتا۔ اس لیے اکٹھی تین طلاقیں دیتے ہُوئے انت طالق ثلاثا کہنے والے کے متعلق یہ کہنا بھی بالکل غلط اور ناقابلِ التفات ہے کہ اس کے انت طالق ثلاثا کہنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہو گئی ہے۔ کیونکہ:
- جس طرح یہ جھوٹی خبر دینے والے نے ماضی میں تین طلاقیں نہیں دی تھیں' اسی طرح اس نے ماضی میں ایک طلاق بھی تو نہیں دی تھی۔ یعنی جو شخص اپنی بیوی کو انت طالق ثلاثا کہتا ہے' اس نے ماضی میں اگر تین طلاقیں نہیں دیں' تو ایک بھی تو نہیں دی تھی۔ اس لیے اگر تین طلاقوں کی خبر دینا اس کا جھوٹ ہے تو اس پر ایک طلاق کا حکم لگانا بھی غلط ہے۔ بلکہ:
- طلاق دینے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر طلاق دینی بہت ہی ضروری ہو جائے تو جس طہر میں جماع نہ کیا ہو' اس میں ایک مرتبہ اپنی بیوی کو خطاب کر کے انت طالق کہنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔ اور اس بات پر اہلِ سُنّت اور اہلِ بدعت' سب کا اتفاق ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ لیکن:

- انت طالق ثلاثا کو جملہ خبریہ بنا کر اسے جھوٹی اور ناقابلِ اعتبار خبر قرار دینے والے عالم نما جاہل طلیطلی اور پرلے درجے کے اجہل واحمق اذناب طلیطلی کو یہ کون سمجھائے کہ :

- طلاق دینے کے لیے جو لفظ عہدِ نبویؐ سے تا حال (پندرھویں صدی ہجری تک) برابر استعمال ہوتا چلا آرہا ہے، وہ بھی تو عبارت میں جملہ خبریہ ہی ہے، جو زمانۂ ماضی میں ایک طلاق دینے کی خبر دے رہا ہے۔ اور چونکہ بقاعدۂ طلیطلی یہ خبر بھی نرا جھوٹ ہے تو یہ بھی ناقابلِ اعتبار ہے' کیونکہ اس طلاق دہندہ نے ماضی میں یہ طلاق نہیں دی جس کی خبر یہ شخص انت طالق کا لفظ بول کر دے رہا ہے۔ کیونکہ اس نے ماضی میں کبھی اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی تھی' لیکن اب جھوٹ موٹ کہتا ہے کہ تو طلاق والی ہے۔ حالانکہ وہ جس کو کہہ رہا ہے کہ تو طلاق والی ہے' وہ تو نکاح والی ہے۔ اور طلیطلی کے قانون میں یہ شخص نکاح والی بیوی کو کہتا ہے کہ تُو تو طلاق والی ہے۔ اور اس کی یہ خبر جھوٹی ہے، اس لیے بقاعدۂ طلیطلی انت طالق کہنے سے ایک طلاق بھی واقع نہ ہونی چاہیے۔

- اسی طرح کوئی طلاق دینے والا شخص اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہے : طَلَّقْتُكِ' تب بھی بقاعدہ طلیطلی طلاق واقع نہ ہونی چاہیے، کیونکہ اس کا لفظی معنیٰ یہ ہے کہ : "میں نے تجھے گزشتہ زمانے میں طلاق دی ہے۔" جبکہ اس کا یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے، کیونکہ اس نے گزشتہ زمانے میں تو کبھی بھی طلاق نہیں دی تھی۔ اور اگر زندگی میں کبھی طلاق دی بھی تھی تو اس وقت بھی یا تو طلقتك کا لفظ بولا تھا' یا انت طالق کہا تھا' جو بقول طلیطلی نرا جھوٹ تھا' اس لیے اُس وقت بھی طلاق نہیں ہوئی تھی' اور اب بھی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اور اگر یہ بات اسی طرح ہو تو پھر کسی طرح بھی طلاق واقع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ :

○ ابن مغیث ابوجعفر طلیطلی کے جاہلانہ و احمقانہ قانون کی رُو سے تو کسی مرد و زن کا باہم نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب کوئی مرد کسی اجنبیہ کو **نَکَحْتُكِ** کا لفظ کہے گا تو یہ اس کا جھوٹ ہوگا، کیونکہ اس کا لفظی معنیٰ یہ ہے کہ: "میں نے گزشتہ زمانے میں تجھ سے نکاح کیا" حالانکہ اُس مرد نے اس اجنبیہ عورت سے قبل ازیں نکاح نہیں کیا تھا، اس لیے چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اجنبیہ اس مرد کو جھوٹا قرار دیتی، لیکن اس کے بجائے وہ اجنبیہ **قَبِلْتُ** کا لفظ ادا کرتی ہے۔ جبکہ یہ لفظ بھی بہ قاعدۂ طلیطلی نرا جھوٹ ہے کیونکہ اس کا لفظی معنیٰ یہ ہے کہ: "میں نے گزشتہ زمانے میں قبول کیا تھا" جبکہ ماضی میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہُوا تھا کہ مرد نے نکاح کیا ہو اور عورت نے قبول کیا ہو' اور اب اس بات کی خبر دی جا رہی ہو۔ یاد رہے کہ:

○ نکاح کرنے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی دو گواہوں کے سامنے کسی اجنبیہ عورت کو نَكَحْتُكِ کا لفظ کہے' اور وہ عورت بھی انہی دو گواہوں کے سامنے قَبِلْتُ کہدے تو ان دونوں کا باہم نکاح ہو جاتا ہے، جو طلاق یا ارتداد کے بغیر کبھی ٹوٹتا بھی نہیں۔ اور اس میں جو کلمات ادا کیے جاتے ہیں' انھیں شرعی لحاظ سے اِنشائیہ کہا جاتا ہے، اور عہدِ نبویؐ سے تاحال مسلمانوں کے یہاں نکاح کا یہی طریقہ چلا آتا ہے۔

○ لیکن ملک الجہلاء والحمقاء ابن مغیث ابوجعفر طلیطلی کے خود ساختہ جاہلانہ و احمقانہ قانون کی رُو سے یہ بات جھُوٹ ہے، جو ان دونوں مرد و عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں کہی ہے، کیونکہ ماضی میں نہ کبھی اس مرد نے نکاح کیا تھا اور نہ عورت نے قبول کیا تھا۔ تو جب یہ ان دونوں کا جھوٹ ہُوا' تو ان دونوں کا نکاح بھی نہ ہُوا تو ظاہر ہے کہ طلیطلی کے خود ساختہ قانون کی رُو سے یہ دونوں زندگی بھر زنا میں مبتلا رہیں گے؟ لہٰذا طلیطلی کا یہ قانون مردود ہے اور اس کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں۔

تابعین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک

حضرت عامر بن شراحیل ابو عمرو شعبی ھمدانی

❶ حضرت عامر بن شراحیل ابو عمرو شعبی ہمدانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ جو فتاویٰ ابن عباسؓ میں قبل ازیں گزر چکا ہے تو حضرت شعبی کا مسلک بھی یقیناً وہی ہے۔ کیونکہ اگر حضرت شعبی کا مسلک یہ نہ ہوتا تو وہ یقیناً اس کی تردید فرماتے۔ مگر ذخیرۂ احادیث میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں کہ حضرت شعبی نے کبھی تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھا تھا۔

○ علاوہ ازیں بعض لوگوں نے جس طرح کئی روایات کا غلط مطلب سمجھ کر تین طلاقوں کو ایک تصور کرنے والوں کے ناموں کی نشان دہی کی ہے تو ان ناموں میں حضرت شعبی کا نام داخل کرنے کی جسارت کسی نے نہیں کی'

○ ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعبی کا مسلک یہی ہے کہ اگر مدخول بہا کو ایک طہر میں جُدا جدا یا اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں' یا غیر مدخول بہا کو ایک کلمہ میں اکٹھی تین طلاقیں دے دی جائیں تو وہ تین ہی شمار ہوں گی، اور وہ عورت بھی اس مرد پر حرام ہو جائے گی۔ جیسا کہ قبل ازیں بیہقی ص۳۳۹ ج ۷ کے حوالے سے حضرت شعبی سے مروی سیدنا ابن عباسؓ کے فتوے میں گزر چکا ہے کہ غیر مدخول بہا کو اکٹھی تین طلاقیں دینے والے کے متعلق آپ نے فرمایا کہ اس کے پاس ایک گٹھڑی تھی جسے اس نے ایک دم کھول دیا۔

حضرت عطاء بن ابی رباح ابو محمد قرشی

❷ حضرت شعبی کے استاذ بھائی اور مشہور تابعی حضرت عطا ابن ابی رباح فرماتے ہیں کہ اگر غیر مدخول بہا کو الگ الگ کر کے تین طلاقیں دی جائیں' اور اکٹھی نہ دی جائیں' تو پہلی طلاق واقع ہو جائے گی' باقی دو واقع نہ ہوں گی'

○ نیز آپ نے فرمایا کہ یہ بات سیدنا ابن عباس سے پہنچی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ص۳۳۵ ج ۶)

○ اس کا مطلب ہے کہ اگر غیر مدخول بہا کو رخصتی سے پہلے الگ الگ اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ کہہ دیا جائے تو پہلی طلاق تو واقع ہو گی، لیکن باقی دو کسی گنتی میں نہیں آئیں گی۔ جبکہ:

○ حضرت عطا کے اُستاذ سیدنا ابن عباسؓ کا مسلک بھی یہی ہے کہ اگر اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا یا اُردو میں "تجھے تین طلاقیں دیں" کے الفاظ بول کر اکٹھی تین طلاقیں دے دی جائیں تو وہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

حضرت سعید بن ابی عروبہ ابوالنضر عدوی بصری
حضرت سعید بن المسیّب بن حزن بن ابی وہب ابومحمد قریشی اور:
حضرت ابراہیم بن یزید بن قیس ابوعمران نخعی

❸ ایک شخص نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، تو حضرت سعید بن ابی عروبہ سے اس کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا گیا، اس پر انھوں نے حضرت قتادہ بن دعامہ کے واسطے سے حضرت سعید بن المسیب، اور ابومعشر[له] کے واسطے سے حضرت ابراہیم بن یزید ابوعمران نخعی کا فتویٰ بیان فرمایا کہ "اب وہ عورت عدت بیٹھے۔" (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص۳۱۲)

○ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ حیض کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے

○ اور دُوسرے یہ کہ ایک ہی موقع پر دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

○ اور اگر کوئی شخص حیض کی حالت میں اکٹھی تین طلاقیں دیدے تو اسے رجوع کا کوئی حق نہیں رہتا۔ ورنہ حضرت سعید بن ابی عروبہ ضرور اس کو رجوع کرنے کا حکم دیتے۔ جیسا کہ حیض کی حالت میں ایک طلاق دینے پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کو رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس لیے حضرت سعید بن ابی عروبہ کا اسے رجوع کر لینے کی بجائے عورت کو عدت بٹھانے کا مطلب یہی تھا کہ تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں، رجوع کا حق نہیں رہا اور مطلقہ عدت گزار کر فارغ ہو۔

له زیاد بن کلیب حنظلی ابومعشر کوفی ثقة من السادسة

حضرت ابراھیم بن یزید بن قیس ابو عمران نخعی

❹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۵ میں حضرت ابراہیم نخعی کا فرمان ہے کہ اگر کوئی شخص غیر مدخول بہا کو انت طالق انت طالق انت طالق کہے تو وہ عورت پہلی مرتبہ انت طالق کہنے سے بائن ہوجاتی ہے۔

○ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ ایک مرتبہ اَنتِ طَالِقٌ یا اُردو میں ایک مرتبہ "تجھے طلاق ہے" کا لفظ کہنے سے ہی بائن اور اجنبی ہوگئی تو پھر باقی دو طلاقیں فضول ہوں گی۔

○ نیز اس فتوے میں غیر مدخول بہا کی قید سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ مدخول بہا کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔ اور مدخول بہا کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ اگر اسے تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دے دی جائیں تو وہ تینوں واقع ہوجاتی ہیں اور اسے عدّت گزار کر فارغ ہوجانا چاہیے۔ جیسا کہ ہم گزشتہ صفحہ میں حضرت ابراہیم نخعی کے فتوے میں تحریر کرچکے ہیں۔

حضرت خلاس بن عمرو الھجری بصری

❺ حضرت خلاس بن عمرو بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی غیر مدخول بہا منکوحہ کو الگ الگ کرکے انت طالق انت طالق انت طالق کہے تو وہ پہلی مرتبہ انت طالق یا "تجھے طلاق ہے" کہتے ہی اس مرد سے وہ عورت جُدا ہوگئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۵)

حضرت حکم بن عُتیبہ ابو محمد کندی

❻ حضرت حکم بن عتیبہ کندی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی یہی ہے کہ جو شخص اپنی غیر مدخول بہا منکوحہ کو رخصتی سے پہلے الگ الگ کرکے تین مرتبہ انتِ طالق یا تجھے طلاق ہے کا لفظ کہے گا تو پہلی مرتبہ تجھے طلاق ہے کا لفظ کہنے سے ہی عورت جُدا ہوجاتی ہے اور اس کے بعد مزید دو مرتبہ تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے کہنے کا کچھ اعتبار نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۴)

حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد لیثی ابو الولید مدنی حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص قرشی ۔ اور حضرت ابو مالک سعد بن طارق اشجعی

❹ مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۰۵ میں ہے کہ ولید بن عقال کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن شداد، حضرت مصعب بن سعد اور حضرت ابو مالک تینوں سے پوچھا کہ اگر کسی حاملہ عورت کو اس کا خاوند تین طلاقیں دیدے تو اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؛ تو اس کے جواب میں ان تینوں نے یہی فرمایا کہ اب وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہی حتی تنکح.....

○ اس اثر میں ایک راوی کا نام عمرو بن مسلم جندی ہے ۔ حضرت امام احمد وغیرہ نے اگرچہ اس کے بارے میں کلام کیا ہے، لیکن کئی نقاد محدثین نے اس کی تحسین بھی کی ہے ۔ مثلاً؛ ① حضرت علامہ ابن حبان نے ثقہ، ② حضرت علامہ ابن حجر نے صدوق، اور ③ حضرت علامہ ذہبی نے عمرو بن مسلم جندی کو صالح الحدیث قرار دیا ہے ۔ اس لیے یہ روایت استدلال میں پیش کی جاسکتی ہے ۔

○ اور اگر اس روایت میں کچھ ضعف ہو تب بھی اتنی بُری بات نہیں ہے کیونکہ یہ روایت بے شمار صحیح احادیث سے مطابقت اور موافقت رکھتی ہے اس لیے یہ روایت تائید میں پیش کی جاسکتی ہے ۔ بلکہ بعض ضعیف روایات تو ایسی بھی ہیں جن پر علماء عمل کرتے چلے آرہے ہیں ۔ اور اس کی مثالیں بھی بہت ہیں، جن میں سے کچھ کا ذکر ترمذی ج ۱ ص ۱۱، ۷۸، ۹۲، ۱۱۲، ۱۴۴، ۱۴۷، ۱۶۶، اور ج ۲ ص ۳۱ و ۳۳ پر موجود ہے ۔

○ بہرحال مذکور بالا تین جلیل القدر تابعین کرامؒ نے حاملہ عورت کو دی گئی تین طلاقوں کے بارے میں تینوں طلاقوں کے واقع ہوجانے کا فتویٰ دے کر بتلادیا کہ مدخول بہا کو ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی متصور ہوتی ہیں۔

حضرت عکرمہ ابو عبداللہ قرشی بربری

❽ کسی شخص نے مشہور تابعی حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا کہ اگر کسی غیر مدخول بہا بکر کو رخصتی سے پہلے ہی تین طلاقیں دی جاچکی ہوں تو اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے۔ تو اس کے جواب میں انھوں نے ارشاد فرمایا کہ اگر بیک زبان اکٹھی تین طلاقیں دی ہوں تو وہ عورت اس طلاق دینے والے پر حلال نہیں رہی، حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ۔

○ اور اگر الگ الگ کرکے تین طلاقیں دی ہوں تو اس صورت میں وہ عورت پہلی طلاق سے ہی بائن ہوگئی۔ اس لیے اس کے بعد والی دونوں طلاقیں کسی گنتی میں نہیں آئیں گی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۳۶ و ۳۳۷)

○ یاد رہے کہ حضرت عکرمہ کی یہ ذاتی رائے نہیں تھی، بلکہ ان کے استاذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مسلک بھی یہی تھا۔ جیسا کہ قبل ازیں فتاویٰ ابن عباسؓ میں بیہقی ج ۷ ص ۳۳۹ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

حضرت طاؤس بن کیسان ابو عبدالرحمٰن فارسی یمنی

❾ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت طاؤس تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا کرتے تھے، لیکن یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت طاؤسؒ آخر میں اس بات کے قائل نہیں رہے۔ البتہ:

○ حضرت طاؤسؒ سے جاہلی طریقہ کے متعلق سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت امام مسلم نے بیان فرمائی ہے، جس کے بارے میں مختصر مگر جامع بحث گزشتہ اوراق میں تحریر کی جاچکی ہے۔ ایک نظر اسے دوبارہ پڑھ لیں۔ نیز:

○ قبل ازیں یہ بھی لکھا جاچکا ہے کہ حضرت طاؤسؒ نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ طاؤس تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھتے تھے تو اُسے کہنا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۵۵۷)

○ لہٰذا حضرت طاؤسؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ اگر مدخول بہا کو الگ الگ

کرکے ایک طہر میں، یا حمل میں یا حیض کی حالت میں تین طلاقیں دے دی جائیں، خواہ ایک مجلس میں ہوں، خواہ دو یا تین مجلسوں میں، وہ تین ہی شمار ہوں گی اور اس مرد پر وہ عورت حرام ہوجائے گی۔

○ اسی طرح اگر کوئی شخص مدخول بہا کو یا غیر مدخول بہا کو ایک ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے تو بھی وہ تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور وہ عورت اس مرد پر حرام ہوجائے گی۔ حتیٰ تنکح زوجا غیرہ۔ البتہ؛

○ اگر کوئی شخص غیر مدخول بہا کو رخصتی سے پہلے ہی تین طلاقیں الگ الگ کرکے ایک ہی مجلس میں یا ایک ایک ماہ میں الگ تین طلاقیں دے تو ان میں سے پہلی ایک طلاق واقع ہوجائے گی، اور باقی دو طلاقیں کوئی نقصان نہیں کریں گی۔ اس لیے اگر طلاق دہندہ چاہے تو اسی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ اور ایسی طلاق کی عدت بھی نہیں۔ (نسائی صفحہ ۱/۲)

حضرت سعید بن جبیر بن ہشام ابو محمد اسدی

۱۰ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں، تو جب حضرت سعید بن جبیرؒ سے اس کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا ایسے ہی شخص کے بارے میں فتویٰ سُنادیا کہ؛

○ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اکٹھی یا متفرق سو طلاقیں بھی دیدے تو وہ عورت صرف تین طلاقوں سے ہی اس پر حرام ہوجائے گی اور باقی طلاقیں اس طلاق دہندہ پر بوجھ ہیں، کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی احکام الٰہی کے ساتھ مخول ہے۔ (سنن دار قطنی ص ۴۳۰)

○ اس سے معلوم ہُوا کہ خود حضرت سعید بن جبیرؒ کا مسلک بھی یہی ہے حضرت علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے اس اثر کے متعلق صاحب المنتقیٰ کے حوالے سے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ سعید بن جبیر اور مجاہد وغیرہ کی یہ سب روایات اس بات کی دلیل ہیں کہ ان سب کا

اس مسئلہ میں اجماع اور اتفاق ہے کہ بیک زبان یعنی ایک ہی جملے میں اکٹھی تین طلاقیں دینے سے تینوں نافذ ہوجاتی ہیں۔

حضرت محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری

⓫ کسی شخص نے اپنی بیوی کو (غالباً اکٹھی) تین طلاقیں دے دیں، اور کسی (آزاد خیال عالم) نے اس شخص کو رجوع کرلینے کا فتویٰ دے دیا' لیکن جب یہ بات حضرت ابن شہاب زہریؒ نے سُنی تو انھوں نے اس بارے میں یہ فتویٰ دیا کہ تین طلاقوں کے بعد اب وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہی۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۹۵)

○ نیز حضرت زہریؒ نے مزید یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے تین طلاقوں کے بعد پھر رجوع کرکے اس مطلقہ بہ ثلاث عورت کو بسالینے کا فتویٰ دیا ہے تو ایسے آزاد خیال مفتی کو عبرتناک سزا دینے کا فتویٰ بھی دیا۔

○ حضرت امام ابن شہاب زہری کے اس فتویٰ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ: طلاق دہندہ نے اکٹھی ایک ہی جملے میں تینوں طلاقیں دے دی تھیں، جس پر کسی رافضی، خارجی یا معتزلی وغیرہ نے رجوع کرلینے کا فتویٰ دے دیا، کیونکہ ان کے نزدیک ایک مجلس میں دی ہُوئی تین طلاقیں صرف ایک رجعی طلاق متصور ہوتی ہے۔ لیکن:

○ حضرت امام زہری کے نزدیک یہ ایک قابلِ سزا جرم ہے۔ یعنی وہ یقیناً اس طرح تین طلاقیں دے چکنے کے بعد رُجوع کرنے کو زنا سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے تین طلاقوں کے بعد رجوع کا فتویٰ دینے والے مفتی کے بارے میں فتویٰ دیا تھا کہ اسے عبرتناک سزا دی جائے کیونکہ

○ اسی مفتی کے فتوے کی وجہ سے ایک جاہل شخص تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کرکے زندگی بھر کے لیے زنا جیسے فعلِ قبیح میں مُبتلا ہُوا' اس لیے اگر کوئی ایسا کر بیٹھے تو اسے فوراً عورت سے جُدا ہوجانا چاہیے۔

حضرت قتادۃ بن دعامہ ابوالخطاب سدوسی بصری

حضرت محمد بن مسلم، ابن شہاب زہری

۱۲ ایک شخص نے سفر کے دوران دو گواہوں کی موجودگی اپنی بیوی کو (اس کی عدم موجودگی میں) تین طلاقیں دے دی تھیں۔ پھر اس شخص کے سفر سے وطن واپس آکر اپنی اسی مطلقہ بیوی کے ساتھ جماع کرلیا۔ تو جب حضرت امام ابن شہاب زہری اور حضرت قتادہ بصری سے اس شخص کے بارے میں شرعی حکم دریافت کیا گیا تو ان دونوں نے یہی فتویٰ دیا کہ

○ اگر یہ شخص اپنی طلاق کا اقرار کرلے کہ واقعی اُس نے دَورانِ سفر اپنی بیوی کی عدم موجودگی میں اسے تین طلاقیں دے دی تھیں تو اُسے زنا کی عبرتناک سزا دیتے ہوئے، رجم کیا جائے۔

خلیفۂ راشد امام عمر بن عبدالعزیز

۱۳ خلیفۂ راشد حضرت امام عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جس شخص نے البتہ کہہ کر اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اُس نے آخری اور انتہائی حد پر تیر مارا۔ (مؤطا امام مالک ص ۱۹۹ و ۲۰۰)

قاضی شریح بن الحارث بن قیس ابوامیہ کندی

۱۴ ایک شخص نے مشہور تابعی حضرت قاضی شریح رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس آکر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں۔ اس پہ قاضی شریح نے فرمایا کہ تیری بیوی تجھ سے تین طلاقوں کے ساتھ جُدا ہوگئی ہے اور باقی ستانوے طلاقیں اسراف اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۱۲)

حضرت محدث حسن بصری

۱۵ مشہور تابعی اور محدث حضرت حسن بن یسار بصریؒ نے فرمایا کہ اگر غیر مدخول بہا کو الگ الگ کرکے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیدی جائیں تو وہ پہلی سے جُدا ہوجائے گی اور باقی دو کچھ نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۳۲ و ۳۳۳)

فائدہ: حضرت امام ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن حجر کنانی عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن منذر نیشاپوری (متوفی ۳۱۸ھ) کے حوالے سے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں تحریر فرمایا ہے کہ:

- رأس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردانِ گرامی ① حضرت عطاء بن ابی رباح ② حضرت طاؤس بن کیسان فارسی اور ③ حضرت عمرو بن دینار وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: "تین طلاقیں ایک طلاق ہی شمار ہوتی ہیں۔" لیکن یہ امام ابن حجرؒ کا سہو ہے۔
- کیونکہ قبل ازیں فتاویٰ تابعین میں نہ صرف سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے انہی تین تلامذہ کی روایات زیبِ قرطاس کی گئی ہیں، بلکہ حضرت ابنِ عباسؓ کے دیگر تلامذہ کی روایات بھی تحریر کی گئی ہیں۔ ان تمام روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مدخول بہا کو اگر الگ الگ کر کے تین طلاقیں دی جائیں یا ایک ہی لفظ سے اکٹھی تین طلاقیں دے دی جائیں، ہر حال میں تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ لیکن غیر مدخول بہا کے لیے شرعی حکم ذرا مختلف ہے۔ یعنی اگر غیر مدخول بہا کو ایک ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دیں، مثلاً: اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا کہا تو تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں، لیکن اگر کوئی شخص غیر مدخول بہا کو الگ الگ مجلسوں میں ایک ایک کر کے، یا ایک مجلس میں ہی الگ الگ انت طالق انت طالق انت طالق کہے تو اس صورت میں پہلی مرتبہ انت طالق کہتے ہی وہ عورت اس مرد سے جُدا ہو جاتی ہے اور اس کی عدت بھی نہیں ہوتی، اور وہ عورت اس مرد کے لیے اجنبی ہو جاتی ہے۔ اب اگر وہ اس اجنبی عورت کو انت طالق کہے گا تو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ اسی لیے مذکورہ بالا تابعین کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ غیر مدخول بہا کے لیے یہ حکم ہے کہ اسے الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک طلاق سمجھی جاتی ہے، یعنی ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔

بعضُ الاحادیث یفسّرُ البعض

محدثین اور راویانِ حدیث کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کوئی مسئلہ بیان کرتے ہیں تو اس بارے میں موقع محل کے مطابق کبھی اجمالی طور پر مختصر سی بات میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قول وعمل کے حوالے سے مسئلہ سمجھا دیتے ہیں۔ اور محدثین اسی مختصر سی بات کو ذخیرۂ احادیث میں نقل فرما دیتے ہیں۔ اور کبھی اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں، اور کبھی خاص واقعہ کے متعلق شرعی حکم بیان فرما دیتے ہیں لیکن ہر روایت میں مسئلہ کے تمام پہلو بیان نہیں کیے جاتے۔ مثلاً:

- سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اذان کے بعد مسجد سے باہر نکلنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "اس شخص نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔" (الجامع للترمذی ص ۳۵)
- سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث اجمالی ہے۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اذان ہو چکنے کے بعد جو شخص بھی مسجد سے باہر نکلے گا وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والوں میں شامل ہو جائے گا خواہ وہ قضاءِ حاجت کے لیے مسجد سے باہر نکلے یا وضو کرنے کے لیے۔ کیونکہ
- محولہ بالا حدیث میں مطلق یہ بتلایا گیا ہے کہ اذان کے بعد مسجد سے باہر نکلنے والا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ حالانکہ اذان کے بعد قضاءِ حاجت اور وضو وغیرہ کے لیے ضرورت کے وقت نکلنا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے زمرے میں ہرگز نہیں آتا کیونکہ بعض دوسری حدیثوں میں آتا ہے کہ جب پیشاب پاخانہ زور کر رہا ہو تو ایسی حالت میں نماز پڑھنا منع ہے۔ اسی طرح نماز پڑھنے کے لیے باوضو ہونا بھی فرض ہے۔ اس لیے علماء نے محولہ بالا حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ بغیر عذر کے مسجد سے باہر نکلنا منع ہے ورنہ نہیں۔

- اسی طرح بعض اوقات جب کسی عالم دین اور مفتی سے مختلف قسم کے سائل ایسا مسئلہ دریافت کرتے ہیں جن کے سوال بظاہر ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں' مگر مجیب کو جب خارجی قرائن کی وجہ سے ہر سائل کی اپنی اپنی مخصوص کیفیت کا علم ہوتا ہے تو وہ انہی خارجی قرائن کو دیکھ کر ہر ایک سائل کو الگ الگ جواب دیتا ہے۔ لیکن ان دونوں سائل و مجیب کے پاس بیٹھا ہُوا تیسرا شخص ایک جیسے دو سوالوں کے مختلف جواب سُن کر حیران ہو جاتا ہے کہ ابھی کچھ ہی دیر پہلے جس سوال کا جواب نفی میں دیا گیا تھا' بظاہر اسی قسم کے سوال کا جواب اس کے برعکس اِثبات میں کس لیے دیا جا رہا ہے۔ مثلاً:
- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ: روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت یعنی بوسہ کر سکتا ہوں یا نہیں؟ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نفی میں جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی دربارِ نبویؐ میں حاضر ہُوا اور اس نے بھی یہی سوال کیا' تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت مرحمت فرما دی۔
- اور ان متضاد فتووں کو دیکھ کر یقیناً آدمی حیرانی میں مُبتلا ہو جاتا ہے' اور غور کیا جائے تو حیران ہونے کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ کیونکہ مذکورہ روایت میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ جس شخص کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی میں جواب دیا تھا وہ جوان تھا' اور ڈر تھا کہ یہ کہیں روزہ ہی نہ توڑ بیٹھے، اس لیے آپؐ نے اُسے تو منع فرما دیا، لیکن دُوسرے شخص کو اجازت دینے کی وجہ یہ تھی وہ بوڑھا فرتوت تھا۔ (دیکھیے مشکوٰۃ ص۱۷۶)
- اسی طرح تین طلاقوں کو تین قرار دے کر عورت کے مرد پر حرام ہو جانے یا تین طلاقوں کے باوجود ایک طلاق کا حکم لگا کر دوبارہ ان دونوں مرد و زن کو باہم نکاح کی اجازت ہونے کا مسئلہ بھی قابلِ حیرت نہیں۔

تین طلاقوں کے متعلق مختلف احکام

قبل ازیں عہدِ نبویؐ، عہدِ صحابہؓ اور عہدِ تابعینؒ میں تین طلاقوں سے متعلق متعدد احادیث و آثار تحریر کیے گئے ہیں، جن میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

○ اس مسئلہ کی چار صورتیں بنتی ہیں: ① غیر مدخول بہا یا بکر کو اکٹھی بیک کلمہ تین طلاقیں دی جائیں۔ ② غیر مدخول بہا کو یکے بعد دیگرے ایک ہی مجلس میں یا تین مجلسوں میں الگ الگ کرکے تین طلاقیں دی جائیں۔ ③ مدخول بہا کو اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں۔ ④ مدخول بہا کو یکے بعد دیگرے ایک ہی مجلس میں یا تین مجلسوں میں الگ الگ کرکے تین طلاقیں دی جائیں۔ یعنی دو کا تعلق غیر مدخول بہا سے، اور دو کا مدخول بہا سے ہے۔

① پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ اکٹھی تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں لاتحل لہ،

② دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ پہلی طلاق واقع ہوتی ہے اور باقی دو لغو ہیں،

③ تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ اکٹھی تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ اور

④ چوتھی صورت کا حکم بھی یہی ہے کہ متفرقۃً دی ہوئی تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، اور وہ عورت طلاق دہندہ پر حلال نہیں رہتی۔ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ

○ اب اگر مذکورہ بالا چاروں قسم کے آدمی کسی مفتی کے پاس جاکر مسئلہ پوچھیں، اور ان میں سے ہر ایک یہ کہے کہ: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں، اب میرے بارے میں شرعی حکم کیا ہے، کیا میں رجوع کرسکتا ہوں؟

○ اب یہ سوال تو ان چاروں کا ایک جیسا ہے، اگر ان میں سے ایک سائل کو مجیب مفتی یہ کہے کہ تجھے رجوع کا حق حاصل ہے اور باقی تین کو کہے کہ تمہاری بیویاں تم پر حرام ہوچکی ہیں، تو کوئی بے علم اور جاہل شخص مفتی کے ان متضاد فتووں کو دیکھ کر اگر حیران ہو تو ہوتا رہے، لیکن علم دین سے تھوڑا بہت تعلق رکھنے والا نہ ان فتووں کو متضاد فتوے قرار دے گا اور نہ ہی ان پر وہ حیران ہوگا۔ کیونکہ:

- صاحبِ علم اور تجربہ کار و سمجھ دار مفتی سائل کے انداز سوال اور دیگر خارجی قرائن وغیرہ سے جب مسئلہ کی اصل حقیقت معلوم کر کے بات کی تہ تک پہنچتا ہے اور کوئی ابہام باقی نہیں رہتا، تب کہیں فتویٰ دیتا ہے۔ اور
- پہلے سائل کو جواب دیتا ہے کہ وہ عورت تجھ پر حرام ہو چکی ہے، اور تیرے لیے اس عورت کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ حتیٰ تنکح...
- دُوسرے سائل کو جواب دیا جاتا ہے کہ وہ عورت تجھ سے بائن یا جُدا تو ضرور ہو گئی ہے، لیکن اگر تم دونوں دوبارہ باہم نکاح کرنا چاہتے ہو شریعت مطہرہ میں تمھیں دوبارہ نئے مہر کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے اور
- تیسرے اور چوتھے دونوں سائلوں کو ایک ہی جواب دیا جائے گا کہ وہ عورتیں تم پر حلال نہیں رہیں۔ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ۔
- اب ظاہر ہے کہ حالات کے مُطابق ہر ایک کو شرعاً صحیح فتویٰ دیا گیا ہے، مگر یہ فتوے سُننے والے اجنبی اور حالات سے ناواقف شخص کو حیرانی ہوتی ہے کہ مسئلہ تو ان سب کا ایک جیسا تھا مگر جواب مختلف کیوں ہیں؟
- البتہ سمجھ دار اور ذہین شخص سمجھ جائے گا کہ پہلا شخص اپنی غیر مدخول بہا یا بحر منکوحہ کو بیک کلمہ اکٹھی تین طلاقیں دے چکا تھا، اس لیے اس کے متعلق یہ حکم درست ہے کہ وہ عورت اس پر حرام ہو چکی ہے حتیٰ تنکح...
- اور دُوسرے کا جواب بھی بالکل درست ہے، کیونکہ اس نے الگ الگ انت طالق انت طالق انت طالق کہہ کر تین طلاقیں دی تھیں، جبکہ پہلی مرتبہ انت طالق کہتے ہی وہ عورت اس مرد سے جُدا ہو گئی، جس کی عدّت بھی نہیں ہوتی، اس لیے بعد والی دو طلاقوں کا غیر مدخول بہا پر کوئی اثر نہیں ہوتا، اور وہ دونوں طلاقیں لغو اور بے کار گئیں۔ اور
- تیسرے اور چوتھے سائل کو بھی صحیح جواب دیا گیا ہے، کیونکہ مدخول بہا کو مجتمعۃً یا متفرقۃً جیسے بھی تین طلاقیں دی جائیں تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔

مجمل اور مفصل روایات

- سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے اس عورت کے بارے میں سوال کیا جس کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دیدی گئی تھیں، تو آپؓ نے جواب دیا کہ اب وہ عورت طلاق دہندہ پر حلال نہیں رہی (مصنف عبدالرزاق ۳۳۱/۶)
- اس روایت میں اجمال ہے۔ جبکہ ایک اور موقع پر جب سیدنا ابن مسعودؓ سے یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے تفصیل کے ساتھ مسئلہ سمجھایا کہ:
- جب بکر کو دخول سے پہلے اکٹھی تین طلاقیں دیدی جائیں تو وہ عورت طلاق دہندہ کے لیے حلال نہیں رہتی حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ۔ اور اگر بکر کو دخول سے پہلے الگ الگ کرکے تین طلاقیں دی جائیں تو وہ عورت پہلی طلاق سے ہی بائن یعنی جُدا ہوجاتی ہے، پچھلی دو کچھ نہیں۔ (ایضاً ۳۳۶/۶)
- اجمال و تفصیل کی مذکورِ بالا مثال میں تو ایک ہی صحابی کے دو مختلف فتوے تحریر کیے گئے ہیں، جن میں سے پہلے میں اجمال اور دُوسرے میں تفصیل ہے۔
- اسی طرح کبھی ایک صحابی کی روایت میں اجمال اور دُوسرے کی روایت میں تفصیل ہوتی ہے۔ اور تقریباً ہر مسئلہ کا یہی حال ہے۔ پھر محدثین و مجتہدین ان تمام اجمالی و تفصیلی روایات کو سامنے رکھ کر مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔
- اسی طرح کبھی ایک سائل اپنا مسئلہ کسی ایک عالم کے سامنے پیش کرکے اس کا شرعی حکم معلوم کرتا ہے، اور کبھی دُوسرا سائل کسی دُوسرے عالم کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کرکے اس کے بارے میں شرعی حکم دریافت کرتا ہے۔
- نیز کبھی سوال بظاہر ایک جیسا اور جواب مُختلف، اور کبھی سوال مُختلف اور جواب ایک جیسا معلوم ہوتا ہے، جس کے باعث سرسری علم رکھنے والے علماء عموماً اُلجھن کا شکار ہوجاتے ہیں۔ البتہ جو علماء اصولِ حدیث کے علم سے پُوری طرح آگاہ ہوتے ہیں وہ بظاہر متضاد اور باہم معارض احادیث و آثار کو بخوبی منطبق کرکے تمام اُلجھنوں کو دُور کردیتے ہیں۔

بظاہر متعارض روایات

- حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں دینے والے شخص کو فتویٰ دیتے ہوئے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ارشاد فرمایا کہ: "اگر تُو نے اپنی بیوی کو الگ الگ کر کے تین طلاقیں دی ہیں، تو ایک (پہلی) طلاق واقع ہوئی" (مصنف عبدالرزاق ص ۳۳۵/۶)
- حضرت محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زُہری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ہی ارشاد فرمایا کہ: "جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا ہے تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔ (ایضاً ص ۳۳۵/۶)
- سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عطا اور حضرت زہری کی مذکورہ بالا دونوں روایتیں بظاہر ایک دُوسری کے مخالف معلوم ہوتی ہیں، مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں باہم کسی قسم کا تعارض نہیں۔ کیونکہ:
- حضرت عطا کی روایت میں غیر مدخول بہا کو دی گئی الگ الگ تین طلاقوں کے بارے میں شرعی حکم دریافت کیا گیا تھا۔ جبکہ:
- حضرت ابن شہاب زہری کی روایت میں مدخول بہا کو دی گئی الگ الگ تین طلاقوں کے متعلق مسئلہ دریافت کیا گیا تھا، جس کے جواب میں آپ نے سیّدنا عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے فتویٰ صادر فرمایا کہ تینوں واقع ہو گئیں۔
- اس سے معلوم ہُوا کہ مدخول بہا اور غیر مدخول بہا کے لیے الگ الگ کر کے دی ہُوئی تین طلاقوں پر شرعاً دو مختلف حکم نافذ کیے جاتے ہیں۔ اور اگر الگ الگ انت طالق انت طالق کہنے کی بجائے ایک ہی کلمہ اکٹھی تین طلاقیں دیتے ہوئے کوئی شخص انت طالق ثلاثا یا اس کا کوئی ہم معنیٰ لفظ بتّہ، خلیہ اور بریّہ وغیرہ کے الفاظ تین طلاقوں کی نیت سے کہے تو اس صورت میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا دونوں کے لیے ایک ہی حکم ہے کہ وہ عورت طلاق دہندہ پر حلال نہیں رہتی۔ جیسا کہ:

بیک کلمہ تین طلاقوں پر نبی کریم ﷺ کا فیصلہ

حضرت ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا
ان رجلاً من اسلم طلق امرأته علیٰ عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
ثلث تطليقات جميعاً کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اپنی بیوی کو اکٹھی
تین طلاقیں دے دی تھیں۔ فقال له بعض اصحابه ان لك
عليها رجعة تو اس طلاق دہندہ کو اس کے دوستوں میں سے کسی
دوست نے کہا کہ اس صورت میں تجھے رجوع کر لینے کا حق حاصل ہے‘
فانطلقت امرأته حتىٰ دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم
پھر اس طلاق دہندہ کی مطلقہ بیوی حضرت رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ
اقدس میں حاضر ہوئی۔ فقالت پھر وہ مطلقہ عورت عرض گزار ہوئی:
ان زوجي طلقني ثلث تطليقات في كلمة واحدة
کہ میرے شوہر نے مجھے ایک ہی کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دیدی ہیں‘

- مقصد یہ تھا کہ آپؐ اس بات کا فیصلہ فرمائیں کہ کیا ایک ہی کلمہ میں اکٹھی تین طلاقیں دے دی جائیں تو وہ تینوں واقع ہوجاتی ہیں یا نہیں‘ نیز آپؐ یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ میں اور طلاق دہندہ شرعاً ایک دوسرے کی میراث کے حق دار رہے یا نہیں۔

- فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم قد بنتِ منه ولا ميراث بينكما۔ تو اس کے جواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ تیرے شوہر نے ایک ہی کلمہ میں تجھے اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالی ہیں‘ اور اس طرح اکٹھی تین طلاقیں دینا اچھا نہیں ہے تاہم تو طلاق دہندہ سے جُدا ہو چکی ہے، اور تم دونوں طلاق دہندہ اور مطلقہ کے درمیان وراثت بھی نہیں ہے۔ (مدوّنۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۳۲۱)

- اسی طرح بعض دیگر روایات جو بظاہر باہم متعارض اور ایک دُوسرے کے مخالف معلوم ہوتی ہیں، سو ان میں بھی اہلِ بصیرت کو کسی قسم کا تعارض نظر نہیں آتا، اگر مجمل روایات کو مفصل روایات کے ساتھ ملاکر غور سے دیکھا جائے تو جن روایات میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے وہ بالکل نظر نہیں آئے گا۔ مثلاً:
- حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صراحۃً روایت نقل فرمائی ہے کہ غیر مدخول بہا یا بِکر کو تین طلاقیں اکٹھی یعنی انت طالق ثلاثا یا اس کے ہم معنیٰ الفاظ ایک کلمہ میں نہ دی گئی ہوں، اور الگ الگ انت طالق انت طالق انت طالق یا اس کے ہم معنیٰ الفاظ کے تکرار کے ساتھ تین طلاقیں دی گئی ہوں تو ان میں سے صرف پہلی طلاق پڑتی ہے۔
- اور اس کی مؤید صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے: ① ام المؤمنین سیّدہ عائشہ، ② امیر المؤمنین سیّدنا امام علی ③ سیّدنا عبداللہ بن عباس ④ سیّدنا ابو ہریرہ ⑤ سیّدنا انس بن مالک ⑥ سیّدنا جابر بن عبداللہ ⑦ سیّدنا ابو سعید خدری ⑧ سیّدنا عبداللہ بن مغفل ⑨ سیّدنا عمرو بن العاص ⑩ سیّدنا زید بن ثابت ⑪ سیّدنا عبداللہ بن مسعود ⑫ ام المؤمنین سیّدہ ام سلمہ۔ اور تابعین میں سے شاگردانِ ابن عباسؓ ① محمد بن ایاس بن ابی بکیر ② معاویہ بن ابی عیاش، ③ عامر بن شراحیل شعبی ④ ابراہیم نخعی ⑤ خلاس بن عمرو ⑥ حکم بن عتیبہ ⑦ ابو عبداللہ عکرمہ بربری ⑧ طاؤس بن کیسان۔ اور ⑨ حسن بن یسار بصری رحمہم اللہ تعالیٰ کی روایات قبل ازیں گزر چکی ہیں۔ لہٰذا:
- مصنف عبدالرزاق ج ٦ ص ۳۳٦ پر منقول حضرت طاؤس، حضرت عطاء اور حضرت ابوالشعثاء کے فتویٰ کا مطلب بھی یہی ہے کہ غیر مدخول بہا کو الگ الگ دی ہوئی تین طلاقوں میں سے صرف پہلی ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔

- اسی طرح مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۳۶ پر منقول حضرت عمرو بن دینار ؒ کے فتوے کا مطلب بھی یہی ہے، جس میں انھوں نے فرمایا ہے: وان جمعھن فھی واحدۃ کہ اگر اس نے غیر مدخول بہا کو اکٹھی تین طلاقیں دیدی ہیں تو ایک طلاق واقع ہوگی۔
- اس روایت میں جمعھن سے بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیک کلمہ دی ہوئی تین طلاقوں کی بات ہو رہی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں بلکہ یہاں جمعھن سے ایک مجلس کی تین متفرق طلاقیں مراد ہیں۔ کیونکہ:
- قبل ازیں خود حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کی ایک وہ روایت بھی گزر چکی ہے کہ ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں دینے والے کے متعلق سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا کہ عورت کو جدا کرنے کے لیے تو جوزا ستارے کا سرا ہی کافی تھا۔ (بیہقی ج ۷ ص ۳۳۷)
- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرو بن دینار ؒ ایک کلمہ میں دی ہوئی اکٹھی تین طلاقوں کو ایک طلاق ہرگز نہیں سمجھتے تھے۔ اور جمعھن سے ایک مجلس میں تین مرتبہ انت طالق کے الفاظ ایک ساتھ ادا کرنا ہی مراد ہے۔
- اسی طرح حضرت عکرمہ ؒ سے جو روایت ہے کہ سیّدنا ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ تین طلاقیں ایک ہیں (بیہقی ج ۷ ص ۳۵۵) لیکن اس کا مطلب بھی یہ نہیں جو بظاہر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۳۶ کے حوالے سے قبل ازیں خود حضرت عکرمہ ؒ کی روایت گزر چکی ہے کہ غیر مدخول بہا کو الگ الگ دی ہوئی تین طلاقوں سے پہلی ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔
- اسی طرح حضرت طاؤس ؒ کا مسلک بھی یہی ہے، اور انھوں نے اس سلسلہ میں ہونے والی غلط فہمی کا ازالہ بھی فرما دیا ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

<u>خلاصہ</u> یہ کہ جہاں کہیں مطلق حکم ہوگا اسے مقید کیا جائے گا۔ اور مجمل روایت کا فیصلہ مفصل روایت دیکھ کر کیا جائے گا۔

ائمۂ مجتہدین اور اُن کے متبعین کا مسلک

عُلماء شافعیہ کا مسلک

الامام محمد بن ادریس شافعی

1. حضرت امام شافعی رحمہُ اللہُ تعالیٰ نے اپنی اِملائی کتاب "الام" ج ۵ ص ۱۸۲ میں فرمایا ہے کہ: "اگر شوہر نے اپنی بیوی کو کہا: انت طالق ثلثا للسنۃ کہ تجھے سُنّت کے مُطابق تین طلاقیں ہیں، یا انت طالق ثلثا للبدعۃ کہا کہ تجھے خلافِ سنت تین طلاقیں ہیں، تو یہ بات کرتے ہی فوراً تین کی تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔"

- اس میں کسی قسم کا کوئی اُلجھاؤ اور پیچیدگی و ابہام نہیں ہے۔ یہ عبارت خود بتا رہی ہے کہ اس میں ان تین طلاقوں کے بارے میں شرعی حکم بتلایا گیا ہے جو ایک مجلس ہی نہیں بلکہ ایک ہی جملے کے ساتھ دی گئی ہو۔
- اِسی طرح آپ نے فرمایا کہ اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی کو کہا: انت طالق اکثر الطلاق عددًا۔ یعنی تعداد کے لحاظ سے (شرعاً) طلاقوں کی جو تعداد زیادہ سے زیادہ مقرر ہے، اتنی تعداد میں تجھے طلاقیں دیں، تو اس کے کہنے سے بھی تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔" (الام ج ۵ ص ۱۸۳)
- اسی طرح اگر کسی نے صرف انت طالق اکثر الطلاق کہا، یعنی تجھے بہت زیادہ طلاقیں دیں۔ تو اس صُورت میں بھی (چونکہ شرعاً زیادہ سے زیادہ تین طلاقیں دی جا سکتی ہیں، اس لیے) تین کی تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔
- نیز آپ نے فرمایا کہ: "اس مسئلہ میں قرآن مجید ہماری راہنمائی کرتا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو ہمبستری سے پہلے یا ہمبستری کے بعد تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں رہتی۔ یہاں تک کہ وہ کسی دُوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرے۔" (کتاب الام ج ۵ ص ۱۶۵)

فائدہ: حضرت امام شافعیؒ قح عرب مکی قریشی مُطّلبی ہیں، جبکہ حضرت ابن جریجؒ اور ابن اسحاق دونوں عجمی ہیں، اس لیے قرآن مجید اور حدیثِ نبویؐ کو ان دونوں راویوں کے مقابلے میں زیادہ اچھی طرح سمجھتے ہیں، اور اس معاملے میں حضرت امام شافعی کو ابن جریج اور ابن اِسحٰق پر ترجیح ہوگی۔

- یاد رہے کہ سیدنا رُکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ کے واقعۂ طلاق میں حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت رکانہؓ نے ایک طلاق کی نیت سے بتّہ کا لفظ استعمال فرمایا تھا۔
- نیز یہ کہ حضرت امام شافعیؒ لفظ بتّہ کے مفہوم کو بھی خوب اچھی طرح سمجھتے تھے، ان کے لیے یہ لفظ اجنبی یا غیر مانوس نہیں تھا۔ جبکہ:
- ابن جریج اور ابن اسحاق دونوں کے لیے بتّہ کا لفظ اجنبی تھا، وہ بتّہ کا صحیح مفہوم نہیں سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ابن جریج و ابن اسحاق بتّہ کے لفظ سے سمجھے کہ اس سے صرف تین طلاقیں مُراد ہیں، اس لیے ان دونوں نے اپنی سمجھ کے مطابق روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے بتّہ کی بجائے تین طلاقوں کا لفظ استعمال کرکے قیامت تک کے لیے اُمّتِ محمدیہ کو ایک زبردست اُلجھن میں مبتلا کردیا، جس کے نتیجے میں زنا کا دروازہ کھل گیا۔ (بتّہ اور دیگر الفاظِ کنایہ کی بحث آگے آگے گی۔ ان شاء اللہ)
- اسی طرح حضرت طاؤسؒ کو بھی مغالطہ ہُوا تھا۔ اور اکٹھی دی ہُوئی تین طلاقوں کو یہ بھی کچھ عرصہ تک ایک طلاق سمجھتے رہے تھے، اور اپنے بیٹے کے سامنے اپنی فہم کے مطابق الگ الگ یا اکٹھی دی ہوئی تین طلاقوں میں سے ایک طلاق واقع ہونے کا مسلک بیان فرمایا۔ مثلاً:
- تمام صحابہ و تابعین اور ائمۂ مجتہدین کا مسلک تو یہ ہے کہ اگر غیر مدخول بہا کو الگ الگ کرکے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے کہا جائے تو پہلی طلاق سے عورت جُدا ہوجائے گی اور باقی دو طلاقیں فضول ہیں۔

۱؎ جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا ہے۔ دیکھیے عماد کی توجیہات ص ۱۳۱ تا ۱۴۰۔

○ اور اگر کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو وہ تینوں واقع ہو کر اس مرد پر وہ عورت حرام ہوجائے گی لیکن

○ حضرت طاؤسؒ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن طاؤسؒ سے فرمایا کہ یہ دونوں صورتیں برابر ہیں اور ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔ جیساکہ مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص میں ہے۔ اور پھر یہی بات مشہور ہوگئی۔

○ اس کے بعد جب حضرت طاؤسؒ کو اس مسئلہ کی تحقیق[1] ہوئی تو اپنے اس مسلک سے رجوع فرمالیا۔ اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن طاؤسؒ سے فرمایا کہ آئندہ اگر کوئی کہے کہ طاؤس تین طلاقوں کو ایک طلاق ہی سمجھتے تھے تو اس سے کہنا کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ (اعلاء السنن ۱۱ ص ۱۵۵)

○ بہرحال خالص اہل لسان مجتہد، فقیہ اور محدث حضرت امام شافعیؒ نے احادیث نبویؐ و آثار صحابہؓ کی روشنی میں قرآن مجید کی آیت کا مطلب یہی سمجھا تھا کہ جو شخص مدخول بہا کو یا غیر مدخول بہا کو اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے گا تو وہ تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اور یہی اصح ہے۔

○ البتہ احادیث نبویؐ میں طلاق دینے کے لیے بعض قیود و شرائط بھی آئی ہیں مثلاً: ① حیض کی حالت میں طلاق نہ دی جائے۔ اور ② اس طہر میں بھی طلاق نہ دی جائے جس میں ہمبستری کی ہو۔ اور ③ ہر طہر میں ایک ایک طلاق دی جائے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو شخص اس شرعی طریقہ کے خلاف طلاق دے گا تو طلاق واقع ہی نہ ہوگی۔ اور نہ ہی یہ مطلب ہے کہ ایک طہر کے مختلف اوقات میں تین طلاقیں دی جائیں تو انھیں بھی ایک طلاق ہی سمجھ لیا جائے۔ مثلاً:

○ کوئی شخص ایک طہر میں پانچ پانچ دن کے وقفے سے ایک ایک طلاق دے تو کوئی شخص انھیں ایک طلاق تصور نہیں کرسکتا۔

---

[1] یعنی ایک توجیہ کے مطابق۔

- اسی طرح اگر کوئی شخص ایک مجلس میں الگ الگ یا اکٹھی تین طلاقیں دیدے تب بھی وہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ البتہ یہ طریقہ غلط ہے۔ کیونکہ:
- طلاق دینے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ ایسے طُہروں میں طلاق دی جائے جن میں ہمبستری نہ کی ہو۔ لیکن قرآن مجید میں صراحۃً یہ کہیں بھی نہیں آیا کہ ① حیض میں طلاق نہ دی جائے، یا ② اس طہر میں طلاق نہ دو جس میں ہمبستری کی جا چکی ہو، یا ③ ایک مجلس میں الگ الگ کرکے، یا ④ ایک جملہ میں اکٹھی تین طلاقیں نہ دو' اور ⑤ نہ ہی قرآن مجید میں کہیں یہ آیا ہے کہ ایک مجلس میں الگ الگ یا اکٹھی، یا ایک طہر میں الگ الگ یا اکٹھی تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھنا چاہیے۔ بلکہ ⑥ قرآن مجید میں مطلق تین طلاقوں کا ذکر ہے کہ تین طلاقوں کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا۔
- حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے احادیثِ نبویؐ سے مستنبط اپنے مسلک کی تائید میں قرآن مجید کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ہے: فالقرآن واللہ اعلم یدل علی ان من طلق زوجۃ لہ دخل بہا او لم یدخل بہا ثلثا لم تحل لہ حتیٰ تنکح زوجًا غیرہ (کتاب الام ج ۵ ص ۱۶۵) کہ واللہ اعلم قرآن مجید اس بات میں ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو ہمبستری کے بعد یا ہمبستری سے پہلے ہی تین طلاقیں دے ڈالے تو وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہتی' جب تک کہ وہ کسی دُوسرے شخص کے ساتھ نکاح نہ کرلے۔
- حضرت امام شافعیؒ جیسے اہلِ لسان عرب اور محدث و مجتہد کی قرآن فہمی کے خلاف اگر کوئی آزاد خیال عجمی عالم خلافِ واقعہ خواہ مخواہ یہ شور مچانا شروع کردے کہ قرآن مجید میں الگ الگ طہروں میں ایک ایک طلاق دینے کا طریقہ بتلایا گیا ہے' اس لیے اگر الگ الگ طہروں کی بجائے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک طلاق بنتی ہے۔ تو یہ اُس کی غلط فہمی ہوگی۔

امام ابو اسحٰق ابراھیم بن محمّد شیرازی شافعی

❷ حضرت امام ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد شیرازی شافعی (متوفی ۴۷۶ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ المہذّب فی فقہ الشافعی ج ۲ ص ۸۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کے الفاظ میں سے مثلاً انت طالق یا انت بائن یا اسی قسم کے دُوسرے الفاظِ کنایہ اگر تین طلاقوں کی نیت سے کہے گا تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ پھر دلیل میں سیّدنا رکانہؓ کی روایت بیان کی۔

○ اور اس کی تائید اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس فتوے سے ہوتی ہے جس میں آپؓ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے کہ "تجھے ایک طلاق دیتا ہوں جیسا کہ ہزار طلاقیں ہوتی ہیں" تو وہ عورت اس مرد پر حرام ہوجائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۷۹)

امام تقی الدین ابوبکر بن محمد حُسینی شافعی

❸ حضرت امام تقی الدین ابوبکر حسینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کفایۃ الاخیار فی حلّ غایۃ الاختصار ج ۲ ص ۱۰۷ میں تحریر فرمایا ہے کہ تین طلاقیں خواہ ایک لفظ کے ساتھ ہوں یا کئی لفظوں کے ساتھ ہوں تو وہ عورت اس شوہر پر حرام ہوجاتی ہے۔ حتیٰ تنکح زوجًا غیرہ۔

شیخ عبداللہ بن الشیخ حسن الکوھجی شافعی

❹ المنہاج ج ۳ ص ۳۸۰ میں حضرت شیخ عبداللہ بن الشیخ حسن الکوھجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو انت طالق انت طالق انت طالق الگ الگ کرکے ایک ہی مجلس میں کہے تو تینوں طلاقیں پڑجائیں گی۔

ابو حامد مُحمد بن مُحمد غزالی شافعی

❺ حضرت امام غزالی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الوجیز ج ۲ ص ۳۱ میں تحریر فرمایا ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالنا اگرچہ بدعت تو نہیں ہے لیکن الگ الگ تین طہروں میں طلاقیں دینا بہتر ہے تاکہ بعد میں ندامت نہ ہو۔

امام عبدالوھاب شعرانی شافعی

❻ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے میزان شعرانی میں فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے کہ مدخول بہا بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دینا یا ایسے طہر میں جس میں ہمبستر ہوا ہو طلاق دینا حرام ہے، لیکن اگر کسی نے ان حالات میں طلاق دیدی تو واقع ہوجائیگی اسی طرح اگر کسی نے ان حالات میں تین طلاقیں دے دیں تو وہ بھی واقع ہوجائیں گی۔ (مواہب رحمانی اردو ترجمہ میزان شعرانی ج ۲ ص ۲۰۸) نیز:

○ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے، تو اگر اس کی نیت ایک طلاق کی ہو تو ایک طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر تین طلاقوں کی نیت ہو تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ (ص ۲۱۸ ج ۲)

علامہ محمد عبدالرحمٰن دمشقی شافعی

❼ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب میزان الکبریٰ طبع مصر کے حاشیہ پر حضرت علامہ محمد عبدالرحمٰن دمشقی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رحمۃ الامہ ج ۲ ص ۷۹ میں تحریر فرمایا ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا حرام تو ہے لیکن اگر کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

امام ابویحییٰ زکریا انصاری شافعی

❽ شرح روض الطالب من اسنی المطالب ج ۲ ص ۲۸۰ میں حضرت امام ابویحییٰ زکریا انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو اپنے آپ کو تین طلاقیں دے دے، تو اگر اس کی بیوی نے بغیر نیت کے یونہی کہہ دیا کہ میں نے طلاق دے دی' تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

ابوالعباس احمد رملی کبیر انصاری شافعی

❾ شرح روض الطالب ج ۳ ص ۲۸۶ کے حاشیہ پر حدیث رکانہؓ کا حوالہ

دے کر علامہ ابوالعباس احمد رملی کبیر انصاری شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو بتّہ طلاق دی تھی۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم دے کر ان سے پُوچھا کہ بَتّہ کہنے سے آپ کی مراد صرف ایک طلاق کی تھی یا دو کی یا تین کی۔ تو حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ: واللہ! لفظ بتہ کہنے سے میری مراد صرف ایک طلاق کی تھی۔

○ حضرت ابوالعباس احمد رملی کبیر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ اگر حضرت رکانہؓ نے بتہ کا لفظ کہتے ہُوئے ایک کی بجائے دو یا تین طلاقوں کی نیت کی ہوتی تو صرف ایک مرتبہ بتّہ کا لفظ مُنہ سے نکالتے ہی تینوں طلاقیں واقع ہوکر ان کی بیوی سیّدہ سُہیمہ رضی اللہ عنہا حضرت رکانہؓ پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتیں۔

امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی

۱۰ شرح المنہاج ج ۳ ص ۲۹۶ میں حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر شوہر نے بیوی کو الگ الگ کر کے: تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے کہا تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ نیز:

○ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸ میں روایتِ طاؤسؒ سے بظاہر مُستنبط ہونے والے مسئلہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ: اِس مسئلہ میں علماء کا باہم اختلاف ہے، (لیکن صحابۂ کرامؓ کا کوئی اِختلاف نہیں) مثلاً: ① امام شافعی امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء سلف وخلف تمام کے تمام یہی فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں (ایک مجلس میں یا ایک لفظ یا کلمے کے ساتھ) کہنے سے تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی۔ ② ابن مقاتل کا قول ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق بھی نہیں پڑتی۔ ③ حجاج بن ارطاۃ اور محمد بن اسحاق کبھی تو کہتے ہیں کہ تین طلاقیں (الگ الگ یا اکٹھی) دینے سے

ایک طلاق واقع ہوجاتی ہے، اور کبھی کہتے ہیں کہ ایک بھی نہیں پڑتی۔ اور
④ حضرت طاؤس اور بعض اہلِ ظاہر کہتے ہیں کہ تین طلاقیں دینے سے ایک طلاق ہی پڑتی ہے۔ حضرت امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ بات غیر مدخولہا کے بارے میں حضرت طاؤس نے فرمائی ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن طاؤسؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اول تو حضرت طاؤسؒ اس بات کے کبھی قائل نہیں رہے کہ تین طلاقیں اکٹھی ایک لفظ کے ساتھ دے دی جائیں یا الگ الگ کرکے دی جائیں تو وہ ایک طلاق ہی بنتی ہے۔ اور اگر مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص کی روایت کے مطابق حضرت طاؤسؒ کبھی اس کے قائل رہے بھی ہوں، تب بھی حضرت ابراہیم کرابیسیؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طاؤسؒ نے اس سے یقیناً رجوع کرلیا تھا۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی

⑪ حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ تمام علماء صحابۂ کرام وغیرہم یہی فرماتے ہیں کہ تین طلاقوں کے بعد عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہتی، حتیٰ کہ وہ عورت دوسرے مرد سے شادی کرلے۔ (جامع ترمذی ص ۱۴۴)

- اس کے حاشیہ پر حضرت محدث احمد علی سہارنپوری نے فرمایا ہے کہ امرأۃ رفاعہ کی حدیث مشہور ہے اور اس پر اجماع ہوچکا ہے۔
- یاد رہے کہ اس حدیث میں تین طلاق کا لفظ نہیں ہے بلکہ بَتَّ طلاق کا لفظ آیا ہے، جو ظاہر ہے کہ تین مجلسوں کا محتاج نہیں، یہ لفظ تو صرف ایک سانس میں ادا ہوجاتا ہے۔ اور اس لفظ کے استعمال میں نیت کو دیکھا جاتا ہے۔ حدیثِ رکانہ میں بَتَّۃ کے لفظ سے ایک طلاق مُراد تھی، اور حدیثِ رفاعہ میں بَتَّ سے مُراد تین طلاقیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اگر حضرت رفاعہ بھی فرمادیتے کہ بَتَّ سے میری مُراد صرف ایک طلاق تھی، تو وہ بھی ایک طلاق قرار دے دی جاتی۔

امام عبد الرحمٰن بن کمال جلال الدین سیوطی شافعی

⓬ حضرت امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ائمہ اربعہ اور اُن کے مقلدین کا مذہب یہی ہے کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ (مسالک الحنفاء، ص ۵۶)

○ نیز آپ نے بیک وقت تین طلاقیں دینے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دو انگلیوں سے اشارہ کر کے کہے کہ تجھے طلاق ہے، اب اگر اس کی نیت دو طلاق دینے کی ہے تو دو طلاقیں پڑیں گی۔ اور اگر تین انگلیوں سے اشارہ کر کے کہے کہ تجھے طلاق ہے، تو اگر اس کی نیت تین طلاقیں دینے کی ہے تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ (الاشباہ والنظائر فی قواعد وفروع فقہ الشافعیہ ۳۱۲)

امام یوسف اردبیلی شافعی

⓭ حضرت امام اردبیلی فرماتے ہیں کہ اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، یا کہا کہ تو طلاق والی یا تو طلاق ہے، تو ایک طلاق واقع ہوگی،

○ اور اگر اس نے یہ لفظ بول کر دو طلاقوں کی نیت کی تو دو طلاقیں ہوں گی،

○ اور اگر اس نے یہی لفظ ایک بار کہہ کر تین طلاقوں کی نیت کی، تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ (انوار الاعمال الابرار ج۲ ص ۱۹۸)

امام شہاب الدین احمد بن نقیب مصری شافعی

⓮ حضرت امام شہاب الدین احمد مصری شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کسی شوہر نے بیوی کو کہا کہ تو طلاق والی ہے، اور اس کی نیت دو طلاقوں کی تھی تو دو طلاقیں واقع ہوں گی۔ اور اگر اس کی نیت تین طلاقوں کی تھی تو (وقع ما نوی) تینوں طلاقیں اسی ایک لفظ سے پڑجائیں گی۔ (عمدة السالک وعدة الناسک ص ۲۱۶)

○ دیکھیے ایک لفظ سے کس طرح تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ (فافہم)

امام ابوبکر المشہور بالسید الکبیر شافعی

⑮ حضرت امام سید کبیر شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شوہر نے اپنی مدخول بہا بیوی کو کہا کہ تو طلاق والی ہے، ایک طلاق بلکہ دو طلاقیں تو اس طرح کہنے سے تینوں طلاقیں پڑجائیں گی۔ (فتح المبین ج ۴ ص ۱۹۰ و ۲۰)

○ یعنی اگر وہ یہ کہتے ہوئے کہ ایک طلاق ہے، ساتھ ہی کہہ دے بلکہ دو طلاقیں ہیں، تو اس طرح "بلکہ" سے پہلے کہی جانے والی طلاق بھی شمار ہوگی، اور "بلکہ" کے بعد والی دو طلاقیں بھی شمار ہوں گی اور یہ تینوں طلاقیں بیک کلمہ واقع ہوجائیں گی۔

امام شمس الدین محمد بن ابی العباس شافعی

⑯ حضرت امام شمس الدین شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو خود کو طلاق دیدے، اور مرد کے دل میں تین طلاقوں کی نیت ہو، لیکن اس کا اظہار بیوی کے سامنے نہ کرے، اور عورت بھی تین طلاقوں کے ارادے سے کہے کہ میں نے طلاق دیدی تو اس صورت میں تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ (نہایت المحتاج ص ۴۴۴ ج ۶)

امام بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی شافعی

⑰ حضرت امام زرکشیؒ (متوفی ۷۹۴ھ) فرماتے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو کہا کہ جب میں تجھے کہوں کہ تو تین طلاقوں والی ہے، تو ان لفظوں کے کہنے سے میرا ارادہ طلاق دینے کا نہ ہوگا، بلکہ اس لفظ کے بولنے سے میری مراد یہ ہوگی کہ اُٹھ کھڑی ہو یا بیٹھ جا۔ یا کہے کہ یہ لفظ یعنی تو تین طلاقوں والی ہے کہنے سے میرا ارادہ صرف ایک طلاق دینے کا ہوگا تو مذہب یہ ہے کہ اُس کی اس بات کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ (خبایا الزوایا ص ۳۷۴)

○ حاشیہ میں محشی نے لکھا ہے کہ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔

امام ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی

⑱ حضرت امام ابن حجر کنانی عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی یا کہے کہ تو طلاق والی ہے یا اسی طرح کے اور کوئی صریح الفاظ کہے تو جتنی تعداد کی نیت کرے گا اتنی طلاقیں ہی واقع ہوجائیں گی۔ یعنی اگر ایک طلاق کی نیت کریگا تو ایک طلاق ہی ہوگی، اور اگر دو کی نیت کرے گا تو دو طلاقیں اور اگر تین کی نیت کرے گا تو تینوں طلاقیں صرف ایک مرتبہ طلاق کہنے سے واقع ہوجائیں گی۔ اگرچہ وہ عورت مدخول بہا ہو۔ (تحفۃ المحتاج محشےٰ بحواشی شیروانی و ابن قاسم عبادی ج ۸ ص ۴۷)

امام کبیر شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ طیبی شافعی

⑲ حضرت امام شرف الدین طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کو کہے کہ تو تین طلاقوں والی ہے، یا تجھے تین طلاقیں، تو حضرت امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور سلف و خلف سب یہی کہتے ہیں کہ تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

- نیز آپ نے فرمایا کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا ہم یعنی شافعیہ کے نزدیک حرام تو نہیں ہے لیکن الگ الگ کرکے دینا بہتر ہے۔
- نیز آپ نے فرمایا کہ حضرت امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی اور لیث اکٹھی تین طلاقیں دینے کو بدعت کہتے ہیں۔
- نیز آپ نے فرمایا کہ اگر تین طلاقیں بیک وقت دینے سے تینوں طلاقیں واقع نہ ہُوا کرتیں (بلکہ آزاد خیال لوگوں کے بقول صرف ایک رجعی طلاق ہی واقع ہُوا کرتی) تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص سے کبھی اس قدر ناراضی اور غصّے کا اظہار نہ فرماتے جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیدی تھیں۔ (الکاشف عن حقائق السنن ج ۶ ص ۳۳۳)

عُلماءِ مالکیہ کا مسلک

امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر ابو عبداللہ اصبحی

❶ حضرت محدث سحنون بن سعید تنوخی صاحبِ مدونۃ الکبریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اُستاذ اور حضرت امام مالکؒ کے شاگرد رشید حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم ابوعبداللہ عتقی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ:

○ اگر کوئی شخص ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالے تو کیا حضرت امام مالک اس کو ناپسند فرماتے تھے؟ تو اس کے جواب میں حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم نے فرمایا کہ: جی ہاں سخت مکروہ سمجھتے تھے۔

○ نیز آپ نے فرمایا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ: طلاق دینے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ آدمی ایسے طہر میں صرف ایک طلاق دے کر چھوڑ دے، جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو، یہاں تک کہ تین قروء گزر جائیں۔ اور ان تین قرؤں کے دوران مزید کوئی طلاق نہ دے۔ اور جب تیسرے حیض کا خون آجائے تو وہ عورت طلاق دہندہ شوہر اول سے جُدا ہوکر کسی دُوسرے شخص کے لیے حلال ہوجائے گی۔

○ حضرت سحنون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن سے مزید پوچھا کہ: اگر کوئی شخص ہر طہر میں ایک ایک طلاق دینے کا ارادہ کرے تو اس بارے میں حضرت امام مالک کیا مسلک رکھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے شہر مدینہ منورہ میں اس قسم کے مکروہ اور غیر دانشمندانہ کام کا خیال کرتے ہوئے کسی کو بھی نہیں دیکھا، اور نہ ہی کسی نے اس قسم کا کوئی فتویٰ مدینہ منورہ میں دیا۔

○ اور نہ ہی میں اس بات کو اچھا سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص ایک ایک کرکے تین طہروں میں تین طلاقیں دے۔ بلکہ طلاق دینے والے کو چاہیے کہ صرف ایک طلاق دے کر چھوڑ دے، حتیٰ کہ عدت پوری ہوجائے۔

○ حضرت سحنون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے، یا ایک ایک طہر میں ایک ایک طلاق دے کر تین طلاقیں پوری کردے، تو کیا اس طرح حضرت امام مالک کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں یا نہیں؟ تو حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ امام مالک کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں تینوں طلاقیں ہی واقع ہوجائیں گی۔

○ حضرت سحنون نے پھر دریافت فرمایا کہ ایک شخص اگر ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے جماع کرلیا ہو تو کیا حضرت امام مالک اسے مکروہ سمجھتے تھے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم نے فرمایا کہ حضرت امام مالک ایسے کام کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اگر اس صورت میں طلاق دے دی گئی تو وہ طلاق لازمی طور پہ واقع ہوجائے گی۔ (مُدَوَّنۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۴۱۹)

امام مالك بن انس ابوعبدالله اصبحی کا خود اپنا قول

❷ خود حضرت امام مالک رحمۃُ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ فتویٰ نقل فرمانے کے بعد جو ان دونوں حضرات نے ام المومنین سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دیا تھا، ارشاد فرمایا: وعلی ذلك الامر عندنا (موطا امام مالك ص ۲۰۹) یعنی ہمارا فتویٰ بھی اسی بات پر ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہوجاتی ہیں۔

عبدالرحمٰن بن قاسم ابوعبدالله عُتَقی مصری مالکی

❸ حضرت امام مالک کے خاص الخاص شاگرد حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم مالکیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمۃُ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہی ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہوجاتی ہیں۔ (مُدَوَّنۃُ الکبریٰ ج ۲ ص ۴۱۹)

امام یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البر مالکی

❹ حضرت ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر اکٹھی تین طلاقیں دے دی جائیں تو یہ مکروہ اور ناپسندیدہ ہونے کے باوجود تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ (کتاب الکافی فی فقہ اہل المدینہ ج ۲ ص ۵۸۰)

علامہ احمد بن محمد بن احمد مالکی

❺ حضرت علامہ احمد بن محمد بن احمد مالکی دردیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے سے تینوں پڑ جاتی ہیں۔ (الشرح الصغیر علی اقرب المسالک الی مذہب الامام مالک ص۵۳۲ ج۲)

نیز آپ نے مزید وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مدخول بہا کو مبتدا (انتِ) ذکر کرنے کے بعد و، ف یا ثم کے ساتھ عطف کرکے طالق، طالق کہے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی (ص۵۴۲ ج۲)

○ یعنی اگر کوئی کہے: انتِ طالق و طالق و طالق، یا کہے: انتِ طالق فطالق فطالق، یا کہے: انتِ طالق ثم طالق ثم طالق۔ تو اس طرح کہنے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

○ یاد رہے کہ مذکور بالا صورت اسی وقت بن سکتی ہے جب ایک ہی مجلس میں یکے بعد دیگرے ایک سانس میں مسلسل انتِ طالق وطالق و طالق کے الفاظ کہے جائیں، اور ایسا بے وقوف کوئی نہیں ہو سکتا جو ایک طہر میں انتِ طالق کہہ کر ایک ماہ کے وقفے سے وطالق کہے اور پھر خاموش ہو جائے اور ایک ماہ مزید انتظار کرکے وطالق کا لفظ کہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک مجلس میں یکے بعد دیگرے مسلسل دی جانے والی تین طلاقوں کے نفوذ کی بات کی گئی ہے۔

علامہ ابو الضیاء خلیل بن اسحاق مالکی

❻ حضرت علامہ ابو الضیاء مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اکٹھی تین طلاقیں دیتے ہی فوراً نافذ ہو جاتی ہیں۔ (الخرشی علی مختصر سیدی خلیل ج ۴ ص ۳۰)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خرشی مالکی

❼ حضرت علامہ خرشی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اکٹھی یا ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں تو وہ سب اسی وقت نافذ ہوجاتی ہیں اور وہ عورت اس مرد پر حرام ہوجاتی ہے۔ (الخرشی علی مختصر سیدی خلیل ج ۴ ص ۳۰)

علامہ احمد دردیر مالکی

❽ شرح کبیر حاشیہ دسوقی ج ۲ ص ۳۶۴ میں حضرت علامہ احمد دردیر مالکی نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تینوں طلاقیں نافذ ہوجاتی ہیں اور وہ عورت اس مرد پر حرام ہوجاتی ہے۔

علامہ شمس الدین مُحمد عرفہ دسوقی مالکی

❾ حاشیہ دسوقی ج ۲ ص ۳۶۴ میں علامہ دسوقی نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے کہ اکٹھی مجتمعۃً یا ایک مجلس میں متفرقۃً تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ (حاشیہ دسوقی شرح کبیر ج ۲ ص ۳۶۴)

علامہ ابوعبداللہ الشیخ محمد احمد مالکی

❿ حضرت شیخ محمد احمد مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں دینا مکروہ ہے، البتہ اگر کوئی شخص تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں یا ایک ہی کلمہ میں دے ڈالے تو وہ نافذ ہوجائیں گی۔ (فتح العلی فی فتویٰ علی مذہب الامام مالک ص ۱۵/۲)

حافظ احمد بن محمد بن الصدیق مالکی

⓫ حضرت علامہ حافظ احمد بن محمد بن صدیق مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مسالک الدلالۃ علی مسائل متن الرسالۃ (رسالہ ابن درید) میں اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔

علامہ شیخ محمد امیر الکبیر مالکی

⓬ حضرت علامہ شیخ محمد امیر الکبیر صاحب المجموع وغیرہ فی فقہ المالکیہ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے کہ اگر تین طلاقیں اکٹھی یا الگ الگ دی جائیں تو تینوں واقع ہوں گی۔ (الاکلیل شرح مختصر خلیل ص ۲۱۴ و ۲۱۵)

امام محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی مالکی

⓭ حـ امام زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء یہی فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی دی جائیں تو تینوں واقع ہوجاتی ہیں۔ (شرح موطا ج ۳ ص ۱۶۷)

○ نیز آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ حضرت امام یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اکٹھی دی ہوئی تینوں طلاقوں کے واقع ہوجانے پر تمام علماء کا اجماع ہے۔ (شرح موطا ج ۳ ص ۱۶۷)

○ نیز آپ نے فرمایا کہ حضرت امام عبد البر نے اس مسئلہ میں اجماع کا قول اس لیے فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھنے کا قول شاذ اور ناقابلِ التفات ہے، یعنی تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھنے کا قول اس قابل ہی نہیں کہ اقوالِ علماء میں اس قول کو بھی کوئی جگہ دی جائے۔ (شرح موطا امام مالک ج ۳ ص ۱۶۷)

امام ابو الولید محمد بن احمد بن احمد بن رُشد قرطبی مالکی

⓮ حضرت امام ابن رُشد مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ اکناف و اطرافِ عالم اور تمام شہروں کے جمہور فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ ایک ہی کلمہ سے دی گئی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ اور ان کے بعد عورت حرام ہوجاتی ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۶۰)

○ نیز آپ نے فرمایا کہ جمہور اہلِ حق کے برعکس، اہلِ ظاہر اور ایک گروہ یعنی روافض کہتے ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی یا ایک ہی مجلس میں الگ الگ کرکے دی جائیں تو ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۶۰)

عُلماءِ حنابلہ کا مسلک

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی

❶ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کو صرف ایک لفظ کے ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالتا ہے تو یہ اس شخص کی نادانی اور بے وقوفی ہے۔ اور اس طرح کرنے سے اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہوجاتی ہے، اور اس کے لیے حلال نہیں رہتی، یہاں تک کہ دُوسرے مرد سے نکاح کرے۔ (کتاب الصلوٰۃ ص ۴۷ طبع مصر)

امام عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی

❷ حضرت امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انت طالق ثلث تطلیقات کہنے سے تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ (مغنی مع شرح کبیر ج ۸ ص ۲۴۶ و ۳۱۴)

○ نیز آپ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو "انت طالق ثلاثاً" کہا تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، خواہ وہ شخص یہ بھی کیوں نہ کہے کہ اس لفظ سے میری نیت صرف ایک ہی طلاق دینے کی تھی۔ کیونکہ اس نے انت طالق کے ساتھ ثلاثاً کی تصریح کی ہے۔ (الکافی ج ۳ ص ۱۷۹)

○ نیز آپ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک ہی کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دیں تو تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں اور اس پر اس کی بیوی حرام ہوگئی حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۱۷۷ بحوالہ مغنی)

○ نیز آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مدخول بہا اور غیر مدخول بہا کا اس میں کچھ فرق نہیں۔ یعنی اگر ایک ہی کلمہ میں اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو اس کی بیوی خواہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا ہو، وہ طلاق دہندہ پر حرام ہوجائے گی۔ اور یہ حکم سیدنا ابن عباس، سیدنا ابوہریرہؓ سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا عبد اللہ بن عمرو، سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اکثر اہل علم تابعین وائمہ مجتہدین کا بھی یہی قول ہے۔ (٥)

امام ابوالبرکات عبدالسلام بن تیمیہ حنبلی

❸ حضرت امام ابن تیمیہ ابوالبرکات حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صرف ایک کلمہ کے ساتھ دی ہوئی اکٹھی تین طلاقوں کے بارے میں اجماع ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ (منتقی الاخبار ص ۲۳۷)

امام ابو اسحاق برھان الدین ابراھیم بن محمد بن مفلح حنبلی

❹ حضرت امام ابو اسحاق برہان الدین حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۸۸۴ھ) فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاقیں دیدے تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اور یہ بات بہت بڑی جماعت سے مروی ہے اور اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ (المبدع فی شرح المقنع ج ۷ ص ۲۶۳)

امام علاؤالدین علی بن سلیمان حنبلی

❺ حضرت امام علاؤالدین حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۸۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی کو کہا: انت طالق ثلاثا للسنة تو ایسے طہر میں تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی جس میں جماع نہ کیا گیا ہو، یعنی اگر حیض کی حالت میں، یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع کرچکا ہو تو فوراً اسی وقت تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس نے انت طالق ثلاثا کے ساتھ للسنة کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔ لیکن حیض کے بعد طہر شروع ہوتے ہی فوراً تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف ج ۸ ص ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۴۵۹)

○ نیز مصنف موصوف اور شارح، ہر دو نے فرمایا ہے کہ اس مسئلہ پر حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے نص بیان فرمائی ہے۔ اور التصحیح اور المنظم میں اس کو صحیح فرمایا ہے۔ اور الوجیز میں اس پر جزم ویقین فرمایا ہے۔

علامہ شیخ مصطفیٰ سیوطی حنبلی

❻ حضرت علامہ مصطفیٰ سیوطی حنبلیؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاقوں

کی نیت سے صرف ایک مرتبہ انت طالق کا لفظ کہے تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ (مطالب اولی النہی فی شرح غایۃ المنتہی ج ۵ ص ۳۶۰)

امام احمد بن عبد اللہ البعلی حنبلی

❼ حضرت امام احمد بعلی رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی مدخول بہا بیوی کو دو مرتبہ انت طالق انت طالق کہا تو دو طلاقیں واقع ہوں گی۔

○ اور اگر اس نے دوسری مرتبہ انت طالق کے لفظ سے متصل کرکے تاکید کی نیت کرلی، یعنی دونوں جملوں کے درمیان وقفہ نہیں کیا' تو اس صورت میں صرف ایک طلاق ہی ہوگی۔

○ اور اگر اس نے کہا کہ دوسری مرتبہ انت طالق کے لفظ سے میرا مقصد اس عورت کو سمجھانا تھا' اور دوسری طلاق کی نیت نہ تھی' تو اس صورت میں بھی صرف ایک طلاق ہی واقع ہوگی۔

○ اور اگر اس نے کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے اور اس سے پہلے بھی ایک طلاق ہے۔ تو اس صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی۔

○ اور اگر اس طلاق دہندہ نے اپنی مدخول بہا بیوی کو کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے اور اس کے بعد بھی ایک طلاق ہے، تو اس صورت میں بھی دو طلاقیں واقع ہوں گی۔ (الروض الندی شرح کافی المبتدی)

علامہ بدرالدین ابو عبد اللہ محمد بن علی البعلی حنبلی

❽ حضرت علامہ ابو عبد اللہ بعلی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی مدخول بہا یا غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں (بیک کلمہ) دے ڈالے تو بہر صورت تمام ائمۂ دین کے نزدیک وہ عورت اپنے اس طلاق دہندہ شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائے گی۔ اور اکثر علماء کرام کا قول یہی ہے۔ (مختصر الفتاویٰ مصریہ ص ۲۳۶)

علامہ بہاؤالدین عبدالرحمٰن ابراھیم مقدسی حنبلی

⑨ حضرت علامہ بہاؤالدین مقدسیؒ نے فرمایا کہ جس شخص نے طلاقوں کی تعداد پُوری کردی، یعنی الگ الگ کرکے یا ایک ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دیدیں تو اس صُورت میں وہ مطلقہ عورت اس طلاق دہندہ شوہر کے لیے حلال نہیں رہے گی۔ (العُدّہ شرح العُمدہ ص ۴۱۰)

علامہ منصُور بن یونس بن ادریس البہوتی حنبلی

⑩ حضرت علامہ منصور بہوتیؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی غیر مدخول بہا یا مدخول بہا بیوی کو صرف ایک ہی کلمہ کے ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دے چکا ہے، تو وہ تینوں طلاقیں ہی واقع ہوجائیں گی۔ اور اس صُورت میں وہ مطلقہ عورت اس طلاق دہندہ مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوچکی ہے۔ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ (الروض المربع شرح زاد المستقنع ج ۳ ص ۱۴۷)

علامہ زین الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب حنبلی

⑪ حضرت علامہ ابن رجب حنبلیؒ نے اپنے رسالہ "بیان مشکل الاحادیث الواردہ فی ان الطلاق الثلاث واحدۃ" میں تحریر فرمایا ہے کہ: اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ کسی صحابی، تابعی یا ائمۂ سلف میں سے حلال و حرام کے بارے میں قابلِ اعتبار فتوےٰ دینے والے کسی ایک امام کا بھی اس مسئلہ کے متعلق کوئی ایسا صریح قول ثابت نہیں کہ مدخول بہا بیوی کو جب ایک لفظ کے ساتھ اکٹھی تین کی تین طلاقیں دے جائیں تو وہ صرف ایک طلاق ہی سمجھی جاتی ہو۔ یعنی سب ائمۂ سلف کے نزدیک بیک کلمہ دی ہُوئی تین طلاقیں تین ہی بنتی ہیں۔ (غایۃ السعایہ ج ۳ ص ۳۷۲)

○ نیز علامہ ابن رجب نے اپنی دوسری کتاب "المحرر" میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک کلمہ یا دو تین کلموں میں تین طلاقیں دی جائیں، تو وہ سب واقع ہونگی، اگرچہ اس طرح طلاق دینا بدعت ہے۔ (المحرر ج ۲ ص ۵۱)

علامہ علی بن عقیل بن محمد بن عقیل بن عبداللہ ابوالوفا حنبلی

۱۲ حضرت علامہ ابوالوفا ابن عقیل حنبلیؒ نے التذکرہ میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص انت طالق ثلاثا الا طلقتین کہے گا تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، کیونکہ اس شخص نے اکثر کا استثناء کیا ہے۔ اور ایسا استثناء صحیح نہیں ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۵۷، وغایۃ السعایہ ص ۳۷۲)

امام ابوالنجاء شرف الدین حنبلی

۱۳ حضرت امام ابوالنجاء شرف الدین حنبلیؒ (متوفی ۹۶۸ھ) نے الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبلؒ میں فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو انت طالق ثلاثا کہے گا تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ جیسے؛

- کوئی شخص تین طلاقوں کی نیت کرکے انت طالق ثلاثا کہے تب بھی تین طلاقیں واقع ہوں گی۔
- اور اگر تین کی نیت کرکے صرف ایک بار انت طالق کہے تب بھی تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔
- اسی طرح اگر کوئی شخص تین انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے انت طالق ھکذا کہے، یعنی تین انگلیوں کے اشارہ کے ساتھ کہے تو اتنی طلاقوں والی ہے، تو اس صورت میں بھی تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ (الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبلؒ ج ۴ ص ۱۶)

قاضی ابوالحسن بن ابی یعلی حنبلی

۱۴ حضرت قاضی ابوالحسن بن ابی یعلی نے طبقات الحنابلہ میں مسدد بن مسرہد کے ترجمہ یعنی حالات بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص بیک لفظ اکٹھی تین طلاقیں دے گا تو یہ اس شخص کی جہالت ہے۔ اور اس طرح کہنے سے اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہوگئی، اور وہ کبھی حلال نہیں ہوگی، یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلے۔

علامہ حافظ جمال بن عبد الہادی حنبلی

⑮ حضرت حافظ جمال بن عبد الہادی حنبلیؒ نے "السیر الحاث فی علم الطلاق الثلاث" میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ کا صحیح مذہب یہی ہے کہ تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہوجاتی ہیں، اور وہ مطلقہ عورت اس طلاق دہندہ مرد کے لیے حلال نہیں رہتی، یہاں تک کہ وہ عورت کسی دُوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرلے۔

○ آپ نے مزید فرمایا کہ اسی قول کو حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے اصحاب کی کتابوں میں بڑے جزم ویقین اور وثوق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً:

○ حضرت علامہ خرقی کی کتابیں، مسلک حنبلی کی کتاب الہدایہ، مقنع، اور المحرر وغیرہ میں بڑی وضاحت سے یہی مسلک بیان کیا گیا ہے۔ نیز:

○ حضرت حافظ احمد بن محمد بن ہانی ابوبکر اثرم طائی (متوفی قریباً ۲۶۰ھ) نے فرمایا کہ خود میں نے اپنے استاذ حضرت ابوعبداللہ امام احمد بن حنبلؒ سے رأس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تھا جو حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور جس میں آتا ہے کہ عہدِ نبویؐ، عہدِ صدیقی اور عہد فاروقی میں تین طلاقوں کو ایک طلاق ہی سمجھا جاتا تھا، تو آپ اس سے پیدا ہونے والے شبہ کا دفعیہ کس طرح فرماتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے ارشاد فرمایا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے دُوسرے متعدد تلامذۂ کرام کی روایات کے ذریعے، جن میں آتا ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہیں۔ اور شروع میں اسی قول کو مقدم رکھا گیا ہے۔ نیز:

○ حضرت ابن قدامہؒ نے مغنی میں اسی قول پر وثوق اور اعتماد کیا ہے۔ نیز:

○ اکثر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی یہی قول معتبر ہے، اور وہ اس کے سوا دُوسرا کوئی قول بھی بیان نہیں فرماتے۔ (اعلاء السنن ص ۷۵۵ ج ۱۱)

شیخ ابو محمد عبد القادر جیلانی حنبلی

⑯ حضرت شیخ ابو محمد عبد القادر جیلانی الحسنی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۵۶۱ھ) نے رافضیوں اور یہودیوں کی کئی اُمور میں باہم مُماثلت بیان کی ہے، جن میں سے ایک یہ بھی ہے: الیھود لاتری فی الطلاق الثلاث شیئا وکذلک الروافض (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۶۲ ط مصر)
یعنی جس طرح یہودی تین طلاقوں کو کوئی شے نہیں سمجھتے بالکل اسی طرح روافض بھی تین طلاقوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے۔

امام شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ حنبلی

⑰ حضرت امام ابن تیمیہؒ کے شاگرد رشید حضرت امام ابن قیمؒ (متوفی ۷۵۱ھ) اغاثۃ اللھفان ج ۱ ص ۳۲۶ میں حضرت امام ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن ابراہیم اللخمی المشطلی کی کتاب الوثائق الکبیر کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:
اَلْجُمْهُوْرُ مِنَ الْعُلَمَاءِ اِنَّهٗ يَلْزِمُهُ الثَّلَاثُ وَبِهِ الْقَضَاءُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى وَهُوَ الْحَقُّ الَّذِىْ لَا شَكَّ فِيْهِ
کہ جو شخص اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے تو تینوں طلاقیں لازم ہو جانے پر جمہور علماء کا باہم اتفاق ہے، اور یہی فیصلہ ہے اور اسی طرح فتویٰ ہے اور حق بات بھی یہی ہے، جس میں کسی قسم کا کوئی بھی شک وشبہ نہیں۔

○ نیز امام ابن قیم نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ جمہور علماء نے ① امیر المؤمنین سیدنا امام عمر بن الخطاب ② امیر المؤمنین سیدنا امام علی ③ سیدنا عبد اللہ بن مسعود ④ سیدنا عبد اللہ بن امام عمرؓ ⑤ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص ⑥ سیدنا عبد اللہ بن عباس ⑦ سیدنا عبد اللہ بن زبیر ⑧ سیدنا عمران بن حصین ⑨ سیدنا مغیرۃ بن شعبہ ⑩ امیر المؤمنین سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب نقل کیا ہے،

○ اسی طرح ⑪ سیدنا ابو ہریرۃ ⑫ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ۔ اور ⑬ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے۔ (اغاثۃ اللھفان ص ۳۲۳ / ۱)

عُلماءِ احناف کا مسلک

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی التیمی الکوفی

❶ حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

○ جب کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے تو وہ عورت اس طلاق دہندہ مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ عورت کسی دُوسرے مرد سے نکاح کرے۔

○ اور اگر اس مرد نے الگ الگ تین بار انت طالق انت طالق انت طالق کہا ہو تو پہلی مرتبہ انت طالق کہتے ہی وہ عورت اس مرد سے بائن ہو گئی اور دُوسری و تیسری طلاقیں بے سود ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذِ رشید حضرت امام محمدؒ نے کتابُ الآثار ص ۷۱ میں تحریر فرمایا ہے۔

○ یاد رہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں، صحابۂ کرامؓ کے فیصلوں اور فتووں، تابعین کرامؒ کے فتووں اور تمام ائمۂ مجتہدینؒ، اور ان کے متبعین کے مسلک اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مسلک میں سرِ مُو فرق نہیں ہے، اور اُن کے تلامذہ و متبعین کا مسلک بھی یہی ہے۔ مثلاً:

امام محمد بن حسن بن فرقد ابو عبداللہ شیبانی حنفی

❷ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذ رشید حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے مشہور تابعی حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ:

○ جب کسی شخص نے دخول سے پہلے ہی اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیدیں تو وہ عورت اس مرد پر حرام ہو گئی حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ۔ اور اگر اس مرد نے الگ الگ انت طالق انت طالق انت طالق کہا، تو پہلی کے ساتھ وہ عورت اس مرد سے بائن ہو گئی اور دوسری اور تیسری طلاق کسی اجنبی عورت کو طلاق دینے کی طرح ہے۔ اور پھر امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول بھی یہی ہے۔ (کتاب الآثار ص۷۱)

○ نیز آپ نے مؤطا میں وہ روایت بھی نقل فرمائی ہے جس میں آتا ہے کہ کسی شخص نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اسی عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کا خیال پیدا ہوا تو مسئلہ پوچھنے کے لیے حاضر ہوا تو سیدنا ابوہریرہؓ اور سیدنا ابن عباسؓ دونوں نے بیک زبان فرمایا کہ اب وہ عورت اس شخص کے لیے حلال نہیں رہی حتی تنکح زوجا غیرہ۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے تو ایک مرتبہ ہی کہا تھا۔ تو اس پر سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جب تو نے اکٹھی تینوں چھوڑدی ہیں تو اب باقی کیا رہا۔ ایک دو ہوتیں تو پھر کچھ گنجائش نکل سکتی تھی۔ اس روایت کو نقل فرمانے کے بعد حضرت امام محمدؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہ اور ہمارے دیگر تمام فقہاء کرامؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (موطا امام محمد ص ۲۶۳)

امام یعقوب بن ابراھیم بن حبیب قاضی ابو یوسف حنفی

❸ حضرت امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (متوفیٰ ۱۸۲ھ) نے بھی حضرت ابراہیم نخعیؒ کے حوالے سے فرمایا ہے کہ جب کوئی مرد اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو انت طالق انت طالق انت طالق تین بار کہے تو وہ عورت پہلی بار انت طالق کہتے ہی مرد سے جدا ہو جاتی ہے۔ یعنی نکاح ہو جاتا ہے اور عدت بھی نہیں ہوتی، اس لیے بعد والی دو طلاقیں غیر مملوکہ اور اجنبیہ کو ہوئیں جو بے سود ہوتی ہیں۔ اور جب اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالے تو وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ حتیٰ تنکح زوجا غیرہ۔ (کتاب الآثار ص ۱۳۱)

امام احمد بن محمد بن سلامة بن سلمة ابو جعفر طحاوی حنفی

❹ حضرت امام ابو جعفر طحاویؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کو صرف ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دے ڈالے خواہ وہ عورت مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا، تو وہ تینوں طلاقیں اس پر لازم ہو گئیں۔ اور وہ عورت

اس پر حرام ہوگئی اور اب نکاح جدید کے ساتھ بھی اس کے ساتھ جماع جائز نہیں۔ حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ۔ (مختصر طحاوی ص ۱۹۶)

امام حافظ الدین عبداللہ بن احمد ابوالبرکات نسفی حنفی

۵ حضرت امام ابوالبرکات نسفیؒ (متوفی سنہ ۷۱۰ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک طہر کے مختلف اوقات میں، یا صرف ایک ہی کلمہ کے ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دے دینا بدعت ہے۔ (کنز الدقائق ص ۵۲)

امام برہان الدین علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل حنفی

۶ حضرت امام برہان الدین علی بن ابی بکرؒ (متوفی سنہ ۵۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ طلاق بدعی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ہی کلمہ کے ساتھ اکٹھی، یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے ڈالے، اس طرح تینوں طلاقیں بھی واقع ہو جائیں گی اور طلاق دہندہ گناہگار بھی ہوگا۔ (ہدایہ ص ۳۳۵)

امام نصر بن محمد بن ابراہیم ابو اللیث سمرقندی حنفی

۷ حضرت امام فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ (متوفی سنہ ۳۷۵ھ) نے تحریر فرمایا کہ اگر غیر مدخول بہا کو ایک طلاق دے تو وہ بائن ہو جاتی ہے۔
اور اگر اکٹھی تین طلاقیں دے تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔
اور اگر الگ الگ کر کے دو یا تین دے تو پہلی طلاق واقع ہو جائے گی، اور دوسری و تیسری واقع نہ ہوگی، کیونکہ محل نہیں رہا۔ (فتاویٰ النوازل ص ۱۳۲)

امام عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ محبوبی حنفی

۸ حضرت امام عبید اللہ بن مسعود محبوبیؒ (متوفی سنہ ۷۴۵ھ) نے تحریر فرمایا کہ اگر غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں دیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔
اور اگر الگ الگ کر کے دیں تو پہلی سے بائن ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری طلاقیں واقع نہ ہوں گی۔ یعنی وہ عورت ایک طلاق سے اجنبی ہو جاتی ہے اس لیے باقی طلاقیں مؤثر نہیں ہوتیں۔ (شرح الوقایہ ج ۲ ص ۸۲)

علماء ظاہریہ کا مسلک

علامہ علی بن احمد بن سعید بن حزم ابو محمد ظاہری

❶ حضرت علامہ ابن حزم ظاہری نے محلی ج ۱۰ ص ۲۰۷ میں تحریر فرمایا ہے
ثم وجد نا حجة من قال ان الطلاق الثلاث مجموعة سنة لا بدعة قول الله تعالیٰ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ. فهٰذا يقع الثلاث مجموعة و مفرقة. ولا يجوز ان يخصص بهٰذه الاٰية بعض ذٰلك دون بعض بغير نص. کہ پھر ہم نے بیک وقت دی ہوئی تین طلاقوں کو بدعت نہ سمجھنے بلکہ سنت سمجھنے والوں کو یہ دلیل دیتے ہوئے پایا ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: "پھر اگر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہو تو اب وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں رہتی جب تک کہ وہ عورت کسی اور مرد سے شادی نہ کرلے۔"

○ اس آیتِ کریمہ کا مضمون ان تین طلاقوں پر بھی صادق آتا ہے جو اکٹھی ایک ہی مجلس میں ایک لفظ کے ساتھ مجتمعۃً دی جائیں۔ اور ان تینوں طلاقوں پر بھی اسی طرح صادق آتا ہے جو متفرق طور پر الگ الگ کرکے دی گئی ہوں۔

○ اور قرآن مجید کی اس آیتِ کریمہ کو اکٹھی دی ہوئی تین طلاقوں کے علاوہ صرف متفرق اور الگ الگ کرکے دی ہوئی تین طلاقوں کے ساتھ بغیر کسی نص کے مخصوص کرنا جائز نہیں۔ (محلی لابن حزم ج ۱۰ ص ۲۰۷)

علامہ شمس الحق عظیم آبادی

❷ حضرت علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک ہی کلمہ کے ساتھ دی ہوئی تین طلاقوں کے واقع ہونے کی صحت پر علماء کرام کا اجماع ہے۔ (التعلیق المغنی ص ۴۲۰)

خاتمہ

- شریعتِ موسویہ میں طلاق کی اجازت سے بنی اسرائیل نے ناجائز فائدہ اٹھایا، تو
- شریعتِ عیسویہ میں اللہ تعالیٰ نے زجراً طلاق کی اجازت کو منسوخ فرمادیا، لیکن
- شریعتِ محمدیہ میں چند قیود کے ساتھ پھر سے طلاق کی اجازت عطا فرمادی کہ اگر عورت میں سرکشی پیدا ہونے لگے تو اس کی اصلاح کے لیے کوشش کی جائے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے چار منزلیں بیان فرمائیں جن کے بعد طلاق کی اجازت ہے۔
- پہلی منزل ہے فَعِظُوْهُنَّ کہ انھیں نرمی کے ساتھ سمجھاؤ۔ اور شریف عورت کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا ہے، اس لیے غصّے میں کوئی سخت کارروائی نہ کریں۔
- دُوسری منزل ہے وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ کہ ان کے ساتھ ہمبستری میں مقاطعہ کرلیں لیکن پہلے تحقیق کرنا ضروری ہے، کیونکہ بدگمانی میں ایسا کرنا جائز نہیں۔
- تیسری منزل ہے فَاضْرِبُوْهُنَّ کہ اگر اِصلاح کے پہلے دونوں طریقے کارگر نہ ہوں تو انھیں مسواک جیسی چیز سے ہلکا سا مار بھی لیں، اس سے زیادہ منع ہے۔
- چوتھی منزل فَابْعَثُوْا حَكَمًا ہے کہ اگر سابقہ تینوں درجوں میں اصلاح نہ ہوسکے تو اس صُورت میں دونوں میاں بیوی کی طرف سے پنچ مقرر کیے جائیں، تاکہ وہ ان دونوں کے درمیان مصالحت و مفاہمت کے لیے کوشش کریں۔ (۴: ۳۴، ۳۵)
- ان منازلِ اربعہ کے بعد بھی اگر صلح کی کوئی صُورت نہ نکلے تو پھر شرعی حُکم کے مُطابق طلاق کی اجازت ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس طُہر میں ہمبستری نہ کی ہو اس میں صرف ایک طلاق دے کر خاموش ہوجائے اور دُوسری طلاق نہ دے۔
- اور اس کے بعد تین حیض پُورے ہونے تک اس عورت کو طلاق دہندہ اپنے گھر میں عدّت گزارنے دے اور عدّت کے بعد عورت آزاد ہوجاتی ہے۔
- اور دَورانِ عدّت عورت کا نان ونفقہ اور رہائش کا انتظام مرد پر فرض ہے۔
- جو شخص شریعتِ مطہرہ کے مطابق ایک طلاق دے گا اسے شرعاً عدّت کے دَوران رجوع اور بعد از عدّت تجدیدِ نکاح کرلینے کا حق بھی حاصل ہے۔

- اور اگر دَورِ جاہلیت کی طرح رجوع کرنے سے اِصلاح مقصود نہ ہو بلکہ ایک بار پھر طلاق دینا، یا بار بار طلاق دے کر رجوع کرتے رہنا مقصود ہو تو یہ جائز نہیں۔
- اسی جاہلانہ طریقہ کو ختم کرنے کے لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کی حد مقرر فرماتے ہُوئے ارشاد فرمایا: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ (۲: ۲۲۹) یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند کو رجوع کا حق دیا گیا ہے اس کی آخری حد دو طلاق ہے۔ خواہ دو طلاقیں اکٹھی دے یا الگ الگ ایک ہی مجلس میں یا مُختلف اوقات میں، ایک طہر میں یا مُختلف طہروں میں یا کئی سال گزرنے کے بعد دوسری طلاق دے، اُس وقت تک اس کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اگر کسی نے تیسری طلاق بھی دے دی (فان طلقها ۲: ۲۳۰) تو وہ شریعت کی بتائی ہُوئی آخری حد سے تجاوز کر گیا، اس لیے اب وہ عورت (لَا تَحِلُّ لَهٗ) اس طلاق دہندہ کے لیے حلال نہ رہی حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ جب تک کہ وہ کسی دُوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔
- بہرحال فرمانِ الٰہی اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ رجوع کی آخری حد بتانے میں نص ہے کیونکہ

نص کا معنیٰ: مَا سِیْقَ لَهُ الْکَلَامُ ہے یعنی جس غرض کے لیے کلام چلائی گئی ہو۔ اور اس آیتِ مبارکہ میں دَورِ جاہلیت کی بے راہ روی کو روکنے کے لیے رُجوع کی آخری حد بتائی گئی ہے۔ جبکہ الگ الگ کر کے دو طلاقیں دینا ظاہر عبارت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ اور ظاہر سے نص مقدم ہوتی ہے۔

- چونکہ اس آیت سے رجوع کی آخری حد بتانا مقصود ہے کہ اس کی حد دو طلاقیں ہے یہ مطلب نہیں کہ دو طلاقیں الگ الگ دی جائیں اور اکٹھی نہ دی جائیں یہی وجہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکٹھی تین طلاقیں دینے والے پر ناراضی کا اظہار فرمایا تھا، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حد سے آگے قدم رکھ کر اپنا گھر برباد کر لیا تھا۔ جو دوبارہ آباد نہیں ہو سکتا۔ حتی تنکح.... اور دُنیا کا بڑے سے بڑا عالمِ دین اور مفتی ان تین طلاقوں کو کالعدم قرار نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص غصّے کی حالت میں اپنی بیوی کے گلے پر چھری چلا کر

اس کا سر تن سے جُدا کر دے اور پھر اپنا اُجڑا ہُوا گھر دوبارہ آباد کرنے کی غرض سے یورپ و امریکا کے اعلیٰ تعلیم یافتہ معالج و جراح Doctor Surgeon کے پاس جا کر اس کی منت سماجت کرتے ہُوئے کہے کہ مجھ سے غصّے کی حالت میں ایسا کام ہوگیا ہے، اس لیے آپ اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہُوئے اسے زندہ کر دیں تاکہ میرا اُجڑا ہُوا گھر پھر سے آباد ہو جائے۔ لیکن جس طرح یہ ناممکن ہے، اسی طرح تین طلاقوں کے بعد دوبارہ گھر آباد کرنا بھی ناممکن ہے۔ نیز:

الطلاق مرتان کے لفظ سے الگ الگ طُہروں میں دو طلاقیں دینا ہی مراد نہیں اور نہ ہی قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور جو دو طلاقیں مراد ہیں ان کی کئی صُورتیں ممکن ہیں۔ مثلاً: ○ ایک ہی مجلس میں ایک کلمہ کے ساتھ "تجھے دو طلاقیں ہیں"۔ ○ ایک مجلس میں الگ الگ "تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے" کے الفاظ کہنا۔ ○ دو مختلف مجلسوں میں، ○ مختلف اوقات، یا ○ مختلف طُہروں میں الگ الگ طلاق دینا۔ یہ سب کے سب "مرتان" میں شامل ہیں جیساکہ:

- احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ عہدِ نبوی میں بھی لوگ ایک ہی مجلس میں دو یا تین طلاقیں بھی دے لیا کرتے تھے، اور ان پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دو یا تین طلاقوں کے وقوع کا حکم صادر فرمایا۔ لیکن کسی صحیح حدیث میں کہیں نہیں آیا کہ ایک مجلس کی دو یا تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی تھیں، البتہ:
- الفاظ کنایات میں سے "بتہ" کا لفظ ایسا ہے کہ جس میں نیت کا لحاظ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طلاق کی نیت سے بتہ طلاق دینے والے سے قسم لے کر اسے ایک رجعی طلاق قرار دیا تھا۔
- اہلِ علم جانتے ہیں کہ اگر تین کا اِرادہ ہو تو بتہ، خلیہ، اور بریہ میں سے کوئی سا لفظ صرف ایک مرتبہ کہنے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اور صحابہؓ تابعینؒ، تبع تابعینؒ، محدثینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ میں سے کسی ایک شخصیت نے بھی اس مسئلہ میں اِختلاف نہیں کیا۔ البتہ:

○ بعض روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض غیر صحابی علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں جن کا نام لیا جاتا ہے، ○ اوّل تو وہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں، ○ دُوسرے یہ کہ وہ سب عجمی ہیں، جنھوں نے بتہ سے تین طلاقیں بھیجیں، ○ تیسرے یہ کہ ان کا اختلاف اجماعِ صحابہ کے بعد ہُوا، جو قرآن مجید کی رو سے مردود ہے، ○ چوتھے یہ کہ اس مسئلہ میں اختلاف کرنے والوں کی اعتقادی و عملی زندگی مشکوک ہے، اگرچہ وہ علم کا پہاڑ ہی کیوں نہوں جن میں سے ○ ایک تو وہ کوئی بوڑھا ہے جس نے اس غلط مسئلے کی جھوٹی نسبت امام علیؓ کی طرف کردی، ○ اور بعض وہ ہیں جنھوں نے امام جعفر صادقؒ کی طرف نسبت کی،
○ اور بعض نے علماء متاخرین کے تسامح کو ان کے علمی مقام سے مرعوب ہوکر سر آنکھوں پہ رکھ لیا، اور یہ بھی نہ سوچا کہ کبھی سوار گر بھی پڑتے ہیں اور تیراک ڈوب بھی جاتے ہیں،
○ اور بعض وہ بھی ہیں جو نصِ قطعی اور متواتر احادیث و آثار کے ہوتے ہُوئے اپنے قیاس کو دخل دیتے ہیں۔ حالانکہ اس مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں۔

○ اور اگر اس شرذمۂ قلیلہ اور تھوڑی سی ٹولی کو قابلِ توجہ سمجھا جائے تو بھی زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس شرذمۂ قلیلہ نے اس مسئلہ میں شبہ پیدا کر دیا۔ اس لیے اس متفق علیہا مسئلہ کو اختلافی مسئلہ نہیں کہا جاسکتا، جن میں سے ایک راجح اور دُوسرے کو مرجوح قرار دے کر راجح کو معمول بہٖ بنایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں تو بات شبہ کی ہے، جبکہ شرعاً شبہ کی چیز سے بچنا ضروری ہے۔ چُنانچہ:

○ امیر المومنین سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے جدِّ امجد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ معصوم سے سُنا ہے، آپؐ نے فرمایا دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ کہ جس کام میں شبہ پیدا ہو جائے تو اس کو چھوڑ کر اس کام کو اختیار کرو جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔ (مسند احمد ص ۲۲۹/۱)

○ نیز یہی فرمانِ رسولؐ مسند احمد ج۱ ص ۲۰۰ و ج ۳ ص ۱۵۳ و ۱۱۲ و جامع صغیر ص ۱۴/۲ میں سنن نسائی و معجم کبیر طبرانی و ترمذی و صحیح ابن حبان وغیرہ کے حوالے سے منقول ہے۔

○ علاوہ ازیں اور بھی کئی احادیث صحیحہ میں شبہ کی چیز سے بچنے کی تاکید آئی ہے۔ لہٰذا اگر اس شرذمۂ قلیلہ کے قول سے حلال و حرام کے اس مسئلہ میں شبہ پیدا ہو گیا یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین وائمہ مجتہدین اور ان کے متبعین کو دیکھیں تو ان کے نزدیک الگ یا اکٹھی تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور اس مطلقہ بہ ثلاث عورت کو گھر بسانا گُلا زنا ہے، اور شرذمۂ قلیلہ کو دیکھیں تو اُن کے نزدیک وہ عورت طلاق دہندہ پر حلال ہے۔ اور چونکہ حلال و حرام کے معاملے میں شبہ کی چیز سے بچنا فرض ہے اس لیے حُرمت کا فتویٰ دینا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ:

○ اگر کوئی پیاسا شربت پینے لگے تو کوئی شخص شبہ ڈال دے کہ اس مشروب میں زہر ملایا گیا ہے، جبکہ دُوسرا شخص اس کی تردید بھی کر دے تو عقلمند آدمی وہی ہو گا جو اس مشروب کو پینے کی بجائے پیاسا رہنے کو ترجیح دے گا۔

○ لیکن حقیقت یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ طلاق میں شبہ کی کوئی بات نہیں، اور ہم ناقابلِ تردید دلائلِ واضحہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ تین طلاقیں جس طرح بھی دی جائیں وہ تین ہی شمار ہوتی ہیں اور مطلقہ بہ ثلاث طلاق دہندہ پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ اور اس بات کی وضاحت بھی کی جا چکی ہے کہ عہدِ نبویؐ اور عہدِ صدیقی میں تین کو ایک سمجھنے کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو شرعی احکام کا اچھی طرح علم نہیں تھا، بس وہ لوگ ہی تین کو ایک سمجھتے تھے اور نہ ہی طلاق کی کوئی حد ہی ان کے یہاں مقرر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ جاہلی طریقہ کے مطابق بار بار طلاق دے کر رجوع کرنے کو جائز سمجھتے تھے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس جاہلی طریقہ کو منسوخ کر کے رجوع کا حق صرف دو طلاقوں تک محدود فرما دیا۔ لیکن اس شرعی حکم کا علم بہت کم لوگوں کو ہوا، امیر المومنین سیدنا امام عمرؓ نے ایک مجلسِ علمی میں اس مسئلہ کو مشتہر فرما دیا اور اس طرح اس مسئلہ کا شمار بھی امام عمرؓ کی شرعی اصلاحات میں ہونے لگا جیسا کہ:

امام عمرؓ کی شرعی اصلاحات

- اُمّ ولد کو بیچنا عہدِ نبویؐ میں منسوخ ہو چکا تھا، لیکن بہت سے صحابہؓ کو اس کا علم نہ ہو سکا اور وہ اسے جائز سمجھتے رہے، پھر امیرالمؤمنین سیّدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع فرما دیا۔ (دیکھیے: مشکوٰۃ ص ۲۹۵)
- اسی طرح بعض روایات میں آتا ہے کہ ہم (صحابۂ کرامؓ) عہدِ نبویؐ اور عہدِ صدیقیؓ میں متعہ کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ امیرالمؤمنین سیّدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں متعہ سے روک دیا، پھر ہم نے کبھی متعہ نہ کیا۔ (دیکھیے: صحیح مسلم ص ۴۵۱)
- اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ عہدِ جاہلیت میں لوگ متعہ کو جائز سمجھتے تھے، اور جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نومسلموں میں یہ حیاسوز کام دیکھا تو انھیں مختلف مواقع پر اس فعلِ قبیح سے منع فرمایا۔ لیکن یہ بات بھی تمام صحابہ تک نہ پہنچی، اور نسخِ متعہ کا یہ حکم صرف انہی لوگوں تک محدود رہا جنھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معصوم زبانِ مبارک سے سُن لیا تھا۔ مثلاً: ○ بعض صحابہؓ نے غزوۂ خیبر میں سُنا تو وہ اس سے رُک گئے، ○ اور بعض وہ صحابہؓ جو غزوۂ خیبر میں موجود نہ تھے تو انھوں نے فتح مکہ کے موقع پر سُن لیا، ○ اور بعض نے غزوۂ اوطاس میں، ○ اور بعض نے غزوۂ تبوک میں، ○ اور بعض حجۃ الوداع کے موقع پر سُن سکے، اور وہ اس کام سے باز آ گئے۔ لیکن اس کے باوجود بہت سے صحابہؓ کو نسخِ متعہ کے اس حکم کا علم نہ ہو سکا۔ پھر امیرالمؤمنین سیّدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ بعض لوگ نسخِ متعہ کے متعلق شرعی حکم کا علم نہ ہونے کی وجہ سے متعہ کو جائز سمجھتے ہیں جس کا دورِ جاہلیت میں رواج تھا، تو انھوں نے نسخِ متعہ کے شرعی حکم کی تشہیر فرمائی تاکہ آیندہ کوئی شخص زنا جیسے اس گھناؤنے جرم کا مرتکب نہ ہو۔
- اسی طرح بعض روایات میں نمازِ جنازہ کے دوران پانچ تکبیروں کا ذکر آتا ہے جبکہ بعض روایات میں چار، بعض میں چھ، بعض میں سات اور بعض میں

آٹھ تکبیروں کا ذکر بھی آتا ہے۔ اسی طرح اس بات کا ذکر بھی ان روایات میں موجود ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی میں لوگ اسی طرح مختلف تعداد میں تکبیریں کہتے تھے۔

- امیرالمومنین نے اپنے عہدِ خلافت میں جب یہ ماجرا دیکھا تو فرمانے لگے کہ آپ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہونے کے باوجود اگر باہم اختلاف کریں گے تو آپ کے بعد آنے والے لوگ تو اور بھی زیادہ اختلاف کریں گے، کیونکہ یہ لوگ ابھی ابھی جاہلیت سے نکلے ہیں، اس لیے آپ تمام کسی ایک بات پر متفق ہوجائیں تو آپ کے بعد آنے والے لوگ بھی متفق رہیں گے۔ (دیکھیے: سنن نسائی ص ۲۸۱ مع حاشیہ وکتاب الآثار محمد ص۴)
- اس کے بعد صحابۂ کرامؓ نے اس سلسلے میں غور کیا اور تمام اس نتیجے پر پہنچے کہ چونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری جنازے میں صرف چار تکبیریں کہی تھیں اس لیے چار تکبیریں ہی کہنی چاہئیں؛ اور پھر اس پر ہی تمام صحابہؓ کا اتفاق ہوگیا۔ اور صحابہ کا اتفاق اور اجماع حجت شرعیہ سمجھی جاتی ہے۔ (طحاوی)
- اسی طرح امیرالمومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اور بھی کئی شرعی اصلاحات کا خصوصی اہتمام فرماکر اُمتِ محمدیہ پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ
أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ
وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ حَمَلَةِ الْوَحْيَيْنِ الْعَامِلِيْنَ الْكَامِلِيْنَ
الَّذِيْنَ لَا يُتَّهَمُوْنَ بِالتَّقْصِيْرِ فِيْ مُتَابَعَةِ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ وَكَانُوْا أَطْوَعَ
النَّاسِ وَلِرَسُوْلِهٖ، سِيَّمَا عَلَى الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ.
الَّذِيْنَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْهِمْ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ
الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ